صلّوا كما رأيتموني أصلّي

صحیح نماز نبوی

کتاب وسنت کی روشنی میں



تالیف

الشیخ عبدالرحمن عزیز

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی

شیخ الحدیث حافظ عبداللہ رفیق

تحقیق وتخریج

ابوالحسن سید تنویر الحق

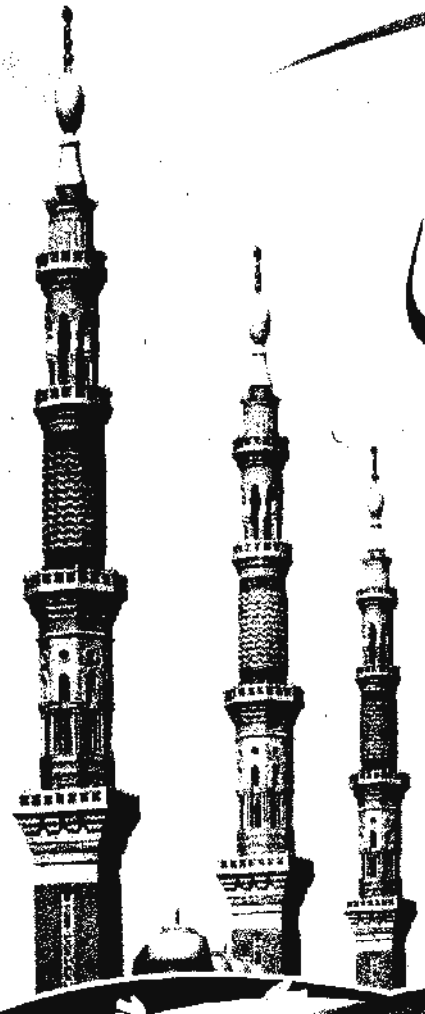
تصحیح واضافہ

ابوعمر محمد اشتیاق اصغر

صلّوا کما رأیتمونی أصلّي

صحیح نماز نبوی

کتاب وسنت کی روشنی میں



تالیف

الشیخ عبدالرحمن عزیز

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی

شیخ الحدیث حافظ عبداللہ رفیق

تحقیق و تخریج

ابوالحسن سید تنویر الحق

تصحیح و ترتیب

ابو مسلم محمد اشتیاق اصغر

دارالاندلس ®

اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز

ملک روڈ، چوبرجی لاہور پاکستان

Ph: 92-42-7230549
Fax: 92-42-7242639
www.dar-ul-andlus.com

نامِ کتاب

صحیح نمازِ نبوی

تالیف

الشیخ عبدالرحمٰن عزیز

نظرِ ثانی

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی

شیخ الحدیث حافظ عبداللہ رفیق

تحقیق وتخریج

ابوالحسن سید تنویر الحق

تصحیح واضافہ

ابوعمر محمد اشتیاق اصغر

اشاعتِ اوّل .... اگست 2009ء

ناشر .... دارالاندلس

تعداد 3000

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دارالاندلس ® اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز

۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور، پاکستان

Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639 www.dar-ul-andlus.com

صحیح نماز نبوی

لباس کا بیان

سنن کا بیان

فوت شدہ نمازوں کی قضا

مریض اور معذور کی نماز

نماز جمعہ کا بیان

نفل نمازوں کا بیان

سببی نمازیں

نمازِ سفر کا بیان

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ !

نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ترک کر دیا اس نے دین کی عمارت کو ڈھا دیا۔ نماز مسلمان کے افضل اعمال میں سے ہے، جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب (اور افضل) عمل کون سا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔'' میں نے عرض کی: ''پھر کون سا عمل (محبوب اور افضل ہے)؟'' فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا :۵۲۷۔ مسلم : ۸۵]

یہ اس لیے کہ نماز بندے اور رب کے درمیان ایک تعلق ہے جس میں انسان دنیا کی مشغولیات سے کٹ کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اس سے ہدایت، مدد اور رہنمائی چاہتا ہے اور اس سے سیدھے راستے پر ثابت قدم رہنے کی درخواست کرتا ہے۔

نماز ایک ایسا صاف ستھرا سرچشمہ ہے جس کے شفاف پانی سے وہ اپنے گناہوں اور خطاؤں کو دھوتا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پنجگانہ نمازوں کی مثال ایک نہر کی سی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہ رہی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو اس سے (اس کے جسم پر) کسی قسم کا میل کچیل باقی نہیں

رہے گا۔'' [مسلم ، کتاب المساجد، باب المشی إلی الصلوٰۃ ...... الخ : ٦٦٨]

ہمارے دین میں نماز کی اسی اہمیت، افادیت اور فضیلت کے باعث ایک عرصے سے یہ خواہش تھی کہ اس موضوع پر ایک جامع کتاب مرتب کی جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے محترم بھائی اور نوجوان عالم عبدالرحمٰن عزیز ﷾ کو، جنھوں نے نہایت مدلل اور مؤثر اسلوب تحریر میں ''صحیح نماز نبوی'' کا شاندار نقشہ کھینچا ہے اور کتاب کی ترتیب میں کوشش کی ہے کہ صرف اور صرف احادیثِ صحیحہ و حسنہ سے مدد لی جائے اور انھوں نے حقیقتاً سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مؤلف نے اگرچہ ہر حدیث کے ساتھ مختلف محققین کی تحقیق لکھ دی تھی مگر تحقیق کی گنجائش موجود تھی، اس لیے محقق عالم ابوالحسن سید تنویر الحق صاحب نے اس پر مزید کام کیا اور جہاں کوئی کمی نظر آئی اسے دور کیا۔ تصحیح و ترمیم کا فریضہ بھائی ابوعمر محمد اشتیاق اصغر نے سرانجام دیا اور حسب ضرورت نہایت اہم مضامین بڑھا کر اس کتاب کی افادیت اور قدر و قیمت میں بدرجہا اضافہ کر دیا اور نظرثانی کا انتہائی اہم کام فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی ﷾ اور شیخ الحدیث حافظ عبداللہ رفیق ﷾ نے بڑی باریک بینی سے کیا اور نہایت مفید مشورے دیے۔ اللہ ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

تہذیب و تسہیل کا کام بھائی محمد زاہد الرحمٰن جلالی نے کیا، بھائی محمد شفیق نے کمپوزنگ اور ضیاء الرحمٰن بھائی نے خوبصورت سرورق تیار کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور جن دوستوں نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں تعاون کیا ہے ان کی اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

والسلام
سیف اللہ خالد
مدیر دارالاندلس
۲۶ شعبان ۱۴۳۰ھ

تقریظ

سال ۲۰۰۶ء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حج بیت اللہ کا موقع فراہم کیا تو میدانِ منیٰ میں مؤلف ہذا الکتاب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے نماز کے موضوع پر کتاب لکھنے کا عزم ظاہر کیا اور راقم سے تعاون کی درخواست کی تو میں نے نماز کے موضوع پر دو عربی کتب کی طرف ان کی راہنمائی کی۔ ایک "صلاۃ المؤمن" جو تین جلدوں میں دکتور سعید بن علی بن وہف قحطانی کی تالیف ہے اور دوسری "موسوعة الصلاة الصحيحة" تھی جو پانچ جلدوں میں ہے، اس کے مؤلف الشیخ فوزی بن محمد آل عودہ ہیں۔

تو صاحب کتاب نے کہا کہ میں کتاب لکھ کر آپ کو ارسال کروں گا تو آپ تصحیح کر دیں۔ راقم نے عدیم الفرصتی کا عذر پیش کیا، لیکن ان کے اصرار پر بالآخر وعدہ کرنا پڑا۔ لیکن تعلیمی و تدریسی، دعوتی و جہادی، فتاویٰ جات اور تصحیح کتب کے مشکل ترین مراحل آڑے آتے رہے، حتیٰ کہ کتاب کی کمپوزنگ ہو کر ادارہ دارالاندلس سے منسلک بعض بھائیوں کی عمیق نظروں سے گزرنے کے بعد راقم کے پاس پہنچ گئی اور مدیر دارالاندلس نوجوان عالم دین محترم بھائی سیف اللہ خالد ﷾ نے اس پر نظر ثانی کا حکم فرمایا۔

تو حسب حکم تعمیل کرنا پڑی اور مختصر سے وقت میں اس کو دیکھا، جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو تسکین پہنچی اور کئی ایک مقامات پر تصحیح کی اور ملاحظات رقم کیے۔ نماز کے مسائل کے موضوع پر اردو زبان میں کئی ایک کتب مرتب ہو چکی ہیں اور گلشن کتاب وسنت کے ہر پھول کی اپنی مہک اور خوشبو ہے۔ صاحب کتاب نے ''صحیح نماز نبوی'' میں حتی الوسع

صحیح اور حسن روایات ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر شخص سے نہ کلی اتفاق ہو سکتا ہے اور نہ اختلاف۔

مجموعی اعتبار سے یہ کتاب اپنے موضوع کی ایک شاہکار ہے اور دارالاندلس کی مطبوعات میں ایک انمول اضافہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کو عامۃ الناس کی رشد و ہدایت، فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنائے اور جملہ معاونین کی مغفرت و بخشش کا وسیلہ اور جنت الفردوس میں داخلے کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

خادم العلم و أهله

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

۱۲/۸/۲۰۰۹ء

عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی پیدائش وتخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات : ٥٦]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اور عبادات میں نماز ایک ایسی عبادت ہے جو انسان اور حیوان یعنی مسلمان اور کافر میں فرق کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَ بَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلٰوةِ)) [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ٨٢]

''بلاشبہ آدمی اور کفر وشرک کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔''

گویا نماز ایک ایسی عبادت ہے جو مسلمان اور کافر ومشرک کے درمیان فرق کرتی ہے، یہی اسلام کا ستون ہے، اسی کے متعلق سب سے پہلے روز قیامت سوال ہوگا، اگر نامۂ اعمال میں صحیح نماز نبوی ہوئی تو آدمی نجات پا جائے گا، ورنہ ناکامی و بربادی اس کا مقدر ہوگی۔ نماز کی اہمیت اسلام میں بہت زیادہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی، تاکہ سب لوگ صحیح نماز سیکھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز ایک

اہم ترین فریضہ تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی کو کسی علاقے کا گورنر بنا کر بھیجتے تو اسے یہ وصیت فرماتے:

« اِنَّ اَهَمَّ اَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا، حَفِظَ دِيْنَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ » [الموطأ، كتاب وقوت الصلوٰة، باب وقوت الصلوٰة : ٦]

''میرے نزدیک تمھارا اہم ترین فریضہ اقامتِ صلوٰۃ ہے، کیونکہ جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس پر ہمیشگی کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز ضائع کر دی تو وہ (دین کے) دیگر امور کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔''

یہ ایسا فریضہ ہے جو مرد و عورت پر دن اور رات میں پانچ مرتبہ فرض ہے، جو مرد کے لیے کسی صورت معاف نہیں، حتیٰ کہ بیماری اور میدان جنگ میں بھی معاف نہیں۔ یہی وہ فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کا ذریعہ ہے، جو نظم و ضبط اور پابندی وقت سکھاتا ہے، جو طہارت و نظافت کا عادی بناتا ہے اور فواحش و منکرات سے روکتا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس! کہ جتنا اہم یہ فریضہ ہے اتنا ہی مسلمان اس سے دور ہیں۔ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو نماز پڑھتے ہی نہیں، یا ایک دو پڑھ لیں اور باقی چھوڑ دیں اور جو نماز پڑھتے ہیں ان میں سے بھی زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ادا نہیں کرتے، اس کی بڑی وجہ فرقہ پرستی ہے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث سے نماز سیکھنے کی بجائے اپنے اپنے اماموں اور بزرگوں سے نماز سیکھتے ہیں، ان کے بتائے ہوئے طریقے کو اپنے لیے حرف آخر سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقلید اور گروہ بندی ہی اسلام ہے، حالانکہ شریعت میں ان چیزوں کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اصل اسلام تو قرآن و حدیث ہی ہے اور فرقہ پرستی سے نجات کا واحد ذریعہ بھی قرآن و حدیث پر چلنا ہی ہے۔ تو قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ادا کی ہوئی نماز ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوگی اور وہی ذریعۂ نجات

ہے، اس سے ہٹ کر ادا کی ہوئی نماز کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ شریعت کے مطابق عمل نہ کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴾ [الغاشية : ٣، ٤]

''محنت کرنے والے، تھک جانے والے، (لیکن وہ) گرم آگ میں داخل ہوں گے۔''

اور ہمیں حکم بھی یہی ہے کہ ہم اسی طرح نماز ادا کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ادا کی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ)) [بخاري، كتاب الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة ...... الخ : ٦٣١]

''تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

تو اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے، کیونکہ میں نے اس کتاب میں صرف صحیح اور حسن احادیث کا انتخاب کیا ہے اور تقریباً ہر حدیث کے ساتھ میں نے محققین بالخصوص علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اور شعیب الارنؤوط حفظہ اللہ کی تحقیق لکھ دی ہے، تاکہ قاری بلا خوف حدیث پر عمل کر سکے۔ اس کے علاوہ میں نے مسائل کو نقاط کی صورت میں لکھا ہے اور ہر مسئلہ کی تمام ممکنہ جزئیات کو بیان کیا ہے، اس کتاب میں کوئی بات دلیل اور حوالہ کے بغیر نہیں اور بعض جگہ اختلافی مسائل میں طرفین کے دلائل کا تجزیہ کر کے حق کو واضح کیا گیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ کتاب کا انداز عام فہم اور سادہ ہو، تاکہ عام قاری بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ یہ کتاب نماز کے مجموعی مسائل کا احاطہ کرے۔ اس لیے اس میں غسل، تیمم، وضو، حیض ونفاس، اوقات نماز، اذان و اقامت، جماعت، سبھی نمازیں، نفل نمازیں، عیدین اور جنازے وغیرہ کے احکام و مسائل کو نقاط کی صورت میں خوب وضاحت سے بیان کیا ہے۔

میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب رہا ہوں، اس کا فیصلہ تو قارئین نے کرنا

ہے، لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں کسی قسم کی بھی کوئی غلطی پائیں تو ضرور آگاہ کریں، تا کہ اسے آئندہ ایڈیشن میں درست کرلیا جائے۔

آخر میں میں اپنے ان تمام دوستوں کے لیے دعاگو ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، بالخصوص فضیلۃ الشیخ محمد ندیم، فضیلۃ الشیخ محمد ارشاد، ابراہیم شاہین اور دارالاندلس کے بھائیوں کا جنھوں نے کتاب پر نظر ثانی اور تصحیح و اضافہ کیا، بالخصوص مدیر دارالاندلس سیف اللہ خالد بھائی کا، جنھوں نے خصوصی دلچسپی لے کر اپنی نگرانی میں یہ سارے کام کروائے اور پھر محبت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو خوب صورت انداز میں شائع کیا، اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور عمل میں برکت فرمائے۔ آمین!

والسلام

عبدالرحمٰن عزیز

۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

نماز کی اہمیت وفضیلت

نماز کی اہمیت:

قرآن مجید میں فلاح یاب ہونے والوں کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۹]

''اور جو اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [طٰهٰ : ۱۳۲]

''اپنے اہل وعیال کو نماز قائم کرنے کا حکم دیجیے اور خود بھی نماز کی پابندی کیجیے۔''

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے، جس کے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ))
[بخاري، كتاب الإيمان، باب دعاؤكم إيمانكم ...... الخ : ۸]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشبہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

ارشادِ سرورِ گرامی ﷺ ہے:

((رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ)) [ترمذی، كتاب الإيمان، باب

ما جاء فی حرمة الصلاة : ٢٦١٦ ـ صحيح ـ مسند أحمد : ٥/ ٢٣١]

”تمام معاملات کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ بِصَلَاتِهِ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ » [نسائی، کتاب الصلاة، باب المحاسبة علی الصلاة : ٤٦٦ ـ صحيح]

”بلاشبہ قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے اس کی نماز کا حساب ہوگا، جس کی نماز صحیح (اور مکمل) ہوئی تو وہ کامیاب ہوگیا اور نجات پاگیا اور جس کی نماز خراب ہوئی وہ ناکام اور تباہ ہوگیا۔“

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:

« خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ، كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَغْفِرَ لَهٗ ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ، اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ، وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ » [أبوداوٗد، کتاب الصلاة، باب المحافظة علی الصلوات : ٤٢٥ ـ صحيح]

”اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور انھیں بروقت ادا کرتا رہا، مکمل رکوع اور پورے خشوع سے نماز ادا کی، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ وہ اسے ضرور بخشے گا اور جس نے یہ کام نہ کیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد نہیں ہے، چاہے معاف کردے اور چاہے اسے عذاب دے۔“

رسول اللہ ﷺ نے آخری وقت میں امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

« اَلصَّلَاةَ، اَلصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ » [أبوداوٗد، کتاب الأدب، باب فی حق المملوك : ٥١٥٦ ـ صحيح]

”لوگو! نماز کا خیال رکھنا، لوگو! نماز کا خیال رکھنا اور اپنے غلاموں کے بارے میں

اللہ سے ڈرتے رہنا۔"

رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو سب سے پہلے اسے نماز سکھائی تی۔[السلسلة الصحيحة : ٦٦/١/٧، ح : ٣٠٣٠۔ صحيح]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کی طرف خط لکھا: " میرے نزدیک تمھارا اہم ترین یضہ اقامت صلوٰۃ ہے، کیونکہ جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس پر ہمیشگی کی اس نے اپنے ین کی حفاظت کی اور جس نے نماز ضائع کر دی تو وہ (دین کے) دیگر امور کو زیادہ ضائع رنے والا ہوگا۔" [الموطأ، كتاب وقوت الصلوة، باب وقوت الصلوة : ٦]

از کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ » [السلسلة الصحيحة : ٥٥٣/٤، ح : ١٩٢٠]

" پانچوں نمازوں کی پابندی آدمی کے تمام (صغیرہ) گناہ مٹا دیتی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے پوچھا:

« أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ ؟ قَالُوْا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا » [بخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة : ٥٢٨۔ مسلم : ١٥٢٢]

" تم میں سے جس کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل رہ سکتی ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: " ذرا بھی میل نہیں رہ سکتی۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: " ایسے ہی پانچ نمازیں ہیں، ان کے ذریعے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا يُنَادِيْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ يَا بَنِيْ آدَمَ ! قُوْمُوْا اِلٰى نِيْرَانِكُمُ الَّتِيْ اَوْقَدْتُمُوْهَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاَطْفِئُوْهَا بِالصَّلَاةِ »[طبراني أوسط : ٩١٥٠٩ـ طبراني صغير : ١١٣١ـ صحيح الترغيب والترهيب : ٨٦/١، ح : ٣٥٨، ٣٥٩ـ حسن]

''بے شک ہر نماز کے وقت اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ صدا لگاتا ہے: ''اے لوگو! اس آگ (کو بجھانے) کے لیے اٹھو جسے تم نے (اپنے گناہوں کی بدولت) اپنے لیے جلا رکھا ہے، اسے نماز کے ذریعے بجھا دو۔''

اور بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ اَنْ يُخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِآثَارِ السُّجُوْدِ، وَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُوْدِ » [بخاري، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ٨٠٦]

''جب اللہ تعالیٰ جہنمی لوگوں پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ جس نے بھی (خالص) اللہ کی عبادت کی ہے اسے جہنم سے باہر نکال لو، تو فرشتے انھیں پیشانیوں پر سجدوں کے نشان سے پہچان کر باہر نکالیں گے، (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے آگ پر سجدے کے نشان کو جلانا حرام قرار دیا ہے۔''

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

« جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ »[نسائي، كتاب عشرة النساء، باب حب النساء : ٣٣٩١ـ صحيح]

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث نماز ہے۔''

بے نماز کا حکم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ﴾

[النساء : ١٤٢]

''بلاشبہ منافقین اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ اللہ انھیں دھوکا دینے والا ہے، (ان کی نشانی یہ ہے کہ) جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو نہایت سست کھڑے ہوتے ہیں۔''

سورۂ توبہ میں ہے:

﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ ﴾ [التوبة : ٥]

''مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر کے نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تب انھیں چھوڑ دو۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ ﴾ [التوبة : ١١]

''اگر یہ (مشرک لوگ) توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ دینے لگیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں (وگرنہ نہیں)۔''

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

« اِنَّ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ » [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة : ٨٢]

''بلاشبہ آدمی اور شرک وکفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔''

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

« اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ » [ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة : ٢٦٢١ ـ نسائی : ٤٦٤ ـ ابن ماجه : ١٠٦٩ ـ صحيح]

''ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان نماز قائم رکھنے کا عہد ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس نے نماز ترک کر دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٢١٨/٧ ـ السنن الكبرى للبيهقي : ٣٥٧/١، ح : ١٦٧٣]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو نماز چھوڑ دے اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ١٦٧/٦، ح : ٣٠٣٨٨]

عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ترک نماز کے علاوہ کسی گناہ کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔'' [ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة : ٢٦٢٢ ـ صحيح]

بے نماز کا انجام:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾

[مريم : ٥٩]

''پھر ان (نبیوں) کے بعد نالائق لوگ ان کے جانشین بنے، جنھوں نے نماز ضائع کی اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے، وہ عنقریب (اس) گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

« مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ

لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ بُرْهَانٌ وَلَا نُورٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَهَامَانَ وَفِرْعَوْنَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ »[مسند أحمد : ۲/۱٦۹، ح : ٦٥٧٦۔ صحيح ابن حبان : ١٤٦٧۔ شعیب الارنؤوط نے اسے صحیح کہا ہے]

''جس نے نمازوں کی حفاظت کی، قیامت کے دن یہ نماز اس کے لیے نور، دلیل اور نجات کا سبب ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے لیے قیامت کے دن کوئی چیز دلیل، نور اور نجات کا سبب نہیں ہوگی اور وہ شخص قارون، ہامان، فرعون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

جنتی لوگ جہنم میں جانے والے اپنے دوستوں سے جہنم میں جانے کا سبب پوچھیں گے تو وہ جواباً کہیں گے:

﴿ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴾ [المدثر: ٤٣]

''جہنمی کہیں گے کہ ہم نماز نہیں ادا کرتے تھے۔''

طہارت کا بیان

پانی کے احکام:

- طہارت نماز کے لیے شرط ہے، اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ» [مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة : ٢٢٤]

"طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوگی۔"

- طہارت صرف دو چیزوں سے حاصل ہوسکتی ہے:

① پاک پانی سے۔ [الأنفال : ١١]

② پانی نہ ہونے کی صورت میں پاک مٹی سے۔ (اس کی تفصیل تیمم کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)

- پانی (برف ہو یا اولے، کھڑا ہو یا بہتا، کم ہو یا زیادہ) اپنی تمام صورتوں میں پاک ہے، ان سے طہارت کرنا جائز ہے۔

- مندرجہ ذیل صورتوں میں پانی ناپاک ہے، اس سے طہارت نہیں ہوگی:

① تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يَنْجُسُ » [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب ما ينجس الماء : ٦٥ ـ صحيح]

"جب پانی کی مقدار دو بڑے مٹکوں کے برابر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔"

یعنی مذکورہ مقدار سے کم ہوگا تو نجاست گرنے سے ناپاک ہو جائے گا۔ دو مٹکوں میں

موجودہ حساب سے پانچ (۵) من اور ستائیس (۲۷) کلوگرام پانی سماتا تھا۔ [اتحاف الکرام اردو : ۲۹]

پانی مذکورہ مقدار سے زیادہ ہو تو اس وقت ناپاک ہوگا جب نجاست اس کے رنگ، بو اور ذائقہ میں سے کوئی وصف تبدیل کر دے۔ [اس مسئلہ پر علماء کا اجماع ہے۔ دیکھیے صحیح ابن حبان، تحت الحدیث : ۱۲۴۹۔ سبل السلام : ۱/ ٤٤]

② کسی برتن سے کتا پانی پی لے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ، ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ))
[مسلم، كتاب الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب : ۲۷۹]

''جب تمھارے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس چیز کو بہا دو، پھر اسے سات مرتبہ دھوؤ۔''

③ جس پانی (کے پاک یا ناپاک ہونے) میں شک پڑ جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يَرِيْبُكَ)) [نسائی، كتاب الأشربة، باب الحث على ترك الشبهات : ٥٧١٤۔ صحيح]

''جس چیز میں شک پڑ جائے اسے چھوڑ دے اور اس چیز کو اختیار کر جس میں شک نہیں۔''

④ جنبی مرد یا عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل نہ کریں تو بہتر ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مرد کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل نہ کرے اور عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے مرد غسل نہ کرے۔'' [أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب النهي عن ذلك : ۸۱۔ نسائی : ۲۳۹۔صحيح]

رفع حاجت کے آداب:

⌘ پیشاب و پاخانہ کی حاجت شدید ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے، بلکہ پہلے حاجت سے فارغ ہوا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ)) [مسلم، كتاب المساجد، باب كراهية الصلاة بحضرة الطعام...... الخ : ٥٦٠]

''جب کھانا حاضر ہو اور پیشاب و پاخانہ تنگ کر رہے ہوں تو اس وقت نماز (پڑھنا جائز) نہیں ہے۔''

رفع حاجت بیٹھنے کے آداب:

⌘ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے دور جاتے (اور چھپ کر بیٹھتے) کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکے۔[بخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة في الجبة الشامية : ٣٦٣ ـ مسلم : ٧٧/ ٢٧٤]

⌘ ایسی جگہ بیٹھیں کہ پیشاب کے چھینٹے جسم پر نہ پڑیں۔ نبی ﷺ نے دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ)) [بخاری، كتاب الوضوء، باب : ٢١٨ ـ مسلم : ٦٧٧]

''ان دو قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے کام پر نہیں ہو رہا (جس سے بچنا مشکل ہو) بلکہ ایک کو پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے پر اور دوسرے کو چغلی کرنے پر ہو رہا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے صحرا میں جاتے تو (زمین نرم کرنے کے لیے) ایک نیزا لے جاتے (تاکہ پیشاب کے چھینٹے جسم پر نہ پڑیں)۔[بخاری، كتاب الوضوء، باب حمل العنزة مع الماء في الاستنجاء : ١٥٢ ـ مسلم : ٢٧١]

قبلہ رخ بیٹھنا:

⌘ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا))[بخاری، كتاب

الصلاۃ، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق : ۳۹۴۔ مسلم : ۲٦٤]

"جب تم پیشاب و پاخانہ کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو۔"

⌘ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت فضا میں ہے، کمرہ یا کوئی اوٹ ہو تو جائز ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کر کے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب من تبرز على لبنتين : ۱٤٥۔ مسلم : ۲٦٦]

پیشاب کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر؟:

⌘ اگر بیٹھنا ممکن نہ ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا)) [بخاری، كتاب الوضوء، باب البول قائمًا وقاعدًا : ۲۲٤۔ مسلم : ۲۷۳۔ مسند امام اعظم ابو حنيفة، ص : ٤٦، مترجم دوست محمد شاكر و نسخة ديوبنديه، ص : ۱۱۹، باب البول قائمًا۔ تنبیه : صحیح بخاری میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کی روایت ہے، جبکہ مسند امام اعظم میں صرف کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی روایت ہے]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوڑا کرکٹ والی جگہ آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کا تھا، آج بھی ضرورت ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

بوقت قضائے حاجت قریب بیٹھنا:

⌘ قضائے حاجت کے وقت ایک دوسرے سے چھپ کر بیٹھنا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب دو آدمی قضائے حاجت کے لیے بیٹھیں تو ایک دوسرے سے چھپ کر بیٹھیں اور وہ آپس میں گفتگو بھی نہ کریں، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔" [السلسلة الصحيحة : ۷/ ۳۲۱، ح : ۳۱۲۰]

قضائے حاجت کے وقت باتیں کرنا:

⌘ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے وقت باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث بھی ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے گزرتے ہوئے سلام کیا، لیکن آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ [مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم : ۳۷۰]

بیت الخلا کی دعائیں:

⌘ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) [بخاری، کتاب الوضوء، باب ما یقول عند الخلاء : ۱۴۲۔ مسلم : ۳۷۵۔ شروع میں "بسم الله" کا اضافہ سعید بن منصور سے مروی ہے، دیکھیے فتح الباری : ۱/ ۲۴۴]

"اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

⌘ بیت الخلا سے باہر نکل کر یہ دعا پڑھیں:

((غُفْرَانَكَ)) [أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب ما یقول الرجل إذا خرج من الخلاء : ۳۰۔ ترمذی : ۷۔ ابن ماجه : ۳۰۰۔ صحیح]

"(اے اللہ! میں) تیری بخشش چاہتا ہوں۔"

کن مقامات پر پیشاب کرنا ممنوع ہے؟:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل مقامات پر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے:

① لوگوں کے راستے میں اور سایہ دار درخت کے نیچے۔ [مسلم، کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلی فی الطرق والظلال : ۲۶۹] ② قبرستان میں۔ [ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی النهی ...... الخ : ۱۵۶۷۔ صحیح] ③ غسل خانہ میں۔

[أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب البول في المستحم : ٢٧۔صحيح] ④ کھڑے پانی میں۔[مسلم، کتاب الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد : ٢٨١]

استنجا کے مسائل:

⌘ پانی میسر ہو تو پانی ہی سے استنجا کریں۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ......يَسْتَنْجِيْ بِالْمَاءِ» [بخاری، كتاب الوضوء، باب حمل العنزة مع الماء في الاستنجاء : ١٥٢ـ مسلم : ٢٧١]

''رسول اللہ ﷺ پانی سے استنجا کرتے تھے۔''

⌘ پانی میسر نہ ہو تو پتھر یا مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کریں۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب الاستنجاء بروث : ١٥٦]

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ پانی موجود ہو تب بھی پہلے ضرور ڈھیلے استعمال کیے جائیں، پھر پانی، یہ ضروری والی شرط فضول ہے۔ ہاں اگر باہر کھیت وغیرہ میں پیشاب کیا اور ڈھیلے استعمال کر لیے، پھر پانی ملنے پر استنجا کرلیا جائے تو یہ اچھی بات ہے۔

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَسْتَنْجِيْ اَحَدُكُمْ بِدُوْنِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ »[مسلم، كتاب الطهارة، باب الاستطابة : ٢٦٢]

''تم میں سے کوئی شخص تین سے کم ڈھیلوں سے استنجا نہ کرے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے منع کیا ہے اور اسی طرح دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے بھی منع کیا ہے۔[مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة : ٢٦٢]

⌘ استنجا کے بعد زمین کے ساتھ ہاتھ ملنا مستحب ہے،سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے پانی کے ایک برتن سے استنجا کیا، پھر اپنا ہاتھ زمین کے ساتھ ملا۔[ابن ماجه، كتاب الطهارة و سننها، باب من دلك يده بالأرض بعد الاستنجاء : ٣٥٨ـ أبو داؤد : ٤٥ـ صحيح]

⌘ استنجے اور وضو کے لیے الگ الگ برتن استعمال کرنے چاہییں۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لیے جاتے تو میں برتن میں پانی لاتا، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کرتے ...... پھر دوسرا برتن لاتا، اس سے وضو کرتے تھے۔'' [أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب الرجل يدلك بالأرض إذا استنجى : ٤٥۔ صحيح]

⌘ ہوا خارج ہونے سے استنجا کرنے کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے، حدیث میں اس سے صرف وضو کرنے کا ذکر ہے۔

استنجا اور وضو کا باہمی تعلق :

⌘ کچھ لوگ استنجا اور وضو کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں اور ان میں یہ معروف ہے کہ پیشاب یا پاخانہ کے بعد لازمی طور پر وضو کرنا چاہیے، یہ بات غلط ہے،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوٹے میں پانی لے کر پیچھے کھڑے ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارغ ہو کر پوچھا: ''اے عمر! یہ کیا ہے؟'' عرض کی : ''یہ پانی ہے، وضو کرلیں۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ہر مرتبہ پیشاب کے ساتھ وضو کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔'' [أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب في الاستبراء : ٤٢۔ حسن۔ صحيح الجامع : ٥٥٥١]

⌘ اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وضو کرنے سے پہلے لازمی طور پر استنجا کرنا چاہیے، یہ بات بھی غلط ہے، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس دلائل موجود ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری (٨٥٩) میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رات بسر کرنے والا واقعہ موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے کے بعد صرف وضو کیا۔

وضو کا بیان

مسواک کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ »[نسائی، کتاب الطهارة، باب الترغيب في السواك : ٥۔صحيح]

''مسواک منہ کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ »[بخاری، كتاب الجمعة، باب السواك يوم الجمعة : ۸۸۷۔ مسلم : ۲۵۲]

''اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو میں انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔''

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی اکرم ﷺ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب السواك : ۲۵۳/٤٤]

⌘ روزے کی حالت میں بھی مسواک کی جا سکتی ہے، کیونکہ مندرجہ بالا دونوں احادیث روزے اور افطار دونوں حالتوں کے لیے عام ہیں اور کسی حدیث میں روزے کی حالت میں مسواک کرنے سے منع بھی نہیں کیا گیا ہے۔

⌘ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھتے تو مسواک کرتے تھے۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب السواك : ٢٤٥۔ مسلم : ٢٥٥]

⌘ مسواک زبان، اس کے اردگرد اور گلے تک کرنی چاہیے۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب السواك : ٢٤٤۔ مسلم : ٢٥٤]

⌘ مسواک کا لمبا یا چھوٹا ہونا، کوئی شرط نہیں۔

وضو کی اہمیت وفضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ))[مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء : ٢٢٣]

’’پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔‘‘

⌘ اور فرمایا:

((لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ))[مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة : ٢٢٤]

’’وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔‘‘

⌘ وضو وہی صحیح ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوگا، اس کے علاوہ صحیح نہیں ہوگا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوْءَ كَمَا أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوْبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ))[مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه : ٢٣١/١١]

’’جس نے اللہ کے حکم کے مطابق مکمل وضو کیا، تو اس کی فرض نمازیں کفارہ ہوں گی ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں کرے۔‘‘

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))[بخاری، كتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا : ١٥٩]

''جس نے میرے اس طریقے پر وضو کیا، پھر دو رکعات پڑھیں، اس طرح کہ ان میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی، تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

⌘ وضو کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ)) [مسلم، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء : ٢٤٥]

''جو شخص اچھے طریقے سے وضو کرے، اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ)) [بخاري، كتاب الوضوء، باب فضل الوضوء ...... الخ : ١٣٦۔ مسلم : ٢٤٦/٣٥]

''قیامت کے دن میری امت کو جب بلایا جائے گا تو (وہ اس حال میں آئیں گے کہ) ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں سفید (چمکتے) ہوں گے، وضو کے نشانات کی وجہ سے۔''

⌘ اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوْءُ)) [مسلم، كتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء : ٢٥٠]

''(جنت میں) مومنوں کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا، جہاں تک ان کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔''

وضو شروع کرنے سے پہلے:

⌘ وضو سے پہلے طہارت کی نیت کریں، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ...... الخ : ١۔ مسلم : ١٩٠٧]

"ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔"

وضو کی نیت زبان سے کرنا بدعت ہے، کیونکہ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

⌘ نیند سے جاگنے والا آدمی پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے انھیں دھوئے۔ حکم رسول ﷺ ہے:

« إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوئِهِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ » [بخاري، كتاب الوضوء، باب الاستجمار وترًا : ١٦٢ـ مسلم : ٢٧٨]

"جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے جاگے تو وہ پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے انھیں دھوئے، کیونکہ اسے علم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔"

⌘ اگر ہاتھ وغیرہ پر پینٹ لگا ہو، جس سے پانی جلد تک نہ پہنچے، تو اسے وضو سے پہلے اتارنا فرض ہے، کیونکہ اگر جلد تک پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا۔

⌘ اسی طرح نیل پالش بھی پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکتی ہے، اسے بھی وضو سے پہلے اتارنا فرض ہے۔

وضو کا مسنون طریقہ:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« تَوَضَّؤُوا بِسْمِ اللّٰهِ »[نسائي، كتاب الطهارة، باب التسمية عند الوضوء : ٧٨ـ صحيح۔ مسند أحمد : ١٦٥/٣، ح : ١٢٧٢٤]

"بسم اللہ پڑھ کر وضو کریں۔"

⌘ مزید فرمایا: "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھے بغیر وضو نہیں ہوگا۔" [أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب في التسمية على الوضوء : ١٠١ـ ترمذي : ٢٥ـ ابن ماجه : ٣٩٧ـ صحيح]

⌘ وضو کرتے ہوئے ہر عضو میں پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف دھوئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ »[بخاري،
كتاب اللباس، باب يبدأ بالنعل اليمنى : ٥٨٥٤ـ مسلم : ٢٦٨/٦٧]
''نبی اکرم ﷺ کو طہارت میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند تھا۔''

⌘ دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھوئیں۔[بخاري، كتاب الوضوء، باب غسل الرجلين إلى الكعبين : ١٨٦ـ مسلم : ٢٣٥]

⌘ ہاتھ اور پاؤں دھوتے وقت پوروں کو اچھی طرح مل کر دھونا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔'' اور انگلیوں کے پوروں کو دھونا ان میں سے ایک ہے۔[مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة : ٢٦١ـ أبو داؤد : ٥٣]

⌘ ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان خلال کریں۔[أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب في الاستنثار : ١٤٢ـ ترمذي : ٣٨ـ نسائي : ١١٤ـ صحيح]

⌘ ایک چلو میں پانی لیں، آدھے سے کلی کریں اور آدھا ناک میں ڈالیں۔[بخاري، كتاب الوضوء، باب غسل الرجلين إلى الكعبين : ١٨٦ـ مسلم : ٥٥٥]

⌘ منہ اور ناک کے لیے علیحدہ علیحدہ پانی لینا بھی جائز ہے۔[التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : ١٤١٠ـ حسن]

⌘ ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کریں یعنی اوپر تک پانی چڑھائیں۔ اگر روزہ ہو تو پھر مبالغہ نہ کرے۔[أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب في الاستنثار : ١٤٢ـ نسائي : ٨٧ـ ابن ماجه : ٤٠٧ـ صحيح]

⌘ نیند سے بیدار ہونے کے بعد جب وضو کیا جائے تو پانی چڑھا کر تین بار ناک جھاڑنا چاہیے، کیونکہ شیطان ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے اور اس کے علاوہ ایک یا دو بار بھی جائز ہے۔[بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ٣٢٩٥ـ مسلم : ٢٣٨]

⌘ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا وضو میں سنت جبکہ غسل میں فرض ہے، لہٰذا غسل میں مبالغہ کرنا چاہیے، وضو میں نہیں، یہ بات مندرجہ بالا حدیث کے خلاف

ہے۔اس میں مبالغہ کرنے کا حکم غسل اور وضو دونوں کے لیے عام ہے۔

⌘ ناک کو (بائیں) ہاتھ سے تین مرتبہ جھاڑیں (اور صاف کریں)۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلين إلى الكعبين : ١٨٦۔ مسلم : ٢٣٥]

⌘ پھر تین مرتبہ چہرہ دھوئیں۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب مسح الرأس كله : ١٨٥۔ مسلم : ٢٣٥]

⌘ ایک چلو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے داڑھی میں داخل کریں اور خلال کریں۔[أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب تخليل اللحية : ١٤٥۔ ترمذی : ٣١۔ ابن ماجه : ٤٣٢ و إسناده حسن لذاته، عبد الواحد بن قيس صدوق، حسن الحديث إذا روى عنه الأوزاعي]

⌘ پھر دایاں ہاتھ کہنی سمیت دھوئیں، پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت دھوئیں۔
[بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلين إلى الكعبين : ١٨٦۔ مسلم : ٢٣٥]

⌘ پھر سر کا مسح کریں، اس طرح کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے سر کے اگلے حصے پر رکھیں اور گدی تک لے جائیں، پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئیں جہاں سے شروع کیا تھا اور یہ ایک مرتبہ کریں۔[بخاری، کتاب الطهارة، باب مسح الرأس كله : ١٨٥، ١٨٦۔ مسلم : ٢٣٥]

⌘ سر کا مسح تین دفعہ کرنا بھی جائز ہے۔[أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ ١٠٧، ١١٠۔ صحيح]

⌘ صحیح مسلم (٢٣٦) میں سر کے مسح کے لیے الگ پانی لینے کا ذکر ہے اور ابو داؤد کی جس روایت میں بچے ہوئے پانی سے مسح کرنے کا ذکر ہے اسے شیخ زبیر علی زئی ﷾ نے ضعیف قرار دیا ہے۔[أبو داؤد : ١٣٠۔ طبع دارالسلام]

⌘ اپنی شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں ڈال کر (کانوں میں بنے ہوئے راستوں میں گھمائیں، جب آخر تک پہنچ جائیں تو) کانوں کی پشت پر انگوٹھوں کے ساتھ مسح کر لیں۔[نسائی، كتاب الطهارة، باب مسح الأذنين مع الرأس...... الخ :

١٠٢ ـ ابن ماجه : ٤٣٩ ـ ترمذی : ٣٦ ـ صحيح]

⌘ سر کے مسح کے لیے لیے گئے پانی سے کانوں کا مسح کرنا درست ہے، کیونکہ فرمانِ رسول ﷺ ہے: ''کان سر کا حصہ ہیں۔'' [سنن الدارقطنی : ١/٩٨، ح : ٣٢٧ـ السلسلة الصحيحة : ٣٦]

تاہم کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ جو پانی سر کے مسح کے لیے لیتے تھے، کانوں کے مسح کے لیے اس سے الگ لیتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی : ١/١٠٧، ح : ٣٠٨ـ إسناده صحيح ـ بعض علماء کے نزدیک یہ حدیث شاذ ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح ہے]

⌘ بعض لوگ مکمل سر کا مسح نہیں کرتے، آدھے یا چوتھائی سر کا مسح کرتے ہیں، یہ غلط ہے، کیونکہ قرآن میں مکمل سر کے مسح کا حکم ہے اور سنت سے بھی پورے سر کا مسح ثابت ہے۔

⌘ وضو میں گردن کا مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے متعلق روایات موضوع ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''گردن کے مسح کے بارے میں قطعاً کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔'' [زاد المعاد : ١/١٩٥]

⌘ پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئیں۔ [بخاری، كتاب الوضوء، باب غسل الرجلين إلى الكعبين : ١٨٦ ـ مسلم : ٢٣٥]

⌘ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کریں۔ [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب غسل الرجل : ١٤٨ ـ ترمذی : ٤٠ ـ صحيح]

⌘ وضو کے بعد شرم گاہ کی طرف چھینٹے مارنے چاہییں (اس سے پیشاب کے قطرے نکلنے کا وسوسہ ختم ہو جاتا ہے)۔ حکم بن سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَنَضَحَ فَرْجَهُ))[نسائی، كتاب الطهارة، باب النضح : ١٣٥ ـ ابن ماجه : ٤٦١ ـ صحيح ـ مصنف ابن أبي شيبة : ١/١٦٧]

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اپنی شرم گاہ پر چھینٹے مارے۔“

⌘ وضو کے بعد آسمان کی طرف انگلی اٹھانا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ ابوداؤد (۱۷۰) کی ایک روایت میں نظر آسمان کی طرف اٹھانے کا ذکر ہے، لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

وضو کے اذکار:

⌘ بعض لوگ وضو کے دوران میں ہر عضو دھوتے ہوئے دعا پڑھتے ہیں، یہ بدعت ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہر عضو کے لیے مخصوص اذکار کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں ہے۔“ [الأذكار، باب ما يقول على وضوءه : ۷۴/۱]

⌘ وضو کے دوران میں دعائیں پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

⌘ جو شخص اچھا وضو کرے اور پھر مندرجہ ذیل دعا پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو:

« اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ » [مسلم، كتاب الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء : ۲۳٤]

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

⌘ وضو کے بعد یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

« سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ » [السنن الكبرىٰ للنسائي : ۹۹۰۹ ـ صحيح الجامع : ٦٠٤٦]

”اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا

کوئی سچا معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔"

⌘ بعض لوگ وضو کے بعد سورۃ القدر کی تلاوت کرتے ہیں، اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔[أحادیث ضعیفه کا مجموعه : ۱٦۷]

وضو سے متعلقہ دیگر مسائل:

⌘ وضو کے تمام اعضا کو ایک ایک، دو دو اور تین تین مرتبہ دھونا جائز ہے۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء مرة مرة : ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹]

⌘ اعضائے وضو میں سے کسی عضو کو ایک بار، کسی کو دو بار اور کسی کو تین مرتبہ دھونا بھی جائز ہے۔ [مسلم، کتاب الطهارة، باب آخر فی صفة الوضوء : ۲۳۵]

⌘ تین سے زیادہ مرتبہ دھونا ہرگز جائز نہیں۔ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے وضو کے متعلق پوچھا، آپ ﷺ نے اسے وضو کر کے دکھایا، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین تین مرتبہ اعضا دھوئے، پھر فرمایا:

((هٰكَذَا الْوُضُوْءُ، فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدّٰى وَظَلَمَ))[نسائی، کتاب الطهارة، باب الاعتداء فی الوضوء : ۱٤۰ ـ ابن ماجه : ٤۲۲ ـ أبوداؤد : ۱۳۵ ـ صحیح]

"یہ وضو کا صحیح طریقہ ہے، پس جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے بہت برا کیا، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔"

⌘ ہر عضو کو مل کر دھونا چاہیے، تاکہ اچھی طرح صفائی ہو جائے، محض پانی بہا لینے سے صفائی نہیں ہو سکتی۔

⌘ تمام اعضا ترتیب سے دھونے چاہییں۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ترتیب سے وضو کرتے تھے، کبھی ترتیب کے خلاف وضو کرنا ثابت نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ابوجبیر الکندی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا، اس نے چہرہ دھونے سے ابتدا کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے چہرے سے وضو شروع نہ کرو، کیونکہ یہ طریقہ کافروں کا ہے۔"[ابن حبان : ۱۰۸۹ ـ إسناده حسن]

اعضائے وضو میں سے کوئی جگہ خشک رہ جائے:

⌘ اعضائے وضو میں سے کسی جگہ کا خشک رہ جانا باعث عذاب ہے۔رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کی ایڑھیاں خشک دیکھ کر فرمایا:

((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)) [بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الأعقاب : ١٦٥۔ مسلم : ٢٤٠]

''(خشک)ایڑھیوں کے لیے آگ سے عذاب ہوگا۔''

⌘ اگر اعضائے وضو میں سے ناخن کے برابر بھی جگہ خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا۔

⌘ جگہ خشک رہنے کا علم نماز میں یا اس کے بعد ہوا تو وضو اور نماز دونوں کو دہرانا پڑے گا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا، اس نے وضو کیا تو پاؤں پر ناخن کے برابر جگہ خشک رہ گئی، تو آپ ﷺ نے اسے وضو اور نماز لوٹانے کا حکم دیا۔'' [ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب من توضأ فترك موضعا لم يصبه الماء : ٦٦٦۔ أبوداؤد : ١٧٥۔ صحيح]

اس لیے ہاتھوں وغیرہ پر پینٹ، نیل پالش یا ایسی کوئی چیز لگی ہو کہ جو پانی کو جسم تک پہنچنے سے روکتی ہو تو پہلے اسے اتار دیں اور اگر ہاتھ میں انگوٹھی یا چوڑیاں پہنی ہوں تو انھیں اچھی طرح ہلائیں، تاکہ ان کے نیچے تک پانی پہنچ جائے۔

پگڑی اور پٹی پر مسح کا بیان:

⌘ سر پر پگڑی باندھی ہے تو اس پر مسح کر لیں، لیکن اس حالت میں مسح پیشانی سے شروع کریں، کیونکہ حدیث میں ہے: ''نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا، تو اپنی پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۔'' [مسلم، كتاب الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة : ٢٧٤/٨٣]

⌘ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''اگر زخم پر پٹی بندھی ہو تو دورانِ وضو میں پٹی پر مسح کر لیں اور اردگرد کو دھولیں۔'' [السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٢٨/١، ح : ١٠٧٩۔ صحيح]

موزوں اور جرابوں پر مسح کا بیان:

⌘ اگر موزے بحالت طہارت پہنے ہوں، تو ان پر مسح کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ نے بلاشبہ موزوں پر مسح کیا۔'' [بخاری، کتاب الوضوء، باب الرجل یوضیء صاحبہ : ۱۸۲۔ مسلم : ۲۷٤]

صاحب غایۃ المقصود نے لکھا ہے کہ جوربین کے بارے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ وہ کھال اور چمڑا کی ہیں، یا اس سے عام، یعنی اون اور روئی کی ہیں؟ صاحب قاموس نے اس کی وضاحت '' لفافۃ الرجل'' سے کی ہے، یہ تفسیر اپنے عموم کے پیش نظر پاؤں پر پہننے والے لفافہ پر دلالت کرتی ہے، خواہ وہ لفافہ کھال اور چمڑے کا ہو، یا اون اور روئی کا۔ علامہ طیبی اور قاضی شوکانی نے اسے چمڑے سے مقید کیا ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی کے کلام کا ماحصل بھی یہی ہے۔ امام ابوبکر ابن العربی اور علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ وہ اون کا ہے اور شمس الائمہ الحلوانی نے اسے پانچ انواع پر تقسیم کیا ہے۔

یہ اختلاف (واللہ اعلم) اس لیے ہوا ہے کہ یا تو اہل لغہ نے اس کی مختلف تفسیر کی ہے، یا مختلف علاقوں میں جراب کی ہیئت وصورت مختلف ہوتی تھی، بعض علاقوں میں چمڑے کی اور بعض میں اون کی اور بعض میں تمام انواع کی، ہر کسی نے اپنے اپنے علاقے میں پائی جانے والی جرابوں کی ہیئت کے لحاظ سے اس کی شرح کر دی ہے اور بعض نے تمام علاقوں میں پائی جانے والی جرابوں کی تفسیر کر دی، خواہ وہ جس بھی نوع سے تعلق رکھتی ہو۔ [غایۃ المقصود : ۲/۳٦، ۳۷]

پس ثابت ہوا کہ جورب پاؤں پر چڑھانے والے لباس کو کہتے ہیں، وہ خواہ چمڑے کا ہو، سوت کا ہو، یا اون کا، لہٰذا ان سب پر مسح ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسح صرف چمڑے کے موزوں پر جائز ہے اور اون، کاٹن وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔ یہ مسئلہ خود ساختہ اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ اب میں وہ احادیث تحریر کرتا ہوں جن میں واضح طور پر جرابوں کا ذکر ہے، تاکہ کسی کے پاس عذر باقی نہ رہے۔

- سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے انھیں پگڑیوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔“ [أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب المسح على العمامة : ١٤٦۔ صحيح]
- سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔“ [أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب المسح على الجوربين : ١٥٩۔ ترمذی : ٩٩۔ صحيح]
- سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔“ [ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب ما جاء في المسح على الجوربين والنعلين : ٥٦٠۔ صحيح]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جرابوں پر مسح کرنے کا ثبوت:

- امام ابوداؤد سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے بعد فرماتے ہیں: ”علی بن ابی طالب، ابن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم جرابوں پر مسح کرتے تھے اور اسی طرح کی روایات عمر بن خطاب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی ہیں۔“ [أبو داؤد تحت الحديث : ١٥٩]
- ان کے علاوہ ابومسعود الانصاری، عقبہ بن عمرو اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم (مصنف ابن ابی شیبہ) عبد اللہ بن عمرو اور ابو وائل رضی اللہ عنہما (المحلی : ۱/۱۱۲) سے بھی جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔

جرابوں پر مسح کرنے کا طریقہ:

- مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ پانی سے تر کر کے پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح کر لیں۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ موزوں کے اوپر ظاہر والے حصہ پر مسح کرتے تھے۔“ [أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب كيف المسح : ١٦١۔ ترمذی : ٩٨۔ صحيح]

جرابوں اور جوتوں پر مسح کرنا:

⌘ جرابوں اور جوتوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب المسح على الجوربين : ۱۵۹۔ ترمذی : ۹۹۔ ابن ماجه : ۵۵۹، ۵۶۰، عن أبي موسى الأشعرى۔ صحيح]

⌘ اور ایک حدیث میں ہے: ''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب : ۱۶۰]

مسح کی مدت:

⌘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَ يَوْمًا وَ لَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ» [مسلم، كتاب الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين : ۲۷۶]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات مسح کی مدت مقرر کی۔''

یعنی اس کے بعد جرابیں وغیرہ اتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے۔

⌘ مسح کی مدت پہلے مسح سے شمار ہوگی۔ [الكافي لامام ابن قدامة رحمه الله : ۱/ ۸۰]

⌘ وضو کی حالت میں موزہ اتار دیا تو طہارت ختم نہیں ہوگی، جب تک وضو نہ ٹوٹے گا، یعنی وضو ٹوٹنے سے پہلے جرابیں دوبارہ پہن لیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

⌘ بغیر وضو کی حالت میں موزہ اتارا، یا وضو کی حالت میں اتارا تھا لیکن اسی حالت میں وضو ٹوٹ گیا اور موزے یا جرابیں دوبارہ پہن لیں تو ان پر مسح جائز نہیں۔

⌘ اگر موزے پہن کر سفر شروع کر دیا تو مسافر والی مدت تک مسح کریں اور اگر سفر میں مسح شروع کیا ہے اور گھر آ گئے ہیں تو مقیم کی مدت تک مسح کریں گے، یعنی اگر مسح کرتے

ہوئے مقیم کی مدت سے اوپر وقت ہو گیا ہے تو مسح نہ کریں۔

[الکافی لامام ابن قدامة : ۱/ ۸۰]

حالت جنابت میں مسح کا حکم:

⌘ غسل فرض ہو جائے تو مسح کی مدت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ » [ترمذی، کتاب الطهارة، باب مسح علی الخفین للمسافر والمقيم : ٩٦۔ نسائی : ١٢٧۔ ابن ماجه : ٤٧٨۔ حسن]

”رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم سفر میں تین دن رات تک پاخانہ، پیشاب اور نیند کی وجہ سے اپنے موزے نہ اتاریں، لیکن جنبی ہونے پر اتارنے ہوں گے۔“

وضو پر وضو کرنا:

⌘ ہر نماز کے لیے الگ وضو کرنا ضروری نہیں، بلکہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”اے اللہ کے رسول! آج آپ نے وہ کام کیا جو پہلے نہیں کرتے تھے۔“ تو آپ نے فرمایا: ”اے عمر! یہ میں نے جان بوجھ کر کیا ہے۔“ [مسلم، کتاب الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد : ٢٧٧]

⌘ اگر وضو باقی ہو تو دوبارہ وضو بھی کیا جا سکتا ہے، بلکہ افضل ہے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالَ يُجْزِئُ أَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ »

[بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غير حدث : ٢١٤]

"نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔" (راوی حدیث کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: "آپ کیسے کرتے ہیں؟" تو انھوں نے فرمایا: "ہمارے کسی شخص کے لیے ایک وضو اس وقت تک کے لیے کافی ہے جب تک وہ ٹوٹ نہ جائے۔"

فقہ حنفی (دیوبندیوں) کی معتبر کتاب "بہشتی زیور" میں لکھا ہے کہ اگر وضو باقی ہے تو دوبارہ وضو کرنا مکروہ ہے، لیکن یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔

پانی کے استعمال میں اسراف:

⌘ طہارت میں پانی بقدر ضرورت استعمال کرنا چاہیے، کیونکہ اسراف گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

[الأنعام : ۱٤۱]

⌘ اور رسول اللہ ﷺ ایک مد (ایک بک) پانی سے وضو کر لیا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء بالمد : ۲۰۱۔ مسلم : ۷۳۷]

وضو کے بعد ناجائز کام:

⌘ وضو کے بعد مسجد کی طرف جاتے ہوئے تشبیک، یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ » [أبو داود، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الهدی فی المشی إلی الصلاة : ٥٦٢۔ صحیح]

"جب کوئی شخص وضو کرے تو اچھا وضو کرے، پھر جب وہ مسجد کی طرف جائے تو ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ نماز میں ہوتا ہے۔"

وضو کے بعد دو رکعات کی فضیلت:

✽ وضو کے بعد دو رکعات ادا کرنا اجر عظیم کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
« مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ »[بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا : ١٥٩۔ مسلم : ٢٢٦]
''جس نے میرے اس طریقے پر وضو کیا، پھر دو رکعات پڑھیں، اس طرح کہ ان میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی، تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

وضو توڑنے والی چیزیں:

✽ نو چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

① پیشاب و پاخانہ سے۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب المسح علی الخفین : ٢٠٢]

② ہوا خارج ہونے سے۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب لا یتوضأ من الشك حتی یستیقن : ١٣٧]

③ مذی نکلنے سے اور اس سے پہلے استنجا بھی کرنا چاہیے۔[بخاری، کتاب الغسل، باب غسل المذی والوضوء منه : ٢٦٩]

④ استحاضہ سے (یعنی وہ خون جو حیض کے علاوہ کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے)۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الدم : ٢٢٨]

⑤ شرم گاہ کو (بغیر کپڑے کے) ہاتھ لگنے سے۔[ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذکر : ٤٧٩، ٤٨١۔صحیح۔ ابن حبان : ١١١٨]

بعض مرد و خواتین کپڑے تبدیل کرتے ہوئے خیال نہیں کرتے اور ان کا ہاتھ شرمگاہ کو لگ جاتا ہے اور بعد میں وہ وضو نہیں کرتے، اسی طرح بعض خواتین بچے یا بچی کو صاف کرتی ہیں لیکن وضو نہیں کرتیں، جبکہ ان کا ہاتھ بچے یا بچی کی شرمگاہ پر لگتا ہے، انھیں وضو کرنا چاہیے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ برہنہ ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن یہ کسی حدیث سے

ثابت نہیں۔

⑥ گہری نیند سے (جو لیٹنے یا ٹیک لگانے کی صورت میں ہو)۔[بخاري، كتاب الوضوء، باب الاستجمار : ١٦٢۔ أبو داوٗد : ٢٠٣]

⑦ پاگل یا (غم اور نشہ وغیرہ سے) بے ہوش ہونے سے، کیونکہ بے ہوشی نیند سے زیادہ بے حس کرتی ہے۔

⑧ مرتد (دین اسلام سے خارج) ہونے سے کیونکہ اس کے تمام اسلامی عمل ختم ہو جاتے ہیں۔ [الزمر : ٦٥]

جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ المتوفی (١٦١ھ) فرماتے ہیں: ''جب کوئی شخص دین اسلام سے پھر جائے تو اس کا کفر پہلی تمام اسلامی عبادات کو ختم کر دیتا ہے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٤٣١/٣، ح : ١٥٨٣٨ و إسناده صحيح]

⑨ جن چیزوں سے غسل ٹوٹ جاتا ہے (یعنی جماع، احتلام، حیض اور نفاس) ان سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

⌘ اونٹ کا گوشت کھانے سے رسول اللہ ﷺ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا وضو کرنا ضروری ہے۔[مسلم، كتاب الحيض، باب الوضوء من لحوم الإبل : ٣٦٠]

⌘ مندرجہ ذیل صورتوں میں وضو کر لیا جائے تو بہتر ہے، ضروری نہیں۔

① اونٹ کے علاوہ کسی کا گوشت کھانے سے۔[مسلم، كتاب الحيض، باب الوضوء من لحوم الإبل : ٣٦٠۔ السلسلة الصحيحة : ٢٣٢٢]

② قے آنے سے۔[ترمذي، كتاب الطهارة، باب ما جاء في الوضوء من القيء والرعاف : ٨٧۔ صحيح]

③ کسی میت کو اٹھانے سے۔[أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب في الغسل من غسل الميت : ٣١٦١۔ ترمذي : ٩٩٣۔ صحيح]

⌘ مندرجہ ذیل صورتوں میں محض کلی کر لی جائے۔

① کھانا کھانے سے۔[بخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من غير حدث : ٢١٥]

④ دودھ (اور چکنائی والی چیز) پینے سے۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب هل يمضمض من اللبن ؟ : ۲۱۱]

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

① نکسیر پھوٹنے سے۔

② قے آنے سے، کیونکہ جس روایت میں قے یا نکسیر سے وضو ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے۔ [بلوغ المرام، باب نواقض الوضوء : ٦٨]

③ معمولی نیند جس سے حواس بالکل ختم نہیں ہوتے، مثلاً کھڑے یا بیٹھے نیند آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [بخاری، کتاب مواقيت الصلاة، باب فضل العشاء : ٥٦٦، ٥٧١]

④ نماز میں محض شک پڑنے سے۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن : ١٣٧۔ مسلم : ٣٦١، ٣٦٢]

⑤ شرمگاہ کے علاوہ باقی جسم کے کسی حصہ سے خون اور پیپ وغیرہ بہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [أبوداؤد، کتاب الطهارة، باب الوضوء من الدم : ١٩٨۔ اس روایت کو امام ابن خزیمہ، ابن حبان، امام حاکم اور علامہ ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے ابن خزیمہ : ١/ ٢٤، ٢٥، ح : ٣٦۔ ابن حبان : ١٠٩٦۔ مستدرك حاكم : ١/ ١٥٦، ١٥٧، ح : ٥٥٧]

دیو بندیوں کی کتاب ''فضائل اعمال (ص ٦٧)'' میں لکھا ہے کہ جسم کے کسی بھی حصہ سے خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اس مسئلہ سے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں ہے، بلکہ یہ مندرجہ بالا صحیح روایت کے بھی خلاف ہے۔

دوران نماز میں وضو ٹوٹنے کا مسئلہ:

✽ دوران نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے نئے سرے سے نماز پڑھنی چاہیے۔ [مسلم : ٢٢٤، ٢٢٥] کیونکہ وضو نماز کے لیے شرط ہے، جب شرط ختم ہو گئی تو مشروط بھی باطل ہو گیا۔

غسل کے مسائل

غسلِ جنابت کا مسنون طریقہ:

⌘ ہر عمل کی طرح غسل بھی وہی صحیح ہوگا جو مسنون ہوگا، ورنہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴾

[محمد : ۳۳]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور (ان کی اطاعت سے منہ موڑ کر) اپنے اعمال برباد نہ کرو۔''

⌘ ہر کام کا دارو مدار نیت پر ہے، لہٰذا غسل کرتے ہوئے طہارت کی نیت کریں۔

⌘ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھو کر بائیں ہاتھ سے گندگی وغیرہ صاف کریں اور استنجا کریں۔

⌘ مٹی (یا صابن وغیرہ) سے ہاتھ پاک کریں۔

⌘ پھر وضو کریں، لیکن سر کا مسح نہ کریں اور پاؤں نہ دھوئیں۔ (وضو کا تفصیلی طریقہ وضو کے باب میں پڑھ لیں)۔

⌘ پھر اپنی انگلیوں کو تر کر کے سر کے بالوں کا خلال کریں اور بعد میں تین چلو بھر کر پانی ڈالیں (اور بالوں میں انگلیاں ڈال کر اچھی طرح ملیں، تاکہ بالوں کے نیچے جلد تر ہو جائے)۔

⌘ تین چلو اس طرح ڈالیں کہ پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف اور پھر درمیان میں۔

⌘ پھر سارا بدن دھولیں۔

⌘ غسل والی جگہ سے ایک طرف ہو کر پاؤں دھولیں۔ [بخاری، کتاب الغسل، باب

من توضأ في الجنابة ثم غسل......الخ : ٢٧٤، ٢٤٨، ٢٧٢۔ مسلم : ٣١٦]

- اگر عورت نے غسل جنابت کے وقت سر کے بالوں کی مینڈھیاں کی ہوئی ہیں تو انھیں کھولنا ضروری نہیں، بلکہ تین چلو پانی بہا دینا ہی کافی ہے۔ [مسلم، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة : ٣٣٠]
- غسل حیض کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ مسلم کی مذکورہ بالا اسی حدیث میں ایک دوسری سند سے یہ الفاظ بھی ہیں: «فَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ ؟ فَقَالَ لَا » "کیا میں بالوں کی مینڈھیاں غسل حیض اور غسل جنابت کے وقت کھولا کروں؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں (کوئی ضرورت نہیں)۔" اور بخاری (٣١٦) اور سلسلہ صحیحہ (١٨٨) وغیرہ کی جس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سر کے بال کھولنے کا حکم دیا تھا، وہ غسل حیض نہیں تھا، بلکہ غسل احرام تھا، کیونکہ اس وقت تک تو عائشہ رضی اللہ عنہا پاک نہیں ہوئی تھیں۔

غسل میں صابن کا استعمال:

- صابن اور شیمپو وغیرہ غسل جنابت کے لیے ضروری نہیں، ہاں اگر کوئی صابن یا شیمپو استعمال کرے تو جائز ہے۔

برہنہ ہو کر غسل کرنا:

- غسل پردے میں کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے پردہ کیا جبکہ وہ غسل کر رہے تھے۔" [بخاری، کتاب الغسل، باب التستر في الغسل عند الناس : ٢٨١۔ مسلم : ٣٣٧]
- تنہائی میں ننگے ہو کر غسل کرنا جائز ہے، لیکن تنہائی میں بھی پردہ کیا جائے تو افضل ہے۔ [بخاری، کتاب الغسل، باب من اغتسل عريانا وحده في الخلوة : ٢٧٨۔ أبو داوٗد : ٤٠١٢۔ صحیح]

میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا:

⌘ خاوند اور بیوی اکٹھے غسل کر سکتے ہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں اور نبی ﷺ اکٹھے ایک برتن سے اس طرح غسل کرتے کہ ہمارے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے تھے۔'' [بخاری، کتاب الغسل، باب هل يدخل يدي في......الخ : ٢٦١۔ مسلم : ٣٢١/٤٥]

غسل کے بعد دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں:

⌘ غسل والے وضو سے نماز پڑھی جا سکتی ہے، الگ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔'' [نسائی، كتاب الطهارة، باب ترك الوضوء من بعد الغسل : ٢٥٣۔ ترمذی : ١٠٧۔ صحيح]

لیکن دوران غسل میں اگر کسی وجہ سے وضو ٹوٹ گیا، مثلاً شرم گاہ کو ہاتھ لگنے سے، تو نماز کے لیے نیا وضو کرنا پڑے گا۔

غسل میں جرابوں پر مسح جائز نہیں:

⌘ غسل فرض ہو جائے تو مسح بھی ختم ہو جاتا ہے، یعنی غسل میں پاؤں پر مسح جائز نہیں۔ سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم سفر میں تین دن رات تک پاخانہ، پیشاب اور نیند کی وجہ سے اپنے موزے نہ اتاریں، لیکن جنبی ہونے پر اتارنے ہوں گے۔'' [ترمذی، كتاب الطهارة، باب مسح على الخفين للمسافر والمقيم : ٩٦۔ نسائی : ١٢٧۔ ابن ماجه : ٤٧٨۔ حسن]

غسل میں کتنا پانی استعمال کرنا چاہیے:

⌘ طہارت میں پانی بقدر ضرورت استعمال کرنا چاہیے، ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا گناہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤١]

"اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

- رسول اللہ ﷺ ایک صاع (تقریباً دو کلو) سے پانچ مدوں (تقریباً تین کلو) تک پانی سے غسل کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء بالمد: ۲۰۱۔ مسلم: ۵۱/۳۲۵]

غسل کب فرض ہوتا ہے؟

- غسل پانچ صورتوں میں فرض ہوتا ہے: ① جماع۔ ② احتلام۔ ③ حیض و نفاس۔ ④ قبول اسلام۔ ⑤ موت۔

① جماع سے غسل:

- جماع سے غسل فرض ہو جائے گا، اگرچہ انزال نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ، وَ إِنْ لَمْ يُنْزِلْ» [بخاری، کتاب الغسل، باب إذا التقی الختانان: ۲۹۱۔ مسلم: ۳۴۸]

"جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان (جماع کے لیے) بیٹھے اور کوشش کرے تو ان پر غسل واجب ہو جاتا ہے، اگرچہ انزال نہ ہو۔"

جنابت میں ممنوع کام:

- حالت جنابت میں نماز اور طواف بیت اللہ ممنوع ہے، کیونکہ ان کے لیے طہارت شرط ہے۔
- بلا وجہ عبادات کو مؤخر کرنا گناہ ہے، لہٰذا جلدی غسل کر کے یہ فرائض ادا کر لینے چاہییں۔

دوبارہ جماع کے لیے غسل اور وضو:

- دوبارہ جماع کے لیے غسل کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ ایک رات اپنی تمام عورتوں کے پاس گئے اور ہر ایک کے پاس غسل کیا، آپ سے پوچھا گیا: "اے اللہ کے رسول! کیا ایک ہی غسل کافی نہیں؟" تو آپ ﷺ

نے فرمایا: ''یہ طریقہ زیادہ پاک، زیادہ اچھا اور زیادہ طہارت والا ہے۔'' [ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب فيمن يغتسل عند كل واحدة غسلا : ٥٩٠۔ أبو داؤد : ٢١٩۔ حسن]

⌘ دوبارہ جماع کرنا ہو تو وضو کر لینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ، فَلْيَتَوَضَّأْ » [مسلم، كتاب الحيض، باب جواز النوم الجنب...... الخ : ٣٠٨]

''جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے، پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اسے وضو کر لینا چاہیے۔''

② احتلام سے غسل:

⌘ احتلام یہ ہے کہ سوتے یا جاگتے میں شہوت سے جوش کے ساتھ منی خارج ہو۔

⌘ احتلام مردوں کو عام طور پر اور عورتوں کو کبھی کبھار ہوتا ہے۔

⌘ کپڑے پر احتلام کے نشان ہوں تو غسل کرنا چاہیے، اگرچہ احتلام یاد نہ ہو۔

⌘ نیند میں احتلام محسوس ہوا، لیکن کپڑے پر منی کے نشانات نہیں تو غسل فرض نہیں ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا، قَالَ يَغْتَسِلُ، وَعَنِ الرَّجُلِ يُرَى أَنْ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ »[أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب الرجل يجد البلة فى منامه : ٢٣٦۔ ترمذی : ١١٣۔ ابن ماجه : ٦١٢۔ حسن]

''نبی اکرم ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو کپڑوں پر تری دیکھے جبکہ اسے احتلام یاد نہ ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے غسل کرنا چاہیے۔'' پھر اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جسے نیند میں احتلام محسوس ہو لیکن کپڑوں پر تری نہ دیکھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر غسل نہیں۔''

⌘ اس کے احکام بھی ''جماع سے غسل'' والے ہیں۔

⌘ منی لگے کپڑے کو صاف کرنے کا طریقہ ''لباس کی طہارت کے مسائل'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مذی اور ودی کا مسئلہ:

مذی: وہ لیس دار پانی جو شہوت کے وقت عضو مخصوص سے نکلتا ہے۔

ودی: وہ گاڑا سفید پانی جو پیشاب سے پہلے یا بعد میں خارج ہوتا ہے، یہ بیماری ہے، ہمارے ہاں اسے قطرے نکلنے کا نام دیا جاتا ہے۔

⌘ ''مذی'' اور ''ودی'' نکلنے سے استنجا اور وضو کرنا چاہیے، ان سے غسل فرض نہیں ہوگا۔

[بخاری، کتاب الغسل، باب غسل المذی والوضوء منه : ٢٦٩ ـ مسلم : ٣٠٣]

⌘ لیکوریا (عورتوں کے مرض) کا بھی یہی حکم ہے۔

③ حیض و نفاس کا بیان:

⌘ حیض وہ سیاہی مائل خون ہے جو بالغ عورتوں کو ہر ماہ آتا ہے، عام طور پر اس کی مدت تین سے سات دن تک ہوتی ہے اور نفاس وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش پر جاری ہوتا ہے، عموماً اس کی مدت چالیس دن ہے، لیکن بعض اوقات پہلے بھی ختم ہو جاتا ہے۔

[أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب ما جاء في وقت النفساء :٣١٢ـ إرواء الغليل : ٢٠١ـ صحيح]

⌘ حیض اور نفاس سے غسل فرض ہو جاتا ہے، غسل خون بند ہونے پر کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَ إِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي »

[بخاری، کتاب الحيض، باب إقبال المحيض و إدباره : ٣٢٠ـ مسلم : ٣٣٤/٦٥]

''جب حیض شروع ہو جائے تو نماز چھوڑ دے اور جب چلا جائے تو غسل کر اور نماز پڑھ۔''

○ خونِ کی بو دور کرنے کے لیے خوشبو استعمال کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خُذِیْ فِرْصَۃً مُّمَسَّکَۃً وَ تَوَضَّئِیْ ثَلَاثًا))[بخاری، کتاب الحیض، باب غسل المحیض : ۳۱۵۔ مسلم : ۷۴۹]

''خوشبو کا پھایا لے اور اس سے تین مرتبہ طہارت حاصل کر۔''

حیض و نفاس میں ممنوع کام:

⌘ حیض اور نفاس والی عورت مندرجہ ذیل چار کام نہیں کرے گی:

① نماز۔ ② روزہ۔ ③ جماع۔ ④ بیت اللہ کا طواف۔

⌘ حیض و نفاس والی عورت باقی تمام کام کر سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجُسُ)) [بخاری، کتاب الغسل، باب عرق الجنب و أن المسلم لا ینجس : ۲۸۳۔ مسلم : ۳۷۱]

''بلاشبہ مومن (کسی حالت میں بھی) ناپاک نہیں ہوتا۔''

⌘ نماز، روزہ اور طواف کے دوران میں حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو وہ عبادت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

⌘ فرض روزہ اور فرض طواف کی قضا دی جائے گی، جبکہ نماز کی قضا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((أَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ حَتّٰی تَطْھُرِیْ)) [بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسک کلھا إلا الطواف بالبیت : ۳۰۵]

''تو طواف نہ کر، حتیٰ کہ پاک ہو جائے۔''

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((کَانَ یُصِیْبُنَا ذٰلِکَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاۃِ))

[مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاۃ : ۶۹/۳۳۵]

''ہمیں حیض آتا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، لیکن نماز کی قضا کا حکم

نہیں دیا جاتا تھا۔"

- حیض و نفاس شروع ہونے سے پہلے جو نماز فرض ہو چکی تھی یعنی جس نماز کا وقت ہو چکا تھا، لیکن اس نے سستی کی بنا پر ابھی تک اسے ادا نہیں کیا تھا تو اس نماز کی قضا حیض و نفاس کے بعد دینا ہوگی، کیونکہ وہ نماز اس پر فرض ہو چکی تھی۔
- حیض یا نفاس کا خون وقت سے پہلے ختم ہو جائے تو تمام پابندیاں ختم ہو جائیں گی اور نماز و روزہ فرض ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ ،وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ »

[بخاری، کتاب الحیض، باب إقبال المحیض و إدباره: ۳۲۰۔ مسلم : ۳۳٤/٦٥]

"جب حیض شروع ہو جائے تو نماز چھوڑ دے اور جب چلا جائے تو غسل کر اور نماز پڑھ۔"

کیا حائضہ قرآن پڑھ سکتی ہے؟:

- حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں تلاوت قرآن کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ان حالات میں حرمت تلاوت قرآن کے متعلق کوئی صحیح و واضح حدیث نہیں ہے، جب حرمت کی کوئی واضح و صحیح دلیل نہیں تو ان حالات میں تلاوت سے منع کرنا جائز نہیں۔
- اسی طرح حیض و نفاس کی حالت میں قرآن مجید کو چھونے سے منع کرنا بھی کسی واضح و صریح حدیث سے ثابت نہیں ہے، لیکن اگر کسی صاف کپڑے وغیرہ سے قرآن کو چھوا جائے اور اسی کے ذریعے سے ورق گردانی کی جائے تو بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسجد سے مصلی پکڑانے کا حکم دیا، انھوں نے حیض کا عذر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ » [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها...... الخ : ۲۹۸]

"حیض [illegible]"

تو معلوم ہوا کہ حیض کا اثر ہاتھوں میں نہیں ہوتا، ان سے کوئی بھی چیز پکڑی جا سکتی ہے۔

ایام حیض کے علاوہ پانی کی حیثیت:

⌘ مخصوص دنوں کے علاوہ پانی نکلنے کے احکام حیض و نفاس والے نہیں ہیں۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا))[بخاری، کتاب الحیض، باب الصفرة والكدرة في غير أيام الحيض : ٣٢٦]

''ہم مٹیالے اور زرد رنگ کے پانی کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔''

استحاضہ کا مسئلہ:

⌘ اس کی تفصیل ''مریض اور معذور کی طہارت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

④ قبولِ اسلام کا غسل:

⌘ جب کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہے تو کلمہ پڑھانے سے پہلے اسے غسل کرایا جائے گا۔ سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں قبول اسلام کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کرنے کا حکم دیا۔''

[أبو داود، کتاب الطهارة، باب الرجل يسلم فيؤمر بالغسل : ٣٥٥۔ صحيح]

⑤ میت کا غسل:

⌘ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اسے غسل دینا فرض ہے۔ (اس کی تفصیل جنازے کے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

غسل کے مزید مسائل:

⌘ غسل جنابت جتنی جلدی ہو سکے کرنا چاہیے، کیونکہ یہ عبادت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت پر جب غسل فرض ہو تو اسی وقت غسل کرنا لازمی ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتی ہیں:

((رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ ، وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ))[مسلم، کتاب الحیض، باب

جواز نوم الجنب...... الخ : ۳۰۷]
''رسول اللہ ﷺ کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سو جاتے۔''

⌘ عام لوگ جنبی آدمی کو بالکل ناپاک سمجھتے ہیں اور عورت کو تو حیض ونفاس کے دوران میں ایک الگ کمرے میں گھر کے گندے بستر پر ڈال دیا جاتا ہے، اس کے برتن مخصوص کر دیے جاتے ہیں، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور ملنا جلنا ممنوع قرار پاتا ہے، لیکن اسلام میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔

⌘ جنبی آدمی کوئی کام کرنا چاہے اور غسل کا وقت نہ ہو تو بہتر ہے کہ وضو کر لے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سو جاتے۔'' [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب ...... الخ : ۳۰۷]

⌘ اس کے پاس وضو کے لیے بھی وقت یا پانی نہیں تو وضو کے بغیر بھی کام کر سکتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے مومن کو ہر حال میں پاک قرار دیا ہے۔

اگر جنابت کا علم نماز کے بعد ہو:

⌘ امام نے حالت جنابت میں جماعت کرا دی اور اسے بعد میں علم ہوا تو وہ غسل کر کے تنہا اپنی نماز لوٹائے گا۔ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی، پھر جرف میں اپنی زمین کی طرف گئے، تو انھوں نے اپنے کپڑوں میں احتلام کے نشانات دیکھے، فرمانے لگے: ''جب سے ہم چربی استعمال کرنے لگے ہیں تب سے رگیں بہنے لگی ہیں۔'' پھر غسل کیا اور اپنے کپڑوں سے منی کو دھویا اور نماز دہرائی (لیکن واپس آ کر مقتدیوں کو نماز دہرانے کا نہیں کہا)۔'' [الموطأ، کتاب الطهارة، باب إعادة الجنب الصلاة : ۱۱۳۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ۱۷۰/۱، ح : ۵۰۱]

اگر زیادہ غسل جمع ہو جائیں:

⌘ اگر کئی غسل اکٹھے ہو جائیں تو سب کے لیے ایک غسل کافی ہے، کیونکہ مقصد تو طہارت

حاصل کرنا ہے اور وہ حاصل ہو گئی۔

غسلِ مستحب:

⌘ مندرجہ ذیل صورتوں میں غسل کرنا مستحب یعنی افضل ہے:

① جمعہ کا غسل:

اس کی تفصیل جمعہ کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

② میت کو غسل دینے سے غسل:

اس کی تفصیل جنازے کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

③ عیدین کا غسل:

اس کی تفصیل عیدین کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

④ احرام کا غسل:

⌘ احرام باندھتے وقت غسل کرنا مسنون ہے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِإِهْلَالِهِ وَاغْتَسَلَ))[ترمذی، كتاب الحج، باب ما جاء في الاغتسال عند الإحرام : ۸۳۰۔ صحيح]

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے احرام باندھنے سے پہلے غسل کیا۔''

⑤ مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل:

مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مسنون ہے۔ نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں رات بسر کرتے، حتیٰ کہ صبح نماز پڑھتے اور غسل کرتے، پھر مکہ میں دن کے وقت داخل ہوتے اور فرماتے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، كتاب الحج، باب استحباب المبيت بذي طوى ...... الخ : ۱۲۵۹]

تیمّم کا بیان

پانی کی عدمِ دستیابی یا استعمال نہ کر سکنے کی صورت میں شریعت اسلامیہ نے مٹی کو پانی کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ لہٰذا پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو تیمّم کیا جا سکتا ہے، پانی کا ملنا مشکل ہو تو بھی تیمّم کیا جا سکتا ہے اور پاک مٹی سے اسی طرح طہارت حاصل کی جا سکتی ہے جس طرح پانی سے طہارت حاصل کی جاتی ہے اور اسے تیمّم کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ﴾

[المائدة : ٦]

''اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے لوٹے، یا بیوی سے مباشرت کرے اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کر لو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔''

اس آیت میں چند احکام بیان ہوئے ہیں: ① تیمّم غسل کی ضرورت بھی پوری کرتا ہے اور وضو کی بھی۔ ② پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو تیمّم کیا جا سکتا ہے۔ ③ پانی کا ملنا مشکل ہو تو تیمّم کیا جا سکتا ہے۔ ④ پاک مٹی سے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔ ⑤ تیمّم کرنے کا طریقہ۔

پانی نہ ملنے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً آدمی جس جگہ ہے وہاں پانی موجود نہیں۔ پانی وضو سے کم ہے، یا پانی محض پینے کے لیے ہے، اس سے وضو کریں تو پینے کے لیے نہیں بچے گا۔ تو ایسی صورت میں پاک مٹی سے تیمّم کیا جائے گا۔

پاک مٹی کی صورتیں:

⌘ سطح زمین کی جتنی شکلیں ہیں، سوائے خالص پتھر کے، وہ مٹی ہی کی قسم شمار ہوتی ہیں۔ مٹی کی تمام صورتوں سے تیمّم کیا جا سکتا ہے، مثلاً مٹی، ریت، گرد وغبار، کچی دیوار اور کسی چیز سے مٹی خلط ملط ہو۔

تیمّم کا مسنون طریقہ:

⌘ ہر کام کا مدار نیت پر ہے، لہٰذا تیمم کرتے ہوئے طہارت کی نیت کریں۔

⌘ وضو کی طرح یہاں بھی پہلے " بِسْمِ اللّٰهِ " پڑھیں۔

⌘ پاک مٹی پر ہاتھ ماریں۔

⌘ پھر دونوں ہاتھوں پر پھونک ماریں۔

⌘ دونوں ہاتھوں سے پہلے منہ کا، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا اور بائیں سے دائیں ہاتھ کا مسح کر لیں۔[بخاری، کتاب التیمم، باب المتیمم هل ینفخ فیهما ؟ : ۳۳۸۔ مسلم : ۳٦۸]

⌘ یا پہلے دونوں ہاتھوں کا مسح کریں، یعنی دائیں سے بائیں کا اور بائیں سے دائیں کا اور پھر چہرے کا مسح کریں۔[بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم ضربة : ۳٤۷۔ مسلم : ۳٦۸]

کیا ہر نماز کے لیے الگ تیمّم کرنا چاہیے؟:

⌘ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک تیمّم سے صرف ایک نماز پڑھی جا سکتی ہے، دوسری نماز کے لیے دوبارہ تیمّم کرنا چاہیے، یہ بات بلا دلیل ہے۔ جب یہ بات طے ہے کہ مٹی پانی کے قائم مقام ہے تو اس کے احکام بھی وہی ہوں گے۔ لہٰذا جب تک تیمّم نہ ٹوٹے نیا تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں۔

تیمّم کے مزید مسائل:

⌘ مٹی سے تیمّم پانی کا قائم مقام ہے، لہٰذا اس کے احکام بھی پانی سے حاصل کی گئی طہارت

جیسے ہیں۔ مثلاً اگر کئی غسل اکٹھے ہو جائیں تو سب کے لیے ایک ہی تیمّم کافی ہے۔ غسل اور وضو کے لیے ایک ہی تیمّم کافی ہے۔ اگر غسل کی جگہ تیمّم کیا پھر وضو ٹوٹ گیا تو اس کا غسل باقی رہے گا۔ (یعنی اگر صرف وضو کے لیے پانی مل گیا تو وضو کر لیا جائے اور غسل لازم نہیں)۔ [الكافي لابن قدامة، فصل : ١٥٠]

⌘ میت کو تیمّم کرانے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

⌘ تیمّم کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، جب تک مذکورہ صورتحال رہے تیمّم کرتے رہنا جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ اِلٰى عَشْرِ سِنِيْنَ)) [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب الجنب يتيمم : ٣٣٢ ـ ترمذي : ١٢٤ ـ صحيح]

"پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے، اگرچہ دس سال تک (پانی نہ مل سکے)۔"

⌘ تیمّم کر کے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی ملا تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر کوئی دہرا لے تو اسے دگنا اجر ملے گا، جیسا کہ دو صحابی سفر میں تھے، ایک جگہ پانی نہ ملنے پر دونوں نے تیمّم کر کے نماز ادا کر لی، پھر نماز کے وقت ہی میں پانی مل گیا، ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی، جبکہ دوسرے نے نہ دہرائی۔ واپسی پر انھوں نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کیا، تو آپ ﷺ نے دوبارہ نماز نہ پڑھنے والے سے فرمایا: "تو نے سنت پر عمل کیا، تیری پہلی نماز تجھے کافی ہے۔" اور دوبارہ پڑھنے والے سے فرمایا: "تجھے دگنا اجر ملے گا۔" [أبوداوٗد، كتاب الطهارة، باب المتيمم يجد الماء ...... الخ : ٣٣٨ ـ صحيح]

جن چیزوں سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے:

⌘ جن چیزوں سے غسل یا وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

⌘ پانی ملنے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ »[أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب الجنب يتيمم : ٣٣٢۔ ترمذی : ١٢٤۔ صحيح]

''جب تجھے پانی مل جائے تو اسے استعمال کر، کیونکہ اسی میں خیر و بھلائی ہے۔''

لہٰذا اگر حالت نماز میں پانی ملنے کی اطلاع مل گئی اور وہ پانی استعمال کرنے پر قادر ہے تو اسے نماز توڑ کر وضو کر کے نماز ادا کرنی چاہیے۔

مریض اور معذور کی طہارت

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ﴾ [التغابن : ١٦]

''جس قدر تم میں طاقت ہو اسی قدر اللہ سے ڈرو، اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت کرو۔''

⌘ اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرۃ : ٢٨٦]

''اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی استطاعت سے بڑا حکم نہیں دیتا۔''

زخمی شخص کی طہارت:

⌘ کسی جگہ زخم ہے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''وہ (غسل اور وضو میں) اس کے اردگرد جگہ کو دھولے اور زخم پر مسح کر لے۔'' [السنن الکبریٰ للبیھقی : ۱/۲۲۸، ح : ۱۰۷۹، صحیح]

⌘ اگر پورا جسم زخمی ہے تو تیمم کر لے۔

⌘ زخم یا پٹی و پلستر پر مسح کرنے کی کوئی مدت نہیں، جب تک زخم یا پٹی و پلستر برقرار ہے اس پر مسح ہو سکتا ہے۔

مریض کی طہارت:

⌘ مریض کے لیے ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے جب اس کے لیے پانی کا استعمال

نقصان دہ ہے، مثلاً آدمی بیمار ہے اور پانی استعمال کرنے سے اس کی بیماری بڑھنے کا خطرہ ہے، یا شدید سردی میں ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے بیماری کا خطرہ ہے اور پانی گرم کرنے کا انتظام نہیں۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مجھے غزوہ ذات السلاسل میں ایک ٹھنڈی رات میں احتلام ہو گیا، مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ اگر میں نے (ٹھنڈے پانی سے) غسل کر لیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا، تو میں نے تیمّم کر کے ساتھیوں کو نماز فجر پڑھا دی، (میرے ساتھیوں نے) رسول اللہ ﷺ کو یہ سارا معاملہ بتایا...... تو آپ ﷺ نے کچھ نہیں کہا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم ؟ : ٣٣٤۔ صحيح]

استحاضہ کا مسئلہ:

⌘ استحاضہ خاکی یا زرد رنگ کا خون ہے جو عورتوں کو بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔

⌘ استحاضہ کی صورت میں عورت پاک ہوتی ہے، لہٰذا وہ پاک عورت کی طرح تمام کام کرے۔ [بخاری، کتاب الحیض، باب الاستحاضة : ٣٠٦۔ مسلم : ٣٣٣]

⌘ بعض عورتیں استحاضہ کو بھی حیض سمجھ کر نماز اور روزہ ترک کر دیتی ہیں، یہ شدید غلطی ہے۔

⌘ استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت خون صاف کرے اور وضو کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے استحاضہ والی عورت کو فرمایا:

((فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ)) [بخاری، کتاب الحیض، باب الاستحاضة : ٣٠٦۔ مسلم : ٣٣٣]

''خون صاف کر اور نماز پڑھ۔''

⌘ حالت استحاضہ میں غسل فرض نہیں، لیکن وہ صفائی کے لیے غسل کرنا چاہے تو اچھا ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی سہولت کے مطابق غسل کر لیا کرے، یعنی ہر نماز کے لیے غسل کر لے، یا دو نمازوں کے لیے ایک غسل کر لے، یا دن میں ایک دفعہ غسل کر لے، یا حیض سے دوسرے حیض کے دوران ایام استحاضہ میں کبھی کبھار غسل کر لیا کرے۔ [أبو داوٗد،

کتاب الطهارة، باب ما روى أن المستحاضة تغتسل لكل صلاة : ۲۹۱، ۲۸۷، ۲۹٤، ۳۰۱، ۳۰۳]

⌘ استحاضہ کا خون نکلے تو ہر نماز کے لیے وضو ضرور کرنا پڑے گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ)) [بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الدم : ۲۲۷]

''ہر نماز کے لیے وضو کرلیا کر۔''

⌘ مستحاضہ دو نمازوں کے لیے ایک غسل کرنا چاہے تو دو نمازیں جمع کرے، یعنی ظہر کو لیٹ کرے اور عصر کو مقدم کرے، اسی طرح مغرب کو لیٹ کرے اور عشاء کو مقدم کر کے جمع کر لے اور صبح الگ پڑھ لے۔ [أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب من قال تجمع بين الصلاتين ...... الخ : ۲۹٤۔ ترمذی : ۱۲۸۔ صحیح]

⌘ اگر کوئی عورت حیض اور استحاضہ کے خون میں فرق نہ کر سکے تو وہ دیکھے کہ اگر حیض عادت کے مطابق آتا ہے تو عادت کے مطابق آنے والے خون کو حیض اور بعد والے کو استحاضہ سمجھے اور اگر حیض عادت کے مطابق نہ آتا ہو تو اپنی کسی قریبی عورت (ماں، بہن وغیرہ) کی عادت کو دیکھے، اس کے مطابق آنے والے خون کو حیض اور باقی کو استحاضہ شمار کرے۔

مریض کی طہارت کب ٹوٹے گی؟:

جنھیں (استحاضہ کا) خون، لیکوریا (کا پانی)، پیشاب کے قطرے یا ہوا خارج ہونے کی بیماری ہو وہ ایک وضو سے ایک نماز مکمل پڑھ سکتے ہیں، نماز کے دوران میں خون، پانی اور ہوا وغیرہ نکلنے سے نہ طہارت ختم ہوگی اور نہ نماز ٹوٹے گی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مستحاضہ خاتون سے فرمایا: ''ہر نماز کے لیے وضو کرلیا کر۔'' [أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب ما روى أن المستحاضة ...... الخ : ۲۹۲]

ظاہری طہارت کا بیان

نماز کے لیے بدن، کپڑا اور جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، تفصیل حسب ذیل ہے۔

بدن کی طہارت:

⌘ چند چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے لگنے سے جسم ناپاک ہو جاتا ہے، یعنی انسان کا پیشاب و پاخانہ، منی، مذی، ودی، حیض، نفاس اور استحاضہ کا خون، لیکوریا کا پانی اور کتے کا لعاب وغیرہ۔

⌘ حلال جانوروں کا پیشاب یا گوبر لگنے سے بدن ناپاک نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے: ''قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ میں آ کر مسلمان ہوئے، ان کے پیٹ پھول گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیشاب ملا کر پینے کا حکم دیا۔''
[بخاری، کتاب الوضوء، باب أبوال الإبل والدواب والغنم و مرابضها : ٢٣٣]

⌘ شرم گاہ کے علاوہ جسم سے نکلنے والا خون ناپاک نہیں۔ رسول اللہ ﷺ جنگوں میں اسی حالت میں نمازیں ادا کرتے تھے۔

لباس کی طہارت:

⌘ مسلمان پر لباس کو پاک رکھنا فرض ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ٤، ٥]

''اپنے کپڑے پاک رکھ اور پلیدگی سے دور رہ۔''

⌘ نماز کے لیے پاک لباس شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّيْ فِيْهِ »[بخاری، کتاب الحیض، باب غسل دم المحیض : ٣٠٧۔ مسلم : ٢٩١]

''جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ اسے کھرچ دے اور پانی سے دھولے، پھر اس میں نماز پڑھے۔''

⌘ جوتا پاک ہو تو اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى فِيْ نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ أَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيْهِمَا »[أبوداوٗد، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعل : ٦٥٠۔ صحیح]

''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد کی طرف آئے تو اسے اپنا جوتا دیکھ لینا چاہیے، اگر اس میں گندگی یا تکلیف دہ چیز لگی ہو تو اسے زمین پر رگڑے اور پھر اس میں نماز پڑھ لے۔''

⌘ جن چیزوں کے لگنے سے بدن ناپاک ہو جاتا ہے، ان سے لباس بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

⌘ مردوں کے لیے ریشم کا لباس حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ وَأُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ »
[ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الحریر و الذهب للرجال : ١٧٢٠۔ نسائی : ٥١٤٧، ٥١٤٩۔ صحیح]

''ریشم کا لباس اور سونا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں پر حلال ہے۔''

لباس یا بدن پر نجاست کا علم اگر دوران نماز میں ہو تو؟:

⌘ اگر نجاست جوتی وغیرہ کو لگی ہے تو جوتی کو اتار دیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ جوتا پہن کر نماز پڑھا رہے تھے کہ نماز کے دوران میں جوتا اتار دیا، پھر وجہ بتاتے ہوئے فرمایا:

« إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِيْ فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّ فِيْهِمَا قَذَرًا »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل : ٦٥٠ـ صحيح]

''میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے جوتے میں گندگی لگی ہے۔''

⌘ اگر گندگی لباس کو لگی ہو تو نماز میں لباس اتارتے ہوئے اگر کندھے سے گھٹنے تک کا حصہ ننگا ہو گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ (تفصیل لباس کے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

⌘ اگر بدن کو ایسی نجاست لگی ہو جسے صرف اتارنے سے کپڑا اور بدن پاک نہیں ہو گا تو نماز توڑ کر اسے پاک کرے، کیونکہ بدن کا پاک ہونا نماز کی شرط ہے۔

بدن اور لباس کو پاک کرنے کا طریقہ:

⌘ مذی اگر جسم پر لگی ہو تو اسے دھویا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ » [بخاري، كتاب الغسل، باب غسل المذي والوضوء منه : ٢٦٩ـ مسلم : ٣٠٦]

''وضو کر اور شرم گاہ کو دھولے (یعنی استنجا کر لے)۔''

⌘ حلال جانوروں کے پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ نجس نہیں۔

⌘ ایسا شیر خوار بچہ جس کی غذا صرف ماں کا دودھ ہو، اس کا پیشاب لگ جائے تو اس جگہ پانی کے چھینٹے مار لینا کافی ہے۔

⌘ لیکن اگر شیر خوار بچی کا پیشاب جسم یا کپڑے کو لگ جائے تو اسے دھونا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ وَيُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ »[أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب : ٣٧٧ـ نسائي : ٣٠٥ـ ترمذي : ٧١ـ ابن ماجه : ٥٢٦ـ صحيح]

''بچی کا پیشاب دھویا جائے اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں، جب

تک وہ کھانا نہ کھانے لگیں۔"

⌘ بڑے (مرد یا عورت) کا پیشاب وغیرہ لگ جائے تو دھویا جائے گا۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد : ۲۲۰۔ مسلم : ۲۸٤]

⌘ حیض وغیرہ کا خون یا کوئی دوسری غلاظت لگی ہو تو اسے دھویا جائے گا۔ فرمان نبوی ہے:
"تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ اسے کھرچ لے اور پانی سے دھو لے، پھر اس میں نماز پڑھ لے۔" [بخاری، کتاب الحیض، باب غسل دم المحیض : ۳۰۷۔ مسلم : ۲۹۱]

⌘ منی کپڑے کو لگ جائے تو اگر منی تر ہے تو اسے پانی سے دھویا جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ فِيْ ذٰلِكَ الثَّوْبِ » [مسلم، کتاب الطهارة، باب حکم المنی : ۲۸۹]
"رسول اللہ ﷺ (اپنے کپڑے سے) منی دھوتے اور اسی کپڑے میں نماز پڑھانے کے لیے چلے جاتے تھے۔"

⌘ منی لگ کر خشک ہو گئی تو اسے کھرچ کر صاف کر دینے سے وہ پاک ہو جائے گا، اسے دھونا ضروری نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "بلاشبہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے خشک منی کو ناخن سے کھرچ کر اتار دیا کرتی تھی۔" [مسلم، کتاب الطهارة، باب حکم المنی : ۲۹۰]

⌘ مذی لگی ہو تو اس پر پانی کے چھینٹے مارنا کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
« يَكْفِيْكَ بِأَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ حَيْثُ تَرَى أَنَّهُ أَصَابَهُ » [أبو داود، کتاب الطهارة، باب فی المذی : ۲۱۰۔ ترمذی : ۱۱۵۔ صحیح]
"تجھے بس اتنا ہی کافی ہے کہ پانی کا ایک چلو لے کر کپڑے میں جہاں جہاں مذی لگی ہے اس پر چھینٹے مار دے۔"

⌘ زمین پر مصلٰی، صف یا قالین وغیرہ بچھا ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

⌘ جوتے میں غلاظت لگی ہو تو اسے زمین پر رگڑ کر صاف کر دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذَى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طُهُورٌ)) [أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب في الأذى يصيب النعل : ٣٨٥۔ صحيح]

''تم میں سے کسی کے جوتے کو نجاست لگ جائے تو اس کی طہارت مٹی (پر رگڑ کر) ہو گی۔''

⌘ دھونے کے بعد بدن یا کپڑا گیلا ہے اور دھونے کا نشان باقی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَ إِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِيْ ثَوْبِهِ))[بخاري، كتاب الوضوء، باب غسل المني وفركه ...... : ٢٢٩، ٢٣٠۔ مسلم : ٢٨٩]

''میں نبی اکرم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھوتی، پھر آپ نماز کے لیے چلے جاتے اور آپ کے کپڑے میں پانی کے نشان باقی ہوتے۔''

⌘ طہارت کا یہ طریقہ مرد اور عورت دونوں کے لیے یکساں ہے۔

فطری طہارت کے مسائل:

⌘ فطری طہارت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ، الْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ))[بخاري، كتاب اللباس، باب قص الشارب : ٥٨٨٩۔ مسلم : ٢٥٧]

''پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھیں کاٹنا۔''

⌘ چالیس دنوں میں ایک دفعہ یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''ہمارے لیے مونچھیں تراشنے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے بال اکھیڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے کا وقت مقرر کیا گیا کہ ہم انھیں چالیس دنوں سے زیادہ نہ چھوڑیں۔''
[مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة : ٢٥٨]

⌘ نومسلم کے بال کاٹے جائیں گے اور ختنہ کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نومسلم سے فرمایا:
« أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ » [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب الرجل يسلم فيؤمر بالغسل : ٣٥٦، ٣٥٥ـ حسن]
''اپنے دورِ کفر کے بال کاٹ اور ختنہ کرا۔''

جگہ کی طہارت کا بیان:

⌘ عام زمین ان اشیا کے لگنے سے ناپاک ہو جاتی ہے جن سے بدن اور کپڑا ناپاک ہوتا ہے۔ اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس جگہ پانی بہا دیا جائے، تاکہ نجاست کا اثر ختم ہو جائے، تو زمین پاک ہو جاتی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دیہاتی مسجد نبوی میں آ کر پیشاب کرنے لگا، لوگ اسے ڈانٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو (یعنی پیشاب کر لینے دو)۔'' پھر آپ نے اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دینے کا حکم دیا اور صحابہ سے فرمایا:
''تمھیں آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے، تنگی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔''
[بخاري، كتاب الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد : ٢٢٠ـ مسلم : ٢٨٤]

⌘ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی شخص لاعلمی کی وجہ سے غلط جگہ پیشاب کر رہا ہو تو اسے اسی وقت روکنا نہیں چاہیے، بلکہ اسے پیشاب کر لینے دینا چاہیے اور بعد میں احسن طریقہ سے سمجھا دینا چاہیے۔

جن مقامات پر نماز پڑھنا جائز نہیں:

⌘ مزار اور ہر وہ جگہ جہاں لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، یعنی ان کے نام کی نذریں مانتے، چڑھاوے چڑھاتے اور سجدے کرتے ہیں، وہاں اللہ کی عبادت کرنا جائز نہیں۔

⌘ قبرستان میں بھی نماز پڑھنا جائز نہیں اور جہاں ایک ہی قبر ہو وہاں بھی نماز وغیرہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہاں نماز پڑھنے سے مشرکوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ فرمان نبی ﷺ ہے:

((لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا))[مسلم، کتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه : ٩٧٢]

''قبروں پر (مجاور بن کر) نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔''

⌘ قبرستان میں اس وقت تک نماز نہیں پڑھی جاسکتی جب تک وہاں قبریں موجود ہیں۔

⌘ اگر قبریں ختم کر دی جائیں تو وہاں مسجد بنائی جا سکتی ہے اور نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبریں ختم کر کے ہی مسجد نبوی تعمیر فرمائی تھی۔[بخاری، کتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ...... الخ : ٤٢٨۔ مسلم : ٥٢٤]

⌘ مندرجہ بالا مقامات کے علاوہ کچھ مقامات اور ہیں جہاں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ (اس کی تفصیل ''مساجد کا بیان'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

لباس کا بیان

⌘ لباس انسان کی خصوصیت اور امتیاز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا، جو تمھاری ستر پوشی اور زینت کا باعث ہے اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔" [الأعراف : ٢٦]

⌘ اسلام چونکہ تمام دنیا کا دین ہے اور اس کو ماننے والے مختلف علاقوں کے لوگ ہیں، اس لیے اسلام نے مسلمان کو کوئی خاص لباس نہیں دیا، تاکہ کہیں مسلمانوں کے لیے کوئی مشکل نہ ہو، بلکہ کچھ شروط بیان کر دی ہیں۔ جس لباس میں وہ شروط پوری ہوں گی وہ اسلامی لباس کہلائے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کو لباس میں ان شروط کا خیال رکھنا چاہیے۔

اسلامی لباس کی شرائط:

⌘ اسلامی لباس کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

① کپڑا اتنا موٹا ہو کہ اس سے جسم نظر نہ آئے۔

② اتنا تنگ سلا ہوا نہ ہو کہ اعضا کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہو۔ [مسلم، کتاب اللباس، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات : ٢١٢٨]

③ کفار کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔ [مسلم، کتاب اللباس، باب النھی عن لبس الرجل الثوب المعصفر : ٢٠٧٧]

④ ایسا لباس نہ ہو جو (بری) شہرت کا باعث بن جائے۔ [أبوداوٗد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ : ٤٠٢٩۔ ابن ماجہ : ٣٦٠٧۔ حسن]

⌘ یہ اسلامی لباس کی عمومی شرائط تھیں، اب ہم وہ شرائط پیش کرتے ہیں جو مرد یا عورت کے لیے خاص ہیں۔

مرد کا لباس:

⌘ مرد کا لباس ریشم کا نہ ہو، ہاں کپڑے کی سلائی یا کڑھائی ریشم کی ہے تو جائز ہے۔
[بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه : ٥٨٢٨۔ مسلم: ١٥/ ٢٠٦٩]

⌘ زعفرانی (زرد) رنگ نہ ہو۔[بخاري، كتاب اللباس، باب النهي عن التزعفر للرجال : ٥٨٤٦۔ مسلم : ٢٠٧٧]

⌘ نصف پنڈلی سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر تک ہو۔[بخاري، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار :٥٧٨٧۔مسلم : ٢٠٨٦]

⌘ مرد کا لباس عورت کے لباس سے مشابہ نہ ہو۔[بخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين والمتشبهات بالرجال: ٥٨٨٥]

عورت کا لباس:

⌘ عورت کا لباس مرد کے لباس سے مشابہ نہ ہو۔[بخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين والمتشبهات بالرجال: ٥٨٨٥]

⌘ پورے جسم کو چھپانے والا ہو۔[مسلم، كتاب اللباس، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات : ٢١٢٨]

⌘ عورت گھر سے باہر نکلے تو سر سے پاؤں تک چھپی ہوئی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ))[ترمذي، كتاب الرضاع، باب استشراف الشيطان المرأة إذا خرجت : ١١٧٣۔ صحيح]
''عورت پوری کی پوری عورہ (یعنی چھپانے کے لائق) ہے۔''

⌘ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:
((فَكَيْفَ يَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ يُرْخِيْنَ شِبْرًا، فَقَالَتْ إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ، قَالَ فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا)) [ترمذي، كتاب اللباس، باب ما جاء في جر ذيول النساء : ١٧٣١۔ صحيح]
''عورتیں اپنی اوڑھنی کتنی نیچے لٹکائیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک بالشت لٹکا

لیں۔" انھوں نے عرض کی: "تب ان کے پاؤں ننگے ہوں گے؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر وہ ایک ہاتھ تک نیچے لٹکا لیں۔"

⌘ عورت کا لباس اتنا خوبصورت نہ ہو کہ وہ غیر محرم کی توجہ کا مرکز بن جائے۔ [النور : ۳۱]

⌘ عورت جسم یا لباس پر ایسی خوشبو نہ لگائے جس کی مہک مردوں تک پہنچے۔ [نسائی، کتاب الزینۃ، باب ما یکرہ للنساء من الطیب : ۵۱۲۹۔ حسن]

⌘ عورت کی کسی بھی چیز سے زینت کا اظہار نہ ہو۔ [النور : ۳۱]

⌘ عورت کی زینت کی دو اقسام ہیں، ظاہری زینت اور باطنی زینت۔ ظاہری زینت میں عورت کی آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور کپڑوں کی خوبصورتی آتی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز غیر محرم کے سامنے ظاہر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ،لیکن ان کے سامنے بھی ظاہر نہ ہو تو اچھا ہے۔ باطنی زینت میں سر، چہرہ، گردن، بازو، پنڈلیاں اور خوشبو وغیرہ آتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی چیز خاوند اور محرم کے علاوہ کسی کے سامنے ہرگز ظاہر نہیں ہونی چاہیے۔

نمازی کا لباس:

⌘ لباس نماز کے لیے شرط ہے، نماز ادا کرتے ہوئے مرد و عورت کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے، ورنہ نماز نہیں ہو گی۔

⌘ نمازی کو نماز کے دوران میں لباس کے اوپر والے اصولوں کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل اصولوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے:

① اپنی استطاعت کے مطابق لباس صاف ستھرا اور اچھا ہو۔ ارشاد رب العالمین ہے:

﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ ﴾ [الأعراف : ۳۱]

"اے آدم کی اولاد! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو (یعنی پورا لباس پہنو)۔"

لہٰذا نماز کے لیے اچھا اور مکمل لباس پہن کر آنا چاہیے، پھٹا پرانا، میلا کچیلا یا سونے والا لباس پہن کر آنا غیر مناسب ہے۔ نافع تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے کپڑے

میں نماز پڑھی جسے میں چارہ کاٹنے کے لیے استعمال کرتا تھا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''کیا میں نے تمھیں کپڑے خرید کرنہیں دیے؟ اگر میں تمھیں اسی حالت میں کہیں (بازار وغیرہ کی طرف) بھیجوں تو تو چلا جائے گا؟'' نافع کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''نہیں!'' پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے۔'' [السنن الکبریٰ للبیھقی : ۲/۲۳٦، ح : ۳۲۷۳ ـ إسنادہ صحیح]

④ لباس اتنا خوبصورت نہ ہو کہ نماز میں اسی کی طرف خیال رہے، بلکہ سادہ ہونا چاہیے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوبصورت کپڑے میں نماز پڑھی، فارغ ہوئے تو اسے اتارتے ہوئے فرمایا:

« اِذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ وَائْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِيْ جَهْمٍ، فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ آنِفًا عَنْ صَلَاتِيْ » [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب إذا صلی فی ثوب له أعلام......الخ : ۳۷۳ـ مسلم : ٥٥٦]

''میری یہ (خوبصورت) چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور اس سے انجانیہ والی (سادہ) چادر لے آؤ، اس نے تو مجھے نماز سے غافل کر دیا تھا۔''

اسی طرح مصلیٰ بھی سادہ ہونا چاہیے اور سامنے بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جس کی طرف نماز میں خیال جانے کا خدشہ ہو۔ [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب إن صلی فی ثوب مصلب أو تصاویر...... : ۳۷٤]

③ کپڑا سمیٹا ہوا نہ ہو، یعنی کف یا شلوار وغیرہ کے پائنچے اوپر کو موڑے ہوئے نہ ہوں۔ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

« اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ، لَا اَكُفُّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا »[بخاری، کتاب الأذان، باب لا یکف ثوبه فی الصلاۃ : ۸۱٦ـ مسلم : ٤۹۰]

''مجھے سات اعضا پر اس طرح سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے کہ نہ میں بال باندھوں اور نہ کپڑے سمیٹوں۔''

بعض لوگ وضو کر کے آتے ہیں تو ان کے کف اوپر چڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ اسی حالت میں نماز شروع کر دیتے ہیں، یہ درست نہیں۔

④ صرف ایک لمبا قمیص پہنا ہو تو نماز پڑھتے ہوئے گریبان بند کر لینا چاہیے، تاکہ رکوع وغیرہ کرتے ہوئے شرمگاہ پر نظر نہ پڑے۔ [أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب الرجل یصلی فی قمیص واحد : ٦٣٢۔ نسائی : ٧٦٦۔ حسن]

⑤ کپڑا کم ہو تو صرف تہ بند باندھ کر ستر ڈھانک لے۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب إذا کان الثوب ضیقا : ٣٦١]

⌘ اب ہم ان باتوں کا ذکر کریں گے جو نماز میں لباس کے حوالے سے مرد یا عورت کے ساتھ خاص ہیں۔ لہٰذا اوپر والے احکام کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

نماز کے لیے مرد کا لباس:

⌘ مرد کے لیے نماز میں ستر کا ڈھانپنا ضروری ہے، مرد کے ستر کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ عَوْرَةٌ » [إرواء الغلیل : ٢٧١ حسن۔ مسند أحمد : ١٨٧/٢، ح : ٦٧٥٦]

”ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر ہے۔“

⌘ اس کے علاوہ مرد کے لیے کندھے پر کپڑا رکھنا ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يُصَلِّيْ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ »
[بخاری، کتاب الصلاة، باب إذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیه : ٣٥٩۔ مسلم : ٥١٦]

”کوئی مرد اس حالت میں ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کپڑا نہ ہو۔“

⌘ مرد کے لیے نماز میں اور نماز کے علاوہ کسی حالت میں بھی اپنا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

حرام ہے۔ [بخاری، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار : ٥٧٨٧۔ مسلم : ١٠٦]

⌘ چہرہ ننگا ہو۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ٢٤٢/٢۔ إسناده صحيح]

⌘ نماز میں سدل جائز نہیں۔ سدل یہ ہے کہ کوئی کپڑا سر یا کندھوں پر اس طرح ڈالا جائے کہ اس کے دونوں کنارے چہرے کے سامنے لٹک رہے ہوں۔ سدل سے متعلق ابو داؤد کی مرفوع حدیث اگرچہ الحسن بن ذکوان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ دونوں بزرگ اس عمل کو ناپسند کرتے تھے اور اسے یہود کی علامت قرار دیتے تھے۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ١٦٠/٢، ١٦١۔ إسناده صحيح]

ننگے سر نماز پڑھنے کا مسئلہ:

⌘ سر نہ تو اعضائے ستر میں شامل ہے اور نہ کوئی ایسی صحیح و قابل عمل حدیث ہے کہ اس میں سر ڈھانپنا ضروری قرار دیا گیا ہو، بلکہ کوئی ایسی حدیث بھی نہیں جس میں سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کو ننگے سر نماز پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دونوں طرح نماز پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے۔

علمائے احناف کے فتاویٰ:

① ننگے سر نماز پڑھنے سے متعلق بریلوی مکتب فکر کے بانی مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:
"اگر بانیت عاجزی ننگے سر (نماز) پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔" [أحكام شريعت : ٥٤/١]

② پانچ سو (٥٠٠) حنفی علماء کی مرتب کردہ کتاب "فتاویٰ عالمگیری" میں لکھا ہے: "ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے جب کہ اس کے پاس عمامہ بھی موجود ہو اور اس نے سستی کرتے ہوئے اور عمامہ کو اہمیت نہ دیتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھی ہو اور اگر وہ خشوع و خضوع کے لیے ننگے سر نماز پڑھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔"

علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا اظہار تعجب:

⌘ ''دستار وعمامہ یا ٹوپی و پگڑی پر اتنی شدت کے ساتھ عمل کرنے والے لوگوں کی ایک بات انتہائی قابل تعجب ہے کہ وہ داڑھی مونڈنے یا منڈوانے کا گناہ تو مسلسل کرتے چلے جاتے ہیں اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو انھیں اپنے اس گناہ کے ارتکاب کا شعور تک نہیں ہوتا اور نہ وہ اس سے اپنی نماز میں کوئی کمی محسوس کرتے ہیں، لیکن ٹوپی یا پگڑی کے معاملہ میں سستی ہرگز نہیں کرتے، اس طرح ان لوگوں نے شریعت کے احکام کو الٹ کر رکھ دیا ہے کہ جو چیز اللہ کی طرف سے حرام تھی اسے جائز کر لیا اور جو محض جائز تھی اسے واجب یا قریب واجب کر لیا ہے۔'' [سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، ح : ١٢٩]

نماز کے لیے عورت کا لباس:

⌘ دوپٹے کے بغیر عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ)) [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب المرأة تصلي بغير خمار : ٦٤١۔ ترمذی : ٣٧٧۔ ابن ماجه: ٦٥٥۔ صحيح]

''اللہ تعالیٰ دوپٹے کے بغیر بالغہ عورت کی نماز قبول نہیں کرتا۔''

⌘ سو عورت کو نماز میں پورا جسم ڈھانپنا چاہیے، سوائے چہرہ اور ہاتھ کے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی شخص کو دیکھتے کہ اس نے نماز میں اپنا منہ ڈھانپ رکھا ہے تو وہ زور سے کپڑا کھینچ کر اس کا منہ ننگا کر دیتے تھے۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ٢٤٢/٢۔ إسناده صحيح]

اسی طرح تابعین میں سے مسلم بن بدیل، ابراہیم نخعی، امام شعبی اور محمد بن سیرین رحمہم اللہ وغیرہم بھی نماز میں منہ ڈھانپنا ناپسند کرتے تھے۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ٢٤٢/٢۔ بالأسانيد الحسنة والصحيحة]

⌘ اگر غیر محرم مرد پاس ہیں تو چہرہ اور ہاتھ چھپانے بھی لازمی ہیں۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

فرماتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہروں کو (غیر محرم) مردوں سے چھپاتی تھیں۔
[ابن خزیمة : ۲۴۸۵، إسنادہ صحیح۔ مستدرك حاكم : ۱/۴۵۴، ح : ۱۶۶۸، إسنادہ صحیح]

⌘ عورتوں کو عام حالت میں اور بالخصوص نماز میں اپنے بال سر پر باندھنے سے منع کیا گیا ہے۔[بخاری، کتاب الأذان، باب لا یکف شعرًا : ۸۱۵۔ مسلم : ۱۰۹۵]

مساجد کا بیان

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مَسَاجِدُھَا » [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد : ٦٧١]

''اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام جگہوں سے زیادہ محبوب جگہ مسجد ہے۔''

تعمیرِ مسجد کی فضیلت:

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ [التوبۃ : ١٨]

''اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اللہ کی رضا کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے جنت میں ویسا ہی گھر تعمیر فرماتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب من بنی مسجدًا : ٤٥٠۔ مسلم : ٥٣٣]

⌘ اور ایک دوسری جگہ فرمان رسول ﷺ ہے:

''جس نے پرندے کے گھونسلے کے برابر، یا اس سے بھی چھوٹی مسجد تعمیر کر دی، اللہ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔'' [ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعۃ، باب من بنی للہ مسجدًا : ٧٣٨۔ صحیح]

علماء نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ کسی مسجد میں پرندے کے گھونسلے کے برابر کام کی

ضرورت تھی اور کسی شخص نے وہ کام کر دیا، یا کئی لوگوں نے مل کر ایک مسجد تعمیر کی اور ایک شخص کے حصہ میں ایک گھونسلا کے برابر، یا اس سے بھی کم جگہ آئی تو اس کے لیے بھی یہ فضیلت ہے۔

تعمیرِ مسجد کے آداب:

⌘ مسجد محض اللہ کی رضا کے لیے بنانی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا كَانَ لَهٗ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُهٗ))

[نسائي، كتاب الجهاد، باب من غزا يلتمس الأجر والذكر : ٣١٤٢ـ صحيح]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اس کے لیے ہو اور جو خاص اس کی رضامندی کے لیے کیا جائے۔''

⌘ قبرستان میں مسجد تعمیر نہیں کرنی چاہیے، اگر قبرستان مشرکین وغیرہ کا ہو اور اسے ختم کر دیا جائے تو پھر مسجد کی تعمیر جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت کیا۔ [بخاري، كتاب الصلوة، باب هل تنبش قبور مشركي...... الخ : ٤٢٨]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک لوگ مساجد میں تزئین و زیبائش نہ کرنے لگ جائیں (یعنی مساجد کی بلاضرورت تزئین قیامت کی علامت ہے)۔''

[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب في بناء المساجد : ٤٤٩ـ حسن]

⌘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا: ''میرا مقصد لوگوں کو بارش سے بچانا ہے اور مسجدوں پر سرخ یا زرد رنگ مت کرو کہ اس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔'' [بخاري، كتاب الصلاة، باب بنيان المسجد، معلقًا، قبل الحديث : ٤٤٦]

⌘ مسجد میں قالین وغیرہ بھی سادہ ہوں، تاکہ نمازی کا خیال اس طرف نہ چلا جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا:

''اس پردے کو میرے سامنے سے ہٹا دو، کیونکہ اس کے نقش و نگار کی طرف نماز میں میرا دھیان چلا جاتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الصلاة، باب إن صلى في ثوب

مصلب...... الخ : ۳۷٤]

⌘ مساجد میں ایسی گھڑیاں لگانا جو ہر گھنٹہ پر ناقوس کی طرح بجتی ہوں، جائز نہیں، کیونکہ یہ گرجا گھروں کے گھنٹوں کی مشابہت ہے۔

⌘ کسی تہوار پر مسجد میں لائٹنگ کرنا اور اسے پھولوں، جھنڈیوں اور قمقموں سے سجانا بھی گرجا گھروں کی مشابہت ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسجد کی خبر گیری کرنا:

⌘ مسجد کی خبر گیری اور آباد کاری آدمی کے ایمان کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ [التوبة : ١٨]

”اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔“

⌘ مسجد کی صفائی اور اس میں خوشبو کا انتظام کرنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ، وَ اَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ)) [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور: ٤٥٥۔ ابن ماجه: ٧٥٨۔ صحيح]

”رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مساجد بنانے، انھیں صاف کرنے اور وہاں خوشبو کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔“

مسجد کی آباد کاری:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جب اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا ...... اور (ان میں سے) ایک وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہے۔“ [بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر...... الخ : ٦٦٠۔ مسلم : ١٠٣١]

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»
[ابن ماجه، كتاب المساجد، باب المشي إلى الصلاة: ٧٨١۔ صحيح]
''اندھیرے میں مساجد کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور ملنے کی خوشخبری دو۔''

⌘ صحیح بخاری میں فرمانِ رسول ﷺ فرمایا:

«مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ»[بخاری، كتاب الأذان، باب فضل من غدا ...... الخ: ٦٦٢۔ مسلم: ٦٦٩]

''جو شخص صبح و شام مسجد میں (بار بار) جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں (اتنی مرتبہ) اس کی مہمان نوازی کرے گا، وہ صبح و شام جب بھی مسجد میں جائے۔''

⌘ اور فرمانِ رسول ﷺ ہے:

''جو شخص گھر سے اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف صرف نماز کی نیت سے جاتا ہے، نماز کے علاوہ اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی، تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے، یا اس کی وجہ سے اس کا ایک گناہ معاف ہوتا ہے، اور جب تک کوئی شخص اس جگہ بیٹھا رہتا ہے جہاں اس نے نماز ادا کی ہے تو فرشتے برابر اس کے لیے رحمت کی دعائیں یوں کرتے ہیں: ''اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما'' یہ دعائیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک وہ بے وضو نہیں ہوتا اور کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنی دیر تک کوئی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ سب وقت نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔'' [بخاری، كتاب البيوع، باب ما ذكر في الأسواق: ٢١١٩۔ مسلم: ٦٤٩]

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ، يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ، اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ »[مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن و على الذكر : ٢٦٩٩]

”جب تک لوگ مساجد میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت اور اس کی تعلیم میں لگے رہتے ہیں، تب تک ان پر (اللہ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی رہتی ہے، انھیں رحمت ڈھانپے رہتی ہے اور فرشتے انھیں گھیرے رکھتے ہیں اور اللہ اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر خیر فرماتا ہے۔“

⌘ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو لوگوں کو مساجد میں اللہ کی عبادت کرنے سے منع کرے اور ان میں خرابی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔“[البقرة : ١١٤]

بعض مساجد کی خاص فضیلت:

⌘ بعض مساجد کو بعض اسباب کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل ہے، جو حسب ذیل ہے:

① مسجد حرام (بیت اللہ):

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”بلاشبہ پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔“[آل عمران : ٩٦]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ » [نسائی، كتاب مناسك الحج، باب ذكر الحجر الأسود : ٢٩٣٨۔ ترمذی : ٨٧٧]

”حجر اسود جنت سے آیا ہے۔“

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ »
[ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في فضل الصلاة ...... الخ : ١٤٠٦ـ صحيح]

''مسجد حرام میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مساجد میں ادا کی گئی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔''

② مسجد نبوی:

⌘ اس کی تعمیر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کی ہے۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب هل تنبش مشركي الجاهلية......الخ : ٤٢٨ـ مسلم : ٥٢٤]

⌘ اس مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک سے منبر رسول ﷺ تک کا حصہ '' رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ '' (جنت کا باغ) ہے اور آپ ﷺ کا منبر حوض کوثر پر ہوگا۔ [بخاری، كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب فضل ما بين القبر والمنبر : ١١٩٦ـ مسلم : ١٣٩١]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ »[بخاری، كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة : ١١٩٠ـ مسلم : ١٣٩٤]

''مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا دوسری مساجد میں ادا کی گئی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔''

③ مسجد اقصیٰ (بیت المقدس):

⌘ یہ دنیا میں مسجد حرام کے بعد تعمیر ہونے والی دوسری مسجد ہے۔ [بخاری، کتاب الأنبياء، باب ﴿ و وهبنا لداؤد سليمن ﴾......الخ : ٣٤٢٥ـ مسلم : ٥٢٠]

⌘ یہ مسجد مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے۔[بخاری، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث

کان : ۳۹۹۔ مسلم : ۱۷/ ۵۲۵]

⌘ یہی تین مساجد ہیں جن کی طرف محض زیارت کی نیت سے جانا جائز اور جن کی زیارت پر بھی ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، اَلْمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ مَسْجِدِ الْاَقْصٰی »[بخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة : ۱۱۸۹۔ مسلم : ۱۳۹۷]

’’تین مساجد مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ (کی زیارت) کے علاوہ کسی (اور مقام کی زیارت پر ثواب کی نیت سے اس کی) طرف سفر نہ کرو۔‘‘

④ مسجد قبا:

⌘ تاریخ اسلام میں یہ پہلی مسجد ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے تعمیر فرمایا۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ و أصحابه إلی المدینة : ۳۹۰۶]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلصَّلَاةُ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ کَعُمْرَةٍ »[ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الصلاة فی مسجد قباء : ۳۲٤]

’’مسجد قبا میں ایک نماز ادا کرنا ایک عمرہ کے برابر ہے۔‘‘

ابن ماجہ (۱۴۱۲) میں ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد قباء میں آئے اور ایک نماز پڑھے اسے ایک عمرے کا ثواب ملے گا۔

⌘ رسول اللہ ﷺ خود ہر ہفتے اس میں نماز پڑھنے کے لیے وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ [بخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب إتیان مسجد قباء ماشیًا وراکبًا : ۱۱۹٤۔ مسلم : ۱۳۹۹/۵۱٦]

⑤ مسجد ذوالحلیفہ:

⌘ مسجد ذوالحلیفہ بابرکت وادی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَللَّيْلَةَ اَتَانِیْ آتٍ مِنْ رَبِّیْ وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ اَنْ صَلِّ فِیْ هٰذَا الْوَادِی الْمُبَارَكِ » [بخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب : ۲۳۳۷.]

''آج رات میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا، تب آپ وادی عقیق میں تھے، اس نے فرمایا: ''اس مبارک وادی میں نماز پڑھ۔''

مسجد کی طرف جانے کے آداب:

⌘ اپنے قریب والی مسجد میں جانا چاہیے، بغیر کسی معقول عذر کے دور والی مساجد میں نہیں جانا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لِيُصَلِّ الرَّجُلُ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ يَلِيْهِ وَلَا يَتَّبِعُ الْمَسَاجِدَ » [طبرانی کبیر : ۲۸۳/۱۲، ح : ۱۳۳۷۳۔ إسناده حسن لذاته، ابن نصر الترمذی ثقة صدوق لم يثبت اختلاطه بسند صحيح أو حسن۔ السلسلة الصحيحة : ۲۳۴/۵، ۲۳۵، ح : ۲۲۰۰]

''آدمی کو اپنے قریب والی مسجد میں جانا چاہیے، (بلا وجہ) دیگر مساجد کی تلاش میں نہ لگا رہے۔''

⌘ منہ میں بو پیدا کرنے والی چیز کھا کر مسجد میں نہیں جانا چاہیے، کھا ہی لی ہے تو بدبو ختم ہونے تک مسجد میں نہ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا اَوْ لِيَقْعُدْ فِیْ بَيْتِهٖ » وَ فِیْ رِوَايَةٍ : « حَتّٰی يَذْهَبَ رِيْحُهَا »[بخاری، کتاب الأذان، باب ما جاء فی الثوم النیء والبصل والکراث : ۸۵۵۔ مسلم : ۵۶۱/۶۹، ۵۶۴]

''جو شخص لہسن یا پیاز (اور گندنا) کھائے وہ ہم سے، یا (فرمایا) ہماری مساجد سے دور رہے، یا اپنے گھر میں بیٹھا رہے، یہاں تک کہ اس کی بو ختم ہو جائے۔''

مسجد میں جانے سے قبل خاص خیال رکھنا چاہیے کہ جسم یا منہ سے کسی قسم کی بدبو تو نہیں آ رہی۔ اگر کسی شخص کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ اس سے بو آتی ہے، مثلاً ماہی گیری وغیرہ تو استطاعت

ہوتو وہ نماز میں پہننے کے لیے ایک علیحدہ سوٹ بنالیں اور ایسی خوشبو بھی استعمال کی جاسکتی ہے جو بدبو پر غالب آ جائے۔ لیکن سگریٹ یا حقہ پینا اور پھر پی کر مسجد جانا تو بالکل حرام ہے، ایسے شخص کو مسجد میں جانے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔

مسجد میں جانے کی دعائیں:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں یہ دعا پڑھی:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا، وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِيْ نُوْرًا، وَمِنْ اَمَامِيْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا، وَمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا، اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِيْ نُوْرًا))

[مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلوة النبی ﷺ و دعائه بالليل : ۱۹۱/۷۶۳۔ بخاری : ۶۳۱۶]

”اے اللہ! میرے دل میں نور بنا دے اور میری زبان میں نور بنا دے اور میرے کانوں میں نور بنادے اور میری آنکھوں میں نور بنادے اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور بنادے اور میرے اوپر اور میرے نیچے نور بنادے، اے اللہ! مجھے نور عطا فرما۔“

⌘ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب ما يقول إذا دخل المسجد : ۷۱۳]

”اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“

⌘ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھنے سے آدمی سارا دن شیطان سے محفوظ رہتا ہے:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) [أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل ...... الخ : ۴۶۶ ۔ صحیح]

”میں عظمت والے اللہ کی اور اس کے کریم چہرے کی اور قدیم سلطنت کی پناہ

چاہتا ہوں شیطان مردود سے۔"

⌘ مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب ما يقول إذا دخل المسجد : ٧١٣]

"اے اللہ! میں بلاشبہ تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔"

⌘ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کریں اور جب نکلیں تو پہلے بایاں پاؤں نکالیں۔ [بخاری، كتاب الصلاة، باب التيمن في دخول المسجد وغيره : ٤٢٦]

جن لوگوں کا مسجد میں داخلہ ممنوع ہے:

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے اہل ایمان! مسجد کے قریب نہ جاؤ، جب تم نشے کی حالت میں ہو، یہاں تک کہ تم اپنی بات کو سمجھنے لگو اور جنبی (مرد و عورت) بھی، جب تک غسل نہ کر لیں، الا یہ کہ اس کا راستہ مسجد میں سے گزرتا ہو۔" [النساء : ٤٣]

⌘ جنبی شخص بھول کر مسجد میں آ گیا تو یاد آنے پر فوراً مسجد سے نکل جانا چاہیے۔

⌘ کسی شخص کو مسجد میں احتلام یا کسی عورت کو حیض شروع ہو جائے تو وہ فوراً مسجد سے نکل جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ نماز کھڑی ہوئی اور صفیں درست ہو گئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جب اپنے مصلّٰی پر کھڑے ہو گئے تو آپ کو یاد آیا کہ وہ جنبی ہیں، تو آپ ہمیں اپنی جگہ رکنے کا حکم دے کر چلے گئے، پھر غسل کیا اور ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ آپ کے سر سے قطرے ٹپک رہے تھے، پھر آپ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔" [بخاری، كتاب الغسل، باب إذا ذكر في المسجد ...... الخ : ٢٧٥۔ مسلم : ٦٠٥]

⌘ جس شخص نے کچا لہسن، پیاز، کراث (یا سگریٹ، حقہ اور بیڑی سمیت کوئی بھی بدبو دار چیز) کھائی ہوا سے تب تک مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، جب تک اس کے منہ سے بدبو

آ رہی ہو۔

جن کا مسجد میں داخلہ جائز ہے:

⌘ عورتیں عبادت وغیرہ کے لیے مسجد میں جا سکتی ہیں۔ (تفصیل "خواتین کی جماعت" میں دیکھیں)

⌘ نابالغ بچے مساجد میں آ سکتے ہیں۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت زینب کو اٹھایا ہوا تھا۔" [بخاری، کتاب الصلاة، باب إذا حمل جارية ...... الخ : ٥١٦۔ مسلم : ٥٤٣]

⌘ کافر کا مسجد میں داخلہ بوقت ضرورت جائز ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک لشکر بھیجا تو وہ بنو حنیفہ کا ایک آدمی پکڑ کر لے آئے، اس کا نام ثمامہ بن اثال (رضی اللہ عنہ) تھا، تو انھوں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔" [بخاری، کتاب الصلاة، باب دخول المشرك المسجد : ٤٦٩]

مسجد میں ممنوع کام:

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بلاشبہ مساجد اللہ کی ہیں، ان میں اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔" [الجن : ١٨]

یعنی مساجد میں خالص اسلام کی بات ہونی چاہیے، تقاریر اور وعظ میں غیر اللہ کی دعوت دینا، انھیں پوجنے اور ان کے مزارات پر حاضری کی ترغیب دینا، یا غیر اسلامی اور شرکیہ نعتیں پڑھنا بالکل حرام ہے۔

⌘ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا۔

⌘ مسجد میں خرید و فروخت کرنا، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے اور گمشدہ چیز کا اعلان کرنے سے منع فرمایا ہے۔" [أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب التحلق يوم الجمعة ...... الخ : ١٠٧٩۔ ترمذی : ٣٢٢۔ حسن]

مساجد میں تجارتی اعلانات کرنا، یا اس کے اندر دیواروں پر اس قسم کے اعلانات چسپاں کرنا بھی اسی حکم میں ہے۔ کسی کو کوئی گمشدہ چیز ملی ہوتو اس کا اعلان مسجد کے دروازے سے باہر کیا جاسکتا ہے اور اس کا اشتہار لگایا جا سکتا ہے۔[المغنی لابن قدامة]

⌘ مساجد میں مجالس لگا کر بیٹھنا اور دنیاوی باتیں کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالصَّلٰوةِ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ)) [مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره ...... الخ: ٢٨٥]

''مساجد تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہوتی ہیں۔''

⌘ مسجد میں کوئی ایسی چیز نہ لائی جائے جو لوگوں کو تکلیف دینے کا باعث ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص ہماری مساجد یا بازار سے نوک (تلوار، تیر، چھری، برچھی) والی چیز لے کر گزرے تو لازمی طور پر اسے نوک سے پکڑنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی مسلمان کو تکلیف دے۔'' [بخاری، كتاب الصلاة، باب المرور فی المسجد: ٤٥٢۔ مسلم: ٢٦١٥]

⌘ مسجد میں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا ممنوع ہے۔[مسند أحمد: ٤/ ٢٤٢، ح: ١٨١١٥۔ شعیب الارنؤوط اور حسین سلیم اسد نے حسن کہا ہے]

⌘ لیکن ضرورت کے وقت تشبیک جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ عمل ثابت ہے۔ [بخاری، كتاب الصلوة، باب تشبيك الأصابع في المسجد وغيره: ٤٨١، ٤٨٢]

⌘ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس پر مٹی ڈال دینا (یا اسے صاف کرنا) ہے۔'' [بخاری، كتاب الصلاة، باب كفارة البزاق في المسجد: ٤١٥۔ مسلم: ٥٥٢]

مسجد میں جائز کام:

⌘ مسجد میں اگر کوئی سو جائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں سو جایا کرتا تھا اور وہ جوان اور کنوارے تھے۔[بخاری، كتاب

الصلاۃ، باب نوم الرجال فی المسجد : ٤٤٠۔ مسلم : ٢٤٧٩]

⌘ ضرورت ہو تو مسجد میں عورت بھی سو سکتی ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عرب کی ایک سیاہ عورت مسلمان ہوئی، تو اس کی رہائش کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا گیا۔
[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب أیام الجاھلیۃ : ٣٨٣٥]
لیکن اگر مسجد میں احتلام یا حیض شروع ہو جائے تو اسے فوراً باہر نکل جانا چاہیے۔

⌘ حمد، نعت اور جہادی ترانے وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔[بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ : ٣٢١٢۔ مسلم : ٢٤٨٥]

⌘ مسجد میں صرف دینی کام یعنی ذکر، نماز اور قرآن کی درس و تدریس ہی ہونی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب وجوب غسل البول وغیرہ......الخ : ٦٦١]

⌘ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مساجد کو صرف انھی کاموں کے لیے استعمال کرو، جن کے لیے انھیں بنایا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن نشد الضالۃ فی المسجد...... الخ : ٥٦٩]

مسجد میں بیٹھنے کے آداب:

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی مسجد میں اپنے لیے اونٹ کی طرح جگہ خاص کر لے کہ ہر حالت میں اس نے وہیں بیٹھنا ہے۔[أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود : ٨٦٢۔ نسائی : ١١١٣]

⌘ مسجد میں دو رکعات (تحیۃ المسجد) پڑھ کر بیٹھنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
« اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَجْلِسَ »
[بخاری، کتاب الصلاۃ، باب إذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین : ٤٤٤۔ مسلم : ٧١٤]
''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی

چاہئیں۔"

⌘ مسجد میں جائیں تو وہاں مجلس کے آداب کا خیال رکھا جائے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

① جب وہاں پہنچے تو لوگوں کو سلام کرے۔[بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم ...... الخ : ٦٢٥٤۔ مسلم : ١٧٩٨]

اگر خطبہ شروع ہو تو آس پاس بیٹھنے والوں کو آہستہ آواز میں سلام کہہ دے۔

② جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے، لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے نہ جائے۔[أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب تخطي رقاب الناس یوم الجمعة : ١١١٨۔ نسائی : ١٤٠٠]

③ دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے۔[بخاری، کتاب الجمعة، باب لا یفرق بین اثنین یوم الجمعة : ٩١٠]

④ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔[بخاری، کتاب الجمعة، باب لا یقیم الرجل أخاه ...... الخ : ٩١١۔ مسلم : ٢١٧٧]

⑤ اگر کوئی شخص مجلس سے کسی غرض سے اٹھے، پھر واپس آ جائے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔[مسلم، کتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهو أحق به : ٢١٧٩]

⑥ ایسے تمام کاموں اور عادات سے پرہیز کرے جو دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ہوں۔[بخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده : ١٠۔ مسلم : ٤٠]

⑦ مسجد میں بلند آواز سے گفتگو نہ کی جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجد میں دو آدمی اونچی آواز سے باتیں کر رہے ہیں، وہ طائف کے رہائشی تھے، تو آپ نے فرمایا: "اگر تم مدینہ کے باسی ہوتے تو میں ضرور تمھیں سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔"[بخاری، کتاب الصلوٰة، باب رفع الصوت فی المساجد : ٤٧٠]

⑧ مسجد میں فارغ نہ بیٹھے، بلکہ تلاوت اور ذکر و دعا کرتا رہے اور درود پڑھتا رہے۔

⑨ اگر خطبہ جمعہ کے دوران میں کسی کو نیند آ رہی ہو تو وہ جگہ تبدیل کر لے۔[ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء فیمن ینعس ...... الخ : ٥٢٦]

⑩ مجلس کے آخر میں کفارۂ مجلس کی دعا پڑھے، یہ دعا مجلس میں کیے گئے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، دعا یہ ہے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ)) [ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه : ٣٤٣٣ـ صحيح]

”اے میرے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔“

مسجد کے علاوہ مقاماتِ نماز:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، لہٰذا میری امت کے جس شخص کی نماز کا وقت جہاں ہو جائے وہ وہیں نماز پڑھ لے۔“ [بخاری، كتاب الصلاة، باب قول النبی ﷺ ...... الخ : ٤٣٨ـ مسلم : ٥٢١]

لہٰذا مساجد کے علاوہ تمام مقامات پر نماز ادا کرنا جائز ہے، سوائے چند مقامات کے۔

جہاں نماز پڑھنا حرام ہے:

⌘ اب ہم ان مقامات کا تذکرہ کریں گے جہاں نماز پڑھنا حرام ہے:

① جس کمرے کی دیواروں پر جانداروں کی تصویریں یا وہاں ان کے مجسمے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں ان کی تصویریں بناتے، یہ لوگ اللہ کے ہاں بدترین مخلوق ہیں۔“ [بخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة في البيعة : ٤٣٤ـ مسلم : ٥٢٨]

② جس جگہ پیشاب، پاخانہ، یا غسل کیا جائے اور قبرستان میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ » [ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء أن الأرض...... الخ : ٣١٧]

''زمین ساری کی ساری مسجد ہے، سوائے حمام اور قبرستان کے۔''

③ اسی طرح کوڑا کرکٹ اور دیگر گندگی والی جگہ میں نماز نہ پڑھی جائے، کیونکہ وہاں نجاست ہوتی ہے۔

④ اونٹوں کے باڑہ میں۔ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

''کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' پھر اس نے پوچھا: ''کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' [مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء من لحوم الإبل : ٣٦٠]

⑤ کسی قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تُصَلُّوْا اِلَى الْقُبُوْرِ » [مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس ...... الخ : ٩٧٢/٩٨]

''قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو۔''

لہٰذا مساجد میں قبریں بنانا جائز نہیں اور جن مساجد میں قبریں ہیں وہاں نماز پڑھنے سے بچنا چاہیے۔

⑥ مقامات عذاب میں بھی نماز جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عذاب نازل ہونے والی جگہوں پر مت جاؤ، مگر روتے ہوئے، اگر روتے ہوئے نہ جا سکو تو وہاں جاؤ ہی نہ، ایسا نہ ہو کہ ان پر آنے والا عذاب تم پر بھی آ جائے۔''

[بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعذاب : ٤٣٣]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بابل میں جہاں زمین دھنسی تھی، وہاں نماز پڑھنے کو برا سمجھتے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعذاب، معلقًا قبل الحدیث : ٤٣٣]

وہ جگہیں جہاں نماز پڑھنا جائز ہے:

⌘ اب ہم ان مقامات کا تذکرہ کریں گے جہاں نماز پڑھنا بعض لوگ مکروہ یا ناجائز سمجھتے ہیں، لیکن شریعت کی رو سے جائز ہے:

① گدے اور موٹی چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
((مَا أُبَالِيْ لَوْ صَلَّيْتُ عَلٰى خَمْسِ طَنَافِسٍ))[التاريخ الكبير للبخاري، باب خليد مولى أبي الدرداء : ٦٦٩]
''مجھے کوئی پروا نہیں، اگر میں پانچ چٹائیوں (کو جمع کر کے ان) پر نماز پڑھوں۔''

② بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ بستر پاک ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان بستر پر لیٹی ہوتی تھی۔'' [بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة على الفراش:٣٨٣۔ مسلم : ٥١٢]

③ تخت پوش وغیرہ پر (چارپائی کی طرح کا لکڑی کا زمین سے فٹ دو فٹ اونچا مصلیٰ پر) نماز پڑھنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ [بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة على السطوح والمنبر والخشب : ٣٧٧۔ أبو داؤد : ٥٩٧، ٥٩٨]

اوقاتِ نماز کا بیان

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ [النساء : ١٠٣]

''بلاشبہ مومنوں پر نماز اس کے مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت میں پڑھائیں اور دوسرے دن آخری وقت میں، پھر فرمایا: ''ان دونوں اوقات کے درمیان کا وقت نماز کا وقت ہے۔''

[مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٤]

⌘ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل عمل کے متعلق پوچھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّلَاةُ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا))[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب المحافظة على وقت الصلوات : ٤٢٦۔ ترمذی : ١٧٠۔ صحیح]

''نماز اول وقت میں ادا کرنا۔''

⌘ بعض لوگ بلا عذر نماز کو لیٹ کر کے ادا کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں، نماز وقت پر فرض کی گئی ہے، لہٰذا انھیں توبہ کرنی چاہیے۔

نماز فجر کا وقت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ))

[مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ١٧٣/ ٦١٢]

''نماز فجر کا وقت طلوع فجر (پو پھٹنے) سے طلوع آفتاب تک ہے۔''

⌘ صبح کے وقت دو قسم کی روشنیاں پیدا ہوتی ہیں، پہلی روشنی زمین سے سیدھی آسمان کی طرف اوپر چلی جاتی ہے، پھیلتی نہیں، جبکہ دوسری روشنی زمین سے بلند ہوتی ہے اور آسمان کے افق (کناروں) میں پھیل جاتی ہے۔ اسی روشنی کے بعد نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ [ابن خزيمة : ٢١٠/٣، ح : ١٩٢٧۔ مستدرك حاكم : ١٩١/١، ح : ٦٨٨۔ اسے امام حاکم، علامہ الذہبی اور علامہ الالبانی نے صحیح کہا ہے]

⌘ طلوعِ فجر واضح ہونے کے بعد ہی نماز ادا کرنی چاہیے، کہیں پہلی روشنی دیکھ کر نماز ادا نہ کر لی جائے، وہ نماز نہیں ہوگی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ)) [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب وقت الصبح : ٤٢٤۔ ابن ماجه : ٦٧٢۔ صحيح]

”نماز فجر صبح کو اچھی طرح واضح ہو جانے پر پڑھو، کیونکہ یہ تمھارے اجر میں اضافے کا موجب ہوگی۔“

⌘ بعض بھائیوں نے اس حدیث سے یہ سمجھ لیا ہے کہ نماز فجر خوب روشنی ہونے پر ادا کرنی چاہیے، جبکہ یہ معنی کئی صحیح احادیث کے خلاف ہے، جن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر اندھیرے میں ادا کرتے تھے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَالصُّبْحَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ)) [بخاري، كتاب مواقيت الصلوٰة، باب وقت المغرب : ٥٦٠۔ مسلم : ٦٤٦]

”نبی ﷺ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھاتے تھے۔“

⌘ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ، وَ يَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ)) [بخاري، كتاب مواقيت الصلوٰة، باب وقت العصر : ٥٤٧۔ مسلم : ٦٤٧]

”رسول اللہ ﷺ نماز فجر میں ساٹھ سے سو آیات تک (ٹھہر ٹھہر کر) تلاوت فرماتے تھے، جب فارغ ہوتے تو آدمی اپنے ساتھ والے شخص کو پہچان سکتا تھا۔“

⌘ طلوع شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لینے سے بروقت نماز ادا کرنے کا ثواب مل جاتا ہے، فرمان نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ»

[بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب من أدرك من الفجر رکعة : ٥٧٩۔ مسلم : ٦٠٨]

"جس نے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت ادا کرلی اس نے نماز فجر کا وقت پالیا۔"

نماز ظہر کا وقت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ »

[مسلم، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٢/١٧٣]

" نماز ظہر کا وقت سورج کے زوال سے لے کر آدمی کا سایہ (اصل سائے کے علاوہ) اس کے قد کے مطابق ہو جانے تک ہے۔"

⌘ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے کے بعد نماز ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ یہ بات صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر زوال ہوتے ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب وقت الظھر عند الزوال : ٥٤٠۔ مسلم : ٦١٨]

⌘ لیکن شدید گرمی کے موسم میں نماز ظہر ذرا ٹھنڈے وقت میں ادا کرنی چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ » [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الإبراد بالظھر فی شدۃ الحر : ٥٣٣۔ مسلم : ٦١٥]

"جب گرمی کی شدت ہو تو نماز (ظہر) کو ذرا ٹھنڈا وقت ہونے پر ادا کرو۔"

⌘ گرمیوں میں ظہر کو لیٹ کرنے سے متعلق سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کی نماز ظہر کا اندازہ یہ ہوتا تھا کہ گرمیوں میں سایہ تین قدموں سے لے کر پانچ قدموں تک کے مابین ہوتا تھا اور سردیوں میں پانچ سے سات قدموں کے مابین ہوتا تھا (مطلب یہ کہ سورج ڈھلتے ہی فوراً نہ پڑھو، ذرا لیٹ کرلو)۔[أبو داؤد، کتاب الصلوة، باب وقت صلوة الظهر : ٤٠٠ ـ نسائی : ٥٠٤]

⌘ گرمیوں میں ظہر کو تھوڑا سا لیٹ کرنے کا مسئلہ سفر کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ حضر میں بھی یہی حکم ہے۔[بخاری : ٥٣٣ تا ٥٣٩]

اصل سایہ معلوم کرنے کا طریقہ:

⌘ کسی کھلی اور ہموار زمین میں زوال سے پہلے ایک لکڑی گاڑ دی جائے' اس لکڑی کا سایہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ زوال کے وقت کم سے کم رہ جائے گا۔اس سائے کو ماپ لیا جائے، جب یہ سایہ دوسری سمت بڑھنا شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ زوال کا وقت ہو گیا ہے۔پھر جب یہ سایہ اس قدر بڑھ جائے کہ لکڑی کے برابر ہو جائے (زوال کے وقت لکڑی کا ماپا ہوا سایہ الگ کرنے کے بعد) تو اس وقت ایک مثل وقت ہو جائے گا۔

ایک طریقہ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ دوپہر کے وقت سے پہلے ایک یا دو بالشت زمین کی سطح ہموار کر کے اس پر شمالاً جنوباً ایک سیدھا خط کھینچ دیا جائے۔قطب نما سے اس خط کی رہنمائی لی جا سکتی ہے۔پھر اس خط کے جنوبی نقطہ پر ایک سیدھی لکڑی گاڑ دیں۔چونکہ دوپہر سے پہلے کا وقت ہو گا لہٰذا اس لکڑی کا سایہ عین اس خط پر نہیں ہو گا بلکہ اس سے قدرے مغرب کی جانب مائل ہو گا، پھر آہستہ آہستہ اس خط پر آنا شروع ہو جائے گا حتیٰ کہ بالکل اس خط پر آ جائے گا۔اس وقت اس سایہ کی انتہا پر نشان لگا دیں اور اس سایہ کو کسی اور لکڑی سے ماپ لیں اور یہ پیمانہ محفوظ کر لیں، یہ وقت عین دوپہر کا ہو گا۔اس کے بعد وہ سایہ مشرق کی طرف بڑھنے لگے گا۔یہ ظہر کا اول وقت ہو گا، پھر اس کے بعد جب سایہ بڑھتا جائے گا تو

جس لکڑی کے ساتھ اصل سائے کی پیائش کی تھی اس کے ساتھ اس کے اصل سائے کے نشان سے آگے ایک مثل جب سایہ ہو جائے گا تو وہ ظہر کا آخری وقت ہوگا اور عصر کا اول وقت۔[أحکام ومسائل از فضیلة الشیخ مبشر احمد ربانی حفظه الله : ١٤٩]

نمازعصر کا وقت:

⌘ ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہونے سے لے کر سورج زرد ہونے تک نماز عصر کا وقت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ، مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ)) [مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٢/١٧٣]

''ظہر کا وقت اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور اس وقت تک رہتا ہے جب آدمی کا سایہ اس کے جسم کے برابر ہو جائے، جب تک کہ عصر کا وقت نہ ہو جائے اور عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے کہ سورج زرد نہ ہو۔''

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: '' رسول اللہ ﷺ نمازِ عصر ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ سورج (اس قدر بلند ہوتا کہ محسوس ہوتا تھا) میرے حجرے کے اندر ہے، باہر نہیں گیا۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١١/١٧٠]

⌘ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی تو اس وقت سورج صاف ستھرا تھا، اس میں ذرا بھی زردی نہ ملی ہوئی تھی اور بلند و بالا تھا۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٣]

⌘ غروب آفتاب سے قبل ایک رکعت ادا کر لینے سے بر وقت نماز ادا کرنے کا ثواب مل جاتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ)) [بخاری، كتاب مواقيت الصلوة ، باب من أدرك من الفجر ركعة : ٥٧٩ ـ مسلم : ٦٠٨]

''جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت ادا کر لی اس نے نمازِ عصر کا وقت پا لیا۔''

⌘ نمازِ عصر کو بلا وجہ آخری وقت تک لیٹ کرنا منافق کی نشانی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ، حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا» [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر : ٦٢٢]

''یہ منافق آدمی کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے، حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان (غروب) ہونے لگتا ہے تو اٹھتا ہے اور (جلدی سے) چار ٹھونگے مار لیتا ہے۔''

نمازِ مغرب کا وقت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ، مَا لَمْ يَسْقُطِ الشَّفَقُ»

[مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٢/١٧٤]

''نمازِ مغرب کا وقت سورج غروب ہونے سے (غروب آفتاب کے بعد والی) سرخی غائب ہونے تک ہے۔''

⌘ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کرتے تھے اور نماز کے بعد (بھی اتنی روشنی ہوتی کہ) ہم میں سے کوئی آدمی جاتا اور تیر پھینکتا تو وہ اس کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا۔'' [بخاری، كتاب مواقيت الصلوٰة، باب وقت المغرب : ٥٥٩۔ مسلم : ٦٣٧]

⌘ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں دن نمازِ مغرب ایک ہی وقت (یعنی اول وقت) میں پڑھائی۔ [نسائی، كتاب المواقيت، باب أول وقت العشاء : ٥٢٧۔ ترمذی : ١٤٩۔ أبو داؤد : ٣٩٤۔ صحيح]

نمازعشاء کا وقت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« وَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ » [مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٢/١٧٣]

''نمازعشاء کا وقت (غروب آفتاب والی سرخی غائب ہونے سے) ٹھیک آدھی رات تک ہے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نمازعشاء کو تاخیر سے ادا کرنا پسند کرتے تھے۔[بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العصر : ٥٤٧]

⌘ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نمازعشاء اس وقت پڑھائی کہ عام رات گزر گئی، پھر فرمایا:

« لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوهَا هٰكَذَا » [بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل العشاء : ٥٧١۔ مسلم : ١٤٥٢]

''اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتو میں انھیں حکم دیتا کہ نمازعشاء اس وقت (یعنی دیر سے) ادا کیا کریں۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نمازعشاء میں نمازیوں کا خیال رکھتے تھے، لوگ جلدی جمع ہو جاتے تو جماعت جلدی کرا دیتے اور اگر لوگ دیر کرتے تو جماعت تاخیر سے کراتے تھے۔[بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب : ٥٦٠۔ مسلم : ٦٤٦]

جن علاقوں میں دن رات عمومی ترتیب سے ہٹ کر ہیں:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ چالیس دن دنیا میں رہے گا۔ پہلا دن ایک سال، دوسرا ایک مہینے اور تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا، باقی ایام عام دنوں کے مطابق ہوں گے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''سال کے برابر دن میں ہمیں ایک دن کی (یعنی پانچ) نمازیں کافی ہوں گی؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اس میں اندازے

سے (پورے سال کی) نمازیں ادا کرتے رہنا۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ٢٩٣٧]

اس سے ثابت ہوا کہ جن ممالک میں وقت عام اصول سے ہٹ کر ہے، یعنی جن میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، یا اس سے کم وبیش، وہاں لوگوں کو اندازے سے ہر روز پانچ نمازیں ادا کرنی چاہییں۔

جن ممالک میں دن رات عام اصول سے ہٹ کر ہیں ، ان کی دو صورتیں ہیں، بعض علاقوں میں معمولی سی روشنی کے ذریعے دن رات کا فرق ہوتا ہے، وہاں اس فرق کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کیے جائیں گے اور بعض علاقوں میں دن رات کا بالکل فرق نہیں ہوتا، وہاں اس قریبی علاقے کے حساب سے جہاں دن رات عام اصول سے چلتے ہیں، نماز کا وقت مقرر کر لیں۔

نمازوں کے ممنوع اوقات:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ ...... ثُمَّ صَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ، حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ، حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ » [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب إسلام عمرو بن عبسة : ٨٣٢]

”صبح کی نماز پڑھ، پھر سورج کے طلوع ہو کر بلند ہونے تک نماز سے رک جا...... پھر نماز پڑھ، کیونکہ اس وقت کی نماز کی گواہی کراماً کاتبین دیں گے اور فرشتے حاضر ہوں گے، پھر جب (دوپہر کے وقت) نیزے کا سایہ اس کے سر پر آ جائے تو نماز سے رک جا، کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ آ گے

بڑھنے لگے تو نماز پڑھ، کیونکہ اس وقت کی نماز میں فرشتے گواہی دیں گے اور حاضر ہوں گے، یہاں تک کہ تو نماز عصر پڑھ لے تو پھر نماز سے رک جا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔"

یعنی نماز تین اوقات میں پڑھنا ممنوع ہے:

① جب سورج طلوع ہو رہا ہو، یہاں تک کہ مکمل طلوع ہو جائے۔

② دوپہر کو سورج کے بالکل سر پر کھڑا ہونے سے لے کر زوال ہونے تک۔

③ سورج کے غروب ہونے سے لے کر مکمل غروب ہو جانے تک۔

⌘ لیکن عصر کے بعد اگر سورج بلند اور صاف ہو تو نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ » [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت نحوها : ٥٩١]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں عصر کے بعد دو رکعات پڑھنا کبھی ترک نہیں کیا۔"

⌘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً مُرْتَفِعَةً » [نسائی، کتاب المواقیت، باب الرخصة فی الصلاة بعد العصر : ٥٧٤۔ أبو داوٗد : ١٢٧٤۔ صحیح]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، سوائے اس کے کہ سورج سفید، صاف اور بلند ہو۔"

⌘ اگر نماز فجر لیٹ ہو گئی کہ سورج طلوع ہونے لگے تو نماز سے رکے رہیں، حتیٰ کہ سورج مکمل طلوع ہو جائے۔ اسی طرح اگر عصر لیٹ ہو جائے کہ سورج غروب ہونے لگے تو سورج مکمل غروب ہونے تک نماز سے رکے رہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«إِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَبْرُزَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيبَ» [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها : ٨٢٩]

”جب سورج کی ٹکیہ طلوع ہونے لگے تو نماز سے رکے رہو، حتیٰ کہ مکمل طلوع ہو جائے اور جب سورج غروب ہونے لگے تو نماز کو مؤخر کرو، حتیٰ کہ مکمل غروب ہو جائے۔“

- جمعہ کے دن زوال کے وقت مسجد میں آ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔[تفصیل جمعہ کے باب میں ملاحظہ فرمائیں]
- حرم مکی میں کوئی وقت ممنوع نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا يَطُوفُ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَيُصَلِّي أَيَّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ» [أبو داوٗد، كتاب المناسك، باب الطواف بعد العصر : ١٨٩٤۔ نسائي : ٢٩٢٧۔ ترمذي : ٨٦٨۔ صحيح]

”تم دن اور رات کے کسی بھی وقت میں اس گھر میں طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے کسی کو نہ روکو۔“

- اگر صحیح وقت میں نماز شروع کی پھر ممنوع وقت شروع ہو گیا تو نماز مکمل کر لے۔[بخاري، كتاب مواقيت الصلٰوة، باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب : ٥٥٦۔ مسلم : ٦٠٨]

اذان واقامت کا بیان

⌘ اذان اسلام کا شعائر اور مسلمانوں کی علامت ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر حملہ کرنا چاہتے تو صبح ہونے تک حملہ نہ کرتے، پھر اگر اذان سن لیتے تو رک جاتے (کہ وہاں مسلمان ہیں، شب خون مارنے پر ان کا نقصان ہوگا) اور اگر اذان نہ سنتے تو صبح ہوتے ہی حملہ کر دیتے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی الاسلام......الخ : ۲۹٤۳]

⌘ جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کسی شخص کو اذان کہنی چاہیے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من قال لیؤذن ...... الخ : ٦٢٨۔ مسلم : ٦٧٤]

⌘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے، وہاں تک جہاں اسے اذان سنائی نہ دے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التأذین : ٦٠٨۔ مسلم : ۳۸۹/۹]

مؤذن کی فضیلت:

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ [حم السجدة : ۳۳]

''اس شخص سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ »[مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه : ٣٨٧]

''قیامت کے دن سب سے لمبی گردنیں مؤذنوں کی ہوں گی (یعنی وہ مرتبے میں سب سے اونچے ہوں گے)۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے اور صف اول میں کیا اجر ہے، پھر ان کے لیے قرعہ اندازی کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہتا تو وہ ضرور اس پر قرعہ اندازی ہی کرتے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الاستهام في الأذان : ٦١٥۔ مسلم : ٤٣٧]

⌘ اور فرمانِ رسول ﷺ ہے :

« اَلْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهٗ بِمَدِّ صَوْتِهٖ وَيُصَدِّقُهٗ مَنْ سَمِعَهٗ مِنْ رَطْبٍ وَيَابِسٍ، وَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰى مَعَهٗ » [نسائی، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالأذان : ٦٤٧۔صحيح]

''مؤذن کو بلند آواز سے اذان کہنے کی وجہ سے بخش دیا جاتا ہے اور جو بھی تر، یا خشک چیز اس کی آواز سنتی ہے وہ اس کی تصدیق کرے گی (یعنی گواہی دے گی) اور اس کے لیے ان لوگوں (کے ثواب) کے برابر ثواب ہے جو اس کی اذان پر نماز کے لیے آتے ہیں۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

''امام ضامن اور ذمہ دار ہے اور مؤذن امین اور قابل اعتماد ہے۔ اے اللہ! اماموں کو (صحیح علم وعمل کی) ہدایت دے اور مؤذنوں کی بخشش فرما۔'' [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت : ٥١٧۔ ترمذی : ٢٠٧۔ صحيح]

⌘ اور مؤذن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''آپ کا رب بکریوں کے اس چرواہے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر اذان کہتا اور نماز پڑھتا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''میرے اس بندے کو دیکھو، مجھ سے ڈر کر اذان کہہ رہا اور نماز پڑھ رہا ہے، میں نے اسے بخش دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔'' [نسائی، كتاب الأذان، باب الأذان لمن يصلي وحده : ٦٦٧۔ أبو داؤد : ١٢٠٣۔ صحيح]

اذان کہنے کے آداب:

⌘ نماز اور طواف کے علاوہ کسی کام کے لیے وضو شرط نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الأطعمة، باب في غسل اليدين عند الطعام : ٣٧٦٠۔ ترمذی : ١٨٤٧۔ نسائی : ١٣٢۔ صحيح]

⌘ اذان کے لیے وضو والی حدیث ضعیف ہے۔ [إرواء الغليل : ٢٢٢]

⌘ تاہم سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے اذان کہنے سے پہلے وضو کیا۔ [أبو داؤد، كتاب الخراج، باب في الإمام يقبل هدايا المشركين : ٣٠٥٥۔ ابن حبان : ٦٣٥١۔ إسناده حسن لذاته]

⌘ اذان کھڑے ہو کر کہنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے بلال! کھڑا ہو اور نماز کے لیے اذان کہہ۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب بدء الأذان : ٦٠٤۔ مسلم : ٣٧٧]

⌘ قبلہ رخ ہونا۔ [مسند السراج، ح : ٦١۔ إسناده صحيح قاله الشيخ المحدث الثقة أبو البدر إرشاد الحق الأثري حفظه الله]

نیز آج تک امت کا عمل بھی اسی پر ہے۔

⌘ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے ہوئے انگلیاں کانوں میں رکھتے تھے۔ [ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء في إدخال الأصبع في الأذن عند الأذان : ١٩٧۔ ابن ماجه : ٧١١۔ صحيح]

- سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان میں "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" کہتے ہوئے اپنا چہرہ دائیں طرف اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کہتے ہوئے بائیں سمت پھیرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه ...... الخ : ٦٣٤۔ مسلم : ٥٠٣]
- اذان اس آدمی کو کہنی چاہیے جس کی آواز اچھی و خوبصورت ہو۔ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آواز پسند آئی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان سکھائی۔ [ابن خزيمة : ١٩٥/١، ح : ٣٧٧]
- اذان بلند آواز سے کہنی چاہیے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا: ''جب تو نماز کے لیے اذان کہے تو بلند آواز سے کہہ۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء : ٦٠٩]
- سپیکر نہ ہو تو بلند جگہ اذان کہنی چاہیے۔ ایک صحابیہ فرماتی ہیں: ''میرا مکان مسجد کے اردگرد تمام مکانوں سے بلند تھا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس پر چڑھ کر اذان کہتے تھے۔'' [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الأذان فوق المنارة : ٥١٩۔ حسن]
- مؤذن اگر اذان میں غلطی کر رہا ہو تو اس کی اصلاح کر دینی چاہیے۔ عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں: ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش والے دن خطبہ دیا، جب مؤذن " حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" پر پہنچا تو انھوں نے فرمایا: ''اب یہ کہہ " اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ " (نماز گھروں ہی میں پڑھ لو)۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الكلام في الأذان : ٦١٦۔ مسلم : ٦٩٩/٢٧]
- غلط وقت پر اذان ہو جائے تو اعلان کر کے لوگوں کو بتانا چاہیے۔ ایک دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے پہلے ہی اذان کہہ دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ جا کر اعلان کر دو کہ بندہ سو گیا تھا (یعنی نیند کی وجہ سے غلطی ہوگئی)۔ [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب في الأذان قبل دخول الوقت : ٥٣٢۔ صحيح]
- اذان کہنے پر اجرت لینے میں اختلاف ہے، کیوں کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اجرت پر مؤذن رکھنے سے منع کیا اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان دینے پر ایک تھیلی دی، جس میں چاندی کی کوئی چیز تھی۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں ان دونوں احادیث میں یہ تطبیق دی ہے کہ اجرت حرام اس وقت ہے جب مشروط ہو، اگر مشروط نہیں تو جائز ہے۔ منع والی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا))[أبو داود، كتاب الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين : ٥٣١ـ ترمذي : ٢٠٩ـ نسائي : ٦٧٣ـ ابن ماجه : ٧١٤ـ صحيح]

''ایسا مؤذن مقرر کرو جو اذان کہنے کی اجرت نہ لے۔''

اور سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اذان سکھائی اور میں نے اذان کہی، جب میں نے اذان مکمل کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی کی کوئی چیز تھی۔[نسائي، كتاب الأذان، باب كيف الأذان : ٦٣٣ـ مسند أحمد : ٤٠٩/٣، ح : ١٥٣٨٦ـ حسن]

اذان سے پہلے خودساختہ درود:

⌘ اذان سے پہلے بعض لوگ خودساختہ درود'' اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ '' وغیرہ پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور سے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ کے عہد تک کسی بھی وقت میں ایسے الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا۔ شیخ محمد بن عبدہ رحمہ اللہ مفتی مصر سے یہی سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''اذان کے کلمات پندرہ ہیں، جس کے آخر میں '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' ہے، اس سے پہلے اور بعد میں جو کلمات کہے جاتے ہیں سب نو ایجاد و بدعت ہیں۔'' [بدعات اوران کا شرعی پوسٹمارٹم: ۳۶۴]

اذان کے کلمات:

⌘ اذان کے کلمات مندرجہ ذیل ہیں:

« اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » [أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب كيف الأذان ؟ : ٤٩٩۔ ابن ماجه : ٧٠٦۔ صحيح]

⌘ فجر کی اذان میں " حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ " کے بعد یہ الفاظ بھی کہیں:

« اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب كيف الأذان ؟ : ٥٠٠۔ صحيح]

اقامت کے کلمات:

❁ اقامت کے کلمات مندرجہ ذیل ہیں:

« اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب كيف الأذان : ٤٩٩۔ ابن ماجه : ٧٠٦۔ صحيح]

❁ اقامت میں "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کہتے ہوئے دائیں اور بائیں گردن گھمانا ثابت نہیں۔

ترجیع والی اذان:

❁ ترجیع سے مراد یہ ہے کہ اذان میں شہادتین والے کلمات چار مرتبہ کہے جائیں، پہلی مرتبہ آہستہ آواز میں کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ...... دومرتبہ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ...... دومرتبہ

پھر دوسری بار بلند آواز میں کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ......دو مرتبہ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ......دو مرتبہ

باقی الفاظ عام اذان والے ہیں۔ [أبوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الأذان : ۵۰۲۔ نسائی : ۶۳۲۔ صحیح]

ترجیع والی اقامت:

✿ ترجیع والی اقامت میں مندرجہ ذیل کلمات ہیں:

« اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » [أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الأذان : ۵۰۲۔ نسائی : ۶۳۲۔ صحیح]

بعض لوگوں نے ترجیع والی اذان کا انکار کیا ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ترجیع والی اقامت کا نہ صرف اقرار کیا، بلکہ اسے لازم سمجھا ہے اور بغیر ترجیع والی اقامت کا انکار کر دیا ہے۔ یعنی ترجیع والی اذان کا انکار کر دیا اور بغیر ترجیع والی اقامت کا انکار کر دیا۔ حالانکہ ترجیع والی اذان اور اقامت بھی ثابت ہے اور بغیر ترجیع والی اذان واقامت بھی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان اطہر سے خود سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو ترجیع والی اذان واقامت سکھائی۔

ترجیع والی اذان کو رد کرنے کے لیے کئی طرح کے عذر لنگ تراشے گئے، مثلاً ایک نے کہا اہل مکہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو شہادتین دو دفعہ کہنے کا حکم دیا، تاکہ اہل مکہ کے دلوں میں توحید و رسالت پختہ ہو جائے۔

دوسرے نے کیا خوب فرمایا کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نئے مسلمان ہوئے تھے، ان کے دل میں توحید و رسالت پختہ کرنے کے لیے یہ کلمات دو دو بار کہنے کا حکم دیا گیا اور ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے انھیں ہمیشہ اذان کا حصہ بنا لیا۔ [نعوذ باللہ من ذٰلك]

تیسرے نے کہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان سکھا رہے تھے تو انھوں نے اپنے خاندان سے ڈر کر آہستہ آواز میں پڑھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ڈرو نہیں اور بلند آواز سے دوبارہ یہ کلمات پڑھنے کا حکم دیا اور ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے دوسری مرتبہ والے کلمات کو بھی اذان کا حصہ سمجھ لیا۔ اگر شہادتین دو دفعہ پڑھانے کا مقصد ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا یا اہل مکہ کا ایمان پختہ کرنا تھا تو ایک مخصوص وقت کے لیے ہونا چاہیے تھا، بعد میں چھوڑنے کا حکم دیا جاتا، لیکن یہ کہیں ثابت نہیں، بلکہ اس کے برعکس منقول ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اپنی آخر عمر تک یہی اذان کہتے رہے۔ [أسد الغابة : ٦/٢٧٣، ت : ٦٢٢٩]

اگر سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے ان کلمات کو اذان کا حصہ بنایا، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصحیح کیوں نہ کی؟ اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ ہو سکا تو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیتا، لیکن نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، نہ اللہ نے اس سے روکا اور نہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس کی اصلاح کی اور سب کی موجودگی میں اللہ کے گھر اور اسلام کے مرکز میں سالہا سال تک اذان غلط ہوتی رہی ......؟ معلوم ہوا کہ ان کا یہ دعویٰ غلط اور مسلک کے تحفظ کے لیے ایک عذر لنگ کے سوا کچھ نہیں۔

اگر ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان غلط تھی تو ان کی اقامت کیوں تسلیم کر لی گئی؟ اگر ان کی اقامت درست ہے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اقامت کا انکار کس بنیاد پر کیا گیا؟ اس میں کیا خامی تھی؟ ایک عام فہم آدمی بھی ایسی نرالی فقہ نہیں مان سکتا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان لی جائے اور اقامت کا انکار کیا جائے اور ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اقامت مان لی جائے اور اذان کا انکار کر

دیا جائے اور کسی ایک بھی حدیث پر مکمل عمل نہ کیا جائے۔

دونوں اذانیں اور دونوں اقامتیں صحیح ہیں، کسی ایک کا بھی انکار درست نہیں۔اسی طرح یہ بھی یاد رہے کہ جو اذان کہی جائے اسی کے ساتھ والی اقامت کہی جائے۔مثلاً اگر اذان سیدنا بلال رضی اللہ عنہ والی کہی ہے، تو اقامت بھی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ والی کہنی چاہیے۔اگر اذان سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ والی کہی ہے تو اقامت بھی انھی والی کہی جائے، یعنی جس حدیث پر بھی عمل کریں، مکمل عمل کریں۔

سفر میں اذان و اقامت:

⌘ سفر میں اذان، اقامت اور جماعت ایسے ہی ضروری ہے جیسے حضر میں۔نبی ﷺ نے سفر پر جانے والے دو آدمیوں سے فرمایا:

''جب تم سفر پر نکلو تو راستے میں اذان کہنا، پھر اقامت کہنا، پھر تم میں سے جو بڑا ہے وہ جماعت کرائے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر ...... الخ : ٦٣٠۔ مسلم : ٦٧٤/٢٩٣]

⌘ سفر میں سواری پر بیٹھ کر اذان کہنا جائز ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں سواری پر اذان کہتے اور نیچے اتر کر نماز ادا کرتے۔[إرواء الغليل : ٢٢٦۔ حسن]

اکیلے آدمی کے لیے اذان و اقامت:

⌘ اکیلے آدمی کو باجماعت نماز پڑھنے کے لیے اذان و اقامت کہنی چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آپ کا رب بکریوں کے اس چرواہے سے بہت خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر اذان کہتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے اس بندے کی طرف دیکھو، وہ اذان کہتا ہے اور نماز کے لیے اقامت کہتا ہے، وہ مجھ سے ڈرتا ہے، یقیناً میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا اور میں اسے جنت میں داخل

کروں گا۔“ [نسائی، کتاب الأذان، باب الأذان لمن یصلی وحده : ٦٦٧۔
أبو داوٗد : ١٢٠٣۔ صحیح]

نمازیں جمع کرنے کی صورت میں اذان واقامت:

⌘ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر حج کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”پھر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، صحابی نے پھر اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ٢٩٥٠]

یعنی اذان سب نمازوں کے لیے ایک، جبکہ اقامت ہر نماز کے لیے الگ الگ۔

دوسری جماعت کے لیے اذان واقامت:

⌘ ایک جگہ جماعت ہو چکی، کچھ لوگ دوسری جماعت کرانا چاہتے ہیں تو انھیں اذان و اقامت کہنی چاہیے، بخاری میں حدیث ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے، جماعت ہو چکی تھی، تو انھوں نے اذان اور اقامت کہی اور جماعت کروائی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، تعلیقًا قبل الحدیث : ٦٤٥۔ وصله أبو یعلی فی مسنده : ٣/٤٦٨، ح : ٤٣٣٨]

⌘ دوسری جماعت اذان کے بغیر بھی جائز ہے۔ [شرح معانی الآثار : ١/٣٩٢]

⌘ دوسری جماعت والوں کو اقامت ضرور کہنی چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جماعت کے ساتھ اقامت کہلواتے تھے۔

⌘ اگر ایک آدمی نے تنہا نماز شروع کی، لیکن بعد میں ایک اور آدمی جماعت کی نیت سے ساتھ مل گیا اور انھوں نے باجماعت نماز شروع کر دی تو انھیں اذان و اقامت کی ضرورت نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ”کون (اس کے ساتھ نماز پڑھ کر) اس پر صدقہ کرے گا؟“ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھی (بغیر اذان واقامت کے)۔ [ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الجماعة ...... الخ : ٢٢٠۔ أبو داوٗد : ٥٧٤۔ صحیح]

قضا نمازوں کے لیے اذان واقامت:

⌘ نماز قضا ہو جائے تو بھی جماعت کروانے کے لیے اذان اور اقامت کہنی چاہیے۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ایک سفر کا حال بیان کرتے ہیں کہ کوئی بھی صبح کے وقت بیدار نہ ہوسکا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا ...... تو آپ نے فرمایا: ''اے بلال ! اٹھ اور نماز کے لیے اذان کہہ۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر جب سورج بلند ہو کر چمکنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی۔ [بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الأذان بعد ذھاب الوقت : ۵۹۵۔ مسلم : ۶۸۱]

فجر سے قبل رات کو اذان:

⌘ رات کے وقت فجر سے قبل اذان کہنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلال کی اذان تمھیں سحری کھانے سے روک نہ دے، کیونکہ وہ رات کے وقت اذان دیتے ہیں، تاکہ جو نمازی نماز پڑھ رہے ہیں وہ رک جائیں اور جو لوگ سوئے ہوئے ہیں وہ بیدار ہو جائیں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان قبل الفجر : ۶۲۱۔ مسلم : ۱۰۹۳]

⌘ رات اور فجر کی اذان میں کوئی زیادہ وقفہ نہیں ہوتا تھا، مسلم میں راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں اذانوں میں اتنا وقفہ ہوتا کہ ایک اذان دے کر نیچے اتر رہا ہے اور دوسرا اذان دینے کے لیے اوپر چڑھ رہا ہے۔ [مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم ...... الخ : ۱۰۹۲/۳۸]

⌘ اذان واقامت صرف فرض نماز کے لیے ہے، نفل کے لیے نہیں۔

⌘ کسی آفت کے وقت اذان کہنا جائز نہیں ہے۔

اذان واقامت کے الفاظ میں کمی بیشی کرنا:

⌘ اذان واقامت کے الفاظ میں کمی بیشی یا تبدیلی کرنا بدعت ہے۔ جناب مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا کہ ایک آدمی نے ظہر یا عصر کی اذان

میں تحویب کی (یعنی بعد میں "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" وغیرہ کہا) تو وہ فرمانے لگے: "مجھے یہاں سے لے چلو، بلاشبہ یہ بدعت ہے۔" [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب في التثويب : ٥٣٨۔ حسن]

اذان واقامت کب کہنی چاہیے؟:

⌘ اذان اول وقت ہی میں کہنی چاہیے، بلاوجہ دیر نہیں کرنی چاہیے، لیکن اقامت امام کے آنے پر کہنی چاہیے۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان وقت سے لیٹ نہیں کرتے تھے، لیکن اقامت میں کبھی کبھار تھوڑی بہت تاخیر کر لیتے تھے۔ [ابن ماجه، كتاب الأذان، باب السنة في الأذان : ٧١٣۔ حسن]

⌘ اور مسلم میں حدیث ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ زوال کے وقت اذان کہہ دیتے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے سے پہلے نماز کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آتا دیکھتے تو اقامت کہتے۔ [مسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلاة ؟ : ٦٠٦]

اذان واقامت کے درمیان وقفہ:

⌘ مذکورہ بالا دونوں احادیث سے پتا چلتا ہے کہ اذان واقامت میں وقفہ ہونا چاہیے۔

⌘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ـ ثَلَاثًا ـ لِمَنْ شَاءَ » [بخاري، كتاب الأذان، باب كم بين الأذان ...... الخ : ٦٢٤]

"اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھو۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا: "جو چاہتا ہے پڑھے۔"

اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ اذان اور اقامت میں کچھ وقفہ ہونا چاہیے۔ یہ کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دیکھتے کہ لوگ جلدی آ گئے ہیں تو جماعت جلدی کرا دیتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے

تاخیر کردی ہے تو جماعت میں تاخیر کر دیتے۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت المغرب : ٥٦٠۔ مسلم : ٦٤٦]

کیا اقامت اور جماعت کے درمیان وقفہ جائز ہے؟:

⌘ اقامت اور جماعت کے درمیان کسی وجہ سے کچھ وقفہ ہو جائے، یا کوئی بات کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ نماز کھڑی ہوئی اور صفیں درست ہوگئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے، پھر آپ کو یاد آیا کہ میں جنبی ہوں، تو آپ نے ہمیں حکم دیا کہ تم اپنی جگہ رکے رہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لیے گھر چلے گئے اور پھر ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، پھر آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب هل يخرج من المسجد لعلة ؟ : ٦٣٩۔ مسلم : ٦٠٥]

⌘ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اقامت اور جماعت کے درمیان طویل وقفہ بھی ہو جائے تو دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔

اقامت کون کہے؟:

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مؤذن ہی اقامت کہتا تھا، اس لیے مؤذن ہی کو اقامت کہنی چاہیے۔

⌘ لیکن ایک شخص اذان کہے اور دوسرا اقامت، تو یہ جائز ہے، کیونکہ ایسا کرنا کسی صحیح حدیث سے ممنوع نہیں ہے۔

اذان کے بعد مسجد سے باہر نکلنا:

⌘ اذان ہو جانے کے بعد بغیر شرعی عذر مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اذان کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھا تو فرمانے لگے: ''اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب النهي عن الخروج ...... الخ : ٦٥٥]

⌘ اگر کوئی شرعی عذر ہے تو اذان بلکہ اقامت کے بعد بھی مسجد سے نکلا جا سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو اقامت ہونے کے بعد یاد آیا کہ وہ جنبی ہیں تو آپ ﷺ فوراً مسجد سے نکل گئے، غسل کیا، پھر آ کر نماز پڑھائی۔ [بخاری : ٦٣٩۔ مسلم : ٦٠٥]

اذان کا جواب دینے کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے خلوص دل سے اذان کا جواب دیا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔''

[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن...... الخ : ٣٨٥]

اذان کا جواب دینے کا طریقہ:

⌘ مؤذن کے ساتھ ساتھ اذان کے کلمات کا جواب دینا چاہیے۔ [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......: ٣٨٥]

⌘ اذان کے جواب میں وہی کلمات دہرانے چاہییں جو مؤذن کہہ رہا ہے، سوائے ''حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ '' اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ '' کے۔ جب مؤذن یہ کلمات کہے تو سننے والے کو پڑھنا چاہیے: '' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ '' [بخاری، کتاب الأذان، باب ما یقول إذا سمع المنادی : ٦١١۔ مسلم : ٣٨٣]

⌘ '' اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کے جواب میں بھی یہی کلمات دہرانے ہیں اور ان کلمات کے جواب میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا بدعت ہے، کیونکہ یہ عمل کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

⌘ سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مؤذن کے شہادتین کے کلمات ادا کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے، اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے:

((وَ اَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا، وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا))[صحیح

ابن خزیمة : ۱/۲۲۰، ح : ٤٢٢۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن...... الخ : ۳۸٦]

’’اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں راضی ہوں اللہ کے رب ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر۔‘‘

⌘ ’’ اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ ‘‘ کے جواب میں یہی کلمات کہنے چاہییں ’’صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ وَ بِالْحَقِّ نَطَقْتَ ‘‘ کہنا ثابت نہیں۔

⌘ اقامت کا جواب دینا اگرچہ کسی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں ہے، لیکن اقامت کو بھی اذان کہا گیا ہے، اس لیے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اگر کوئی اقامت کا جواب دے لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)

⌘ اقامت میں ’’ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ ‘‘ کے جواب میں ’’ اَقَامَ اللّٰہُ وَ اَدَامَھَا ‘‘ کہنا جائز نہیں، کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے، قابل اعتماد نہیں۔ [احکام و مسائل از مولانا مبشر احمد ربانی : ۱٤۲]

⌘ اقامت ختم ہونے پر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ’’حَقٌّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ پڑھنا بدعت ہے، یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

اذان کے بعد کی دعائیں:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ، فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ ...... فَمَنْ سَأَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ))[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ ...... الخ : ۳۸٤]

’’جب تم مؤذن کی اذان سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، جس

نے مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا، پھر میرے لیے اللہ سے مقام وسیلہ کا سوال کرو...... کیونکہ جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی۔‘‘

لہٰذا اذان کا جواب دینے کے بعد درود شریف پڑھیں، کیونکہ جو درود ابراہیمی پڑھے گا، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر یہ دعائے وسیلہ پڑھیں:

« اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ » [بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء : ٦١٤۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ١/ ٤١٠، ح : ١٩٣٣ و إسناده صحیح]

’’اے اللہ! اس کامل دعوت اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمد ﷺ کو مقامِ وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انھیں مقام محمود پر فائز فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔‘‘

اذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنا:

⌘ اذان اور اقامت کے درمیان زیادہ سے زیادہ دعائیں کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ »[أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء بین الأذان والإقامة : ٥٢١۔ ترمذی : ٢١٢۔ صحیح]

’’اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔‘‘

قبلہ کی طرف رخ کرنا

قبلہ کی طرف رخ کرنا:

⌘ قبلہ کے پاس ہوں تو بالکل قبلہ کے سامنے کھڑے ہوں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ﴾ [البقرة : ١٤٤]

''جہاں بھی تم ہو اپنے چہرے مسجد حرام کی طرف پھیرو۔''

⌘ اگر ایسی جگہ ہوں جہاں قبلہ نظر نہیں آتا تو قبلہ کی سمت نماز پڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا:

((مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ))[ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء أن ما بين المشرق والمغرب قبلة : ٣٤٢۔ صحیح]

''مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے۔''

⌘ اگر قبلہ کی سمت کا علم نہ ہو تو تلاش کریں اور جس طرف دل زیادہ مطمئن ہو اسی طرف نماز پڑھ لیں۔

⌘ اگر نماز کے دوران میں علم ہو جائے کہ سمت غلط ہے، تو فوراً صحیح طرف پھر جانا چاہیے۔

⌘ کوئی شخص لاعلمی کی وجہ سے غلط سمت نماز پڑھ رہا ہو تو اسے بتا دینا چاہیے، جب قبلہ بیت المقدس سے تبدیل ہو کر بیت اللہ بن گیا، تو کچھ لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا، وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، پاس سے گزرنے والے آدمی نے بلند آواز سے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبہ کی سمت نماز پڑھی ہے۔'' تو لوگوں نے نماز کے دوران ہی میں اپنا رخ پھیر لیا۔ [بخاری، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان : ٣٩٩۔ مسلم : ١١٨٦]

⌘ اگر غیر سمت نماز پڑھ لی اور بعد میں معلوم ہوا کہ سمت غلط تھی تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، اندھیری رات کی وجہ سے ہمیں قبلہ کی سمت معلوم نہ ہوئی، ہر شخص نے اپنے ذہن کے مطابق نماز ادا کر لی۔ صبح جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات پیش کی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ﴾ [البقرة : ١١٥] [ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء في الرجل يصلي لغير القبلة في الغيم : ٣٤٥۔ حسن]

''تم جدھر بھی پھرو اسی طرف اللہ کا چہرہ ہے۔''

⌘ سواری پر نفل نماز پڑھنی ہو تو ایک دفعہ قبلہ رخ ہونا ضروری ہے، اس کے بعد ضروری نہیں۔ (تفصیل ''نفل نمازوں کا بیان'' میں ملاحظہ فرمائیں)

⌘ حالت خوف میں جب آدمی بھاگتے ہوئے نماز پڑھے، تو قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ (تفصیل ''نمازِ خوف'' میں ملاحظہ فرمائیں)

نیت اور خشوع وخضوع کا بیان

نیت کا بیان:

⌘ نماز سے پہلے دل میں نیت کرنا لازمی ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ)) [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللّٰه ﷺ......الخ : ۱]

''تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے۔''

نیت کا معنی ارادہ ہے اور ارادہ کرنا دل کا فعل ہے، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے، حتیٰ کہ کسی تابعی اور امام نے اسے پسند نہیں کیا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی انسان سیدنا نوح علیہ السلام کی عمر کے برابر تلاش کرتا رہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے زبان سے نیت کی ہو تو وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوگا، سوائے سفید جھوٹ بولنے کے، اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو صحابہ کرام سب سے پہلے کرتے اور ہمیں بتا کر جاتے۔'' [اغاثة اللهفان، الفصل الأول فی النیة فی الطهارة والصلاة : ۱۵٦، النسخة الأخری : ۱/ ۱۳۸]

لہٰذا ثابت ہوا کہ نیت دل سے کرنی چاہیے، زبان سے الفاظ کہنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہیں اور یہ عمل بے اصل اور بدعت ہے اور اس سے پرہیز لازمی ہے۔

⌘ نیت نماز شروع کرنے سے پہلے کرنی چاہیے۔

⌘ نیت کے دو حصے ہیں، پہلا یہ کہ کام کس کے لیے کرنا ہے اور دوسرا حصہ یہ کہ کون سا کام کرنا ہے۔ پہلے کا جواب یہ ہے کہ نماز خالص اللہ کے لیے ہے، اسی کو اخلاص کہتے ہیں۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ فلاں نماز پڑھنے لگا ہوں، مثلاً فجر یا ظہر، یا کوئی دوسری، فرض یا نفل، اتنی رکعات ہیں، ادا ہے یا قضا، یہ پوری تفصیل ذہن میں ہونی چاہیے۔[الکافی لابن قدامه رحمه الله : ١/ ٢٧٥، ٢٧٦]

خشوع وخضوع کا بیان:

⌘ خشوع وخضوع نماز کی جان ہے، نماز کی قبولیت اور اس کے ثواب میں کمی بیشی کا انحصار اسی پر ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: ”صَلَاةٌ بِلَا خُشُوْعٍ كَجِسْمٍ بِلَا رُوْحٍ“ کہ بغیر خشوع کے نماز ایسے ہے جیسے روح کے بغیر جسم۔

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴾ [المؤمنون : ١، ٢]

”ایماندار لوگ کامیاب ہو گئے، وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔“

⌘ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”علم میں سے سب سے پہلی چیز جو لوگوں سے اٹھالی جائے گی، وہ خشوع ہوگا، ممکن ہے کہ تو کسی جامع مسجد میں داخل ہو اور تجھے پوری جماعت میں سے ایک شخص بھی خشوع والا نہ ملے۔“ [ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی ذهاب العلم : ٢٦٥٣ ـ صحیح]

⌘ نماز کے تمام ارکان نہایت اہم ہیں، لیکن جو مقام خشوع کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے رکن کو حاصل نہیں، خشوع وخضوع سے نماز کا لطف بھی آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول بھی ہوتی ہے۔ (ان شاء اللہ) شریعت اسلامیہ نے بہت سارے ایسے اعمال بتائے ہیں، جن کا خیال رکھنے سے نماز میں خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:

① جب پیشاب، پاخانہ یا پیٹ میں گیس کا شدید دباؤ ہو تو نماز ادا نہ کریں، پہلے اس سے فارغ ہو جائیں۔

② اسی طرح جب بھوک لگی ہو اور کھانا بھی موجود ہو، تو نماز نہ پڑھیں، پہلے کھانا کھا لیں۔
[مسلم، کتاب المساجد، باب کراهية الصلاة بحضرة الطعام...... الخ : ٥٦٠]

③ شدید نیند آ رہی ہو تب بھی نماز نہ پڑھیں، بلکہ پہلے نیند پوری کر لیں۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب أمر من نعس في صلاته...... الخ : ٧٨٦]

④ جمائی شیطان کی طرف سے آتی ہے، اس لیے اسے روکنے کی کوشش کریں (کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے)۔ [مسلم، كتاب الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب : ٢٩٩٤]

⑤ ایسا لباس پہن کر یا ایسی جگہ اور مصلّٰی پر نماز نہ پڑھیں کہ جس کی طرف دھیان جانے کا خطرہ ہو۔[بخاری، كتاب الصلاة، باب إذا صلى في ثوب ...... الخ : ٣٧٣، ٣٧٤]

⑥ باتیں کرنے والے لوگوں کے قریب نماز نہ پڑھیں۔[أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة إلى المتحدثين والنيام : ٦٩٤۔ حسن]

⑦ نماز ادا کرتے وقت اپنے سامنے سترہ رکھ لیں اور اس کے قریب کھڑے ہوں، کسی کو آگے سے گزرنے نہ دیں۔ (اس کی تفصیل ''سترہ کا بیان'' میں آ رہی ہے)

⑧ جماعت میں ہوں تو ساتھ والے سے اس طرح مل کر کھڑے ہوں کہ بیچ میں جگہ خالی نہ ہو۔ (اس کی تفصیل جماعت کے باب میں ملاحظہ کریں)

⑨ نماز پڑھتے ہوئے دل میں یہ خیال پیدا کریں کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا اسے دیکھ رہا ہوں، اگر یہ خیال پیدا نہ ہو تو کم از کم یہ خیال ضرور پیدا کریں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔
[بخاری، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان...... الخ : ٥٠]

⑩ ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر پڑھیں۔ [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحكمة : ٤١٧١۔ حسن]

⑪ نماز کا ترجمہ یاد کریں، تاکہ ہمیں علم ہو کہ ہم اپنے رب سے کیا کہہ رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا:
﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ﴾
[النساء : ٤٣]

''اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ جو کچھ تم کہتے ہو اسے سمجھنے لگو۔''

اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ معلوم ہونا چاہیے اور جب تک دعاؤں کا ترجمہ نہیں آئے گا تو کیسے معلوم ہوگا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟

⑫ نماز میں ادھر ادھر ہرگز نہ جھانکیں، اس سے شیطان نمازی کا خیال دوسری طرف لگا دیتا ہے۔[بخاری، کتاب الأذان، باب الالتفات فی الصلاۃ : ۷۵۱]

⑬ نماز میں بلاوجہ خلاف نماز حرکت نہیں کرنی چاہیے۔

⑭ نماز کے دوران میں وسوسے اور خیالات آئیں تو " اَعُوْذُ بِاللّٰہِ " پڑھ کر بائیں طرف تھوک دیں۔ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں بھولنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ، وَاتْفُلْ عَلٰى يَسَارِكَ ثَلَاثًا))[مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من شیطان الوسوسة فی الصلاۃ : ۲۲۰۳]

''یہ شیطان (ایسا کرتا) ہے، اس کو خنزب کہا جاتا ہے، جب تو اسے محسوس کرے تو " اَعُوْذُ بِاللّٰہِ " پڑھ اور بائیں طرف تین بار تھوک دے۔''

⌘ بعض لوگ نماز میں خشوع پیدا کرنے کے لیے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔ (تفصیل ''نماز میں نظر کا مسئلہ'' میں ملاحظہ فرمائیں)

سترہ کا بیان

شیطان آدمی کی نماز خراب کرنے کے لیے اس کے دل میں وسوسے ڈالتا اور اس کے خیالات کو ادھر ادھر بھٹکاتا ہے، تو شریعت نے شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے نمازی کو اپنے سامنے سترہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اس کے قریب کھڑا ہو، کہیں شیطان اس پر اس کی نماز کو توڑ نہ دے۔'' [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب الدنو من السترة : ٦٩٥۔ صحيح]

لہٰذا اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ سترہ لاٹھی، برچھی، دیوار، ستون اور درخت سمیت کسی بھی آڑ بننے والی چیز کو بنایا جا سکتا ہے اور یہ طول میں ہونا چاہیے، عرض میں نہیں۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ ایک لمبے بانس وغیرہ کو عرض میں سامنے رکھ لیا جاتا ہے، جو زمین سے ایک ڈیڑھ فٹ اونچا ہوتا ہے، یہ انداز ٹھیک نہیں۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ سترہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

" يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ بِالطُّوْلِ لَا بِالْعَرْضِ " [ابن حبان، قبل الحديث : ٢٣٧٧]

''سترہ طول میں ہونا چاہیے، نہ کہ عرض یعنی چوڑائی میں۔''

سترے کی اہمیت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ، فَإِنَّهٗ يَسْتُرُهٗ إِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ » [مسلم، كتاب الصلاة، باب قدر ما يستر المصلي : ٥١٠]

''تمھارا کوئی جب نماز پڑھنے لگے اور اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے ہو تو وہ آڑ کے لیے کافی ہے۔''

⌘ اور ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تُصَلِّ إِلَّا إِلٰى سُتْرَةٍ » [ابن خزيمة : ٢/٣٠٥، ح : ٧٧٥۔ ابن حبان : ٢٣٦٢۔ اسے علامہ الالبانی نے صحیح اور شعیب ارنؤوط نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

''کبھی سترے کے بغیر نماز نہ پڑھو۔''

⌘ سامنے سترہ رکھ کر نماز پڑھنا افضل ہے، لیکن یہ فرض نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے بغیر سترہ کے نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ میں اور بنو ہاشم کا ایک لڑکا گدھے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، ہم گدھے سے اترے اور اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا، پھر آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔'' ایک شخص نے پوچھا: ''کیا آپ کے سامنے نیزہ تھا؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''نہیں۔'' [مسند أبي يعلى : ٢/٤٢٥، ح : ٢٤١٧۔ و النسخة الأخرى : ٢٤٢٣۔ صحيح]

سترے کے مقاصد و فوائد:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَمُرُّ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا » [صحيح ابن حبان : ٢٣٧٥۔ حسن]

''جب کوئی نماز پڑھے تو سترہ رکھے اور اس کے قریب کھڑا ہو، کیونکہ شیطان (نماز میں خلل ڈالنے کے لیے) نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرتا ہے۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَاِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ، فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ، اَلْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ »[مسلم، كتاب

الصلاة، باب قدر ما يستر المصلي : ٥١٠]

”نمازی کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کی مانند سترہ نہ ہو تو گدھا، (بالغ) عورت اور سیاہ کتا گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، سیاہ کتا شیطان ہے۔“

⌘ اگر نمازی کے سامنے سترہ نہیں تو مذکورہ بالا تین چیزوں میں سے کسی ایک کے آگے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی، اسے نئے سرے سے نماز پڑھنی چاہیے، یہی بات اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور چیز کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی، کیونکہ اس کے متعلق کوئی صحیح و واضح حدیث موجود نہیں۔

سترہ کے اندر سے گزرنے والے کو روکنا:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ » [بخاری، كتاب الصلاة، باب يرد المصلي من مر بين يديه : ٥٠٩۔ مسلم : ٥٠٥/٢٥٩]

”جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کو سامنے رکھ کر نماز پڑھے، جو اسے لوگوں سے بچائے، پھر اگر کوئی اس کے آگے سے گزرنا چاہے تو وہ نمازی اسے روکے، اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑائی کرے، کیونکہ وہ شیطان ہے۔“

⌘ سترہ کے پیچھے سے کسی کے گزرنے سے نقصان نہیں ہوتا۔ [مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة...... الخ : ٤٩٩]

سترے کی مقدار:

⌘ رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے سترہ کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ »[مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلي...... الخ : ٤٩٩]

”اونٹ کے پالان کے پچھلے حصہ کی اونچائی کے برابر ہونا چاہیے۔“

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''پالان کی پچھلی لکڑی ایک ہاتھ یا اس سے کچھ بڑی ہوتی ہے (یعنی ایک ہاتھ کے برابر سترہ کافی ہے)۔'' [أبوداوٗد، كتاب الصلاة، باب ما يستر المصلى : ٦٨٦۔ صحيح]

⌘ بیٹھے یا لیٹے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے اور اس کی حرکت سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ [بخاری، كتاب الصلاة، باب التطوع خلف المرأة : ٥١٣۔ مسلم : ٥١٢]

⌘ جانور کو بھی سترہ بنانا جائز ہے۔ [مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى والندب إلى الصلاة...... الخ : ٥٠٢]

⌘ جس روایت میں آتا ہے کہ اگر سترہ کے لیے کوئی چیز نہیں تو سامنے خط کھینچ لیا جائے، یہ ابن ماجہ (۹۴۳) اور ابو داوٗد (۶۸۹) وغیرہ میں ہے۔ اسے علامہ الالبانی رحمہ اللہ اور دیگر محققین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

سترہ کتنے فاصلے پر ہونا چاہیے؟:

⌘ سترہ سجدہ والی جگہ کے بالکل قریب ہونا چاہیے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ)) [بخاری، كتاب الصلاة، باب قدر كم ينبغي أن يكون بين المصلى والسترة ؟ : ٤٩٦۔ مسلم : ٥٠٨]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی اور دیوار کے درمیان صرف بکری گزرنے کی جگہ ہوتی تھی۔''

کیا مسجد میں سترہ کی ضرورت ہے؟:

⌘ نماز کے لیے سترہ کی ضرورت ہے، صحرا ہو یا مسجد، سفر ہو یا حضر، نماز فرض ہو یا نفل۔ سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ہمیشہ مسجد میں ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، کسی نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا: ''بلاشبہ میں دیکھتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہاں نماز پڑھتے تھے۔'' [بخاری، كتاب الصلوة، باب الصلاة إلى الأسطوانة : ٥٠٢۔ مسلم : ٥٠٩]

⌘ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ عید والے دن نکلے اور سامنے برچھی گاڑنے کا حکم دیا، پھر اس کی طرف نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ آپ ﷺ سفر میں بھی ایسا ہی کرتے تھے۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب سترۃ الإمام سترۃ من خلفه : ٤٩٤۔ مسلم : ٥٠١]

⌘ بعض لوگ سترے کو بالکل اہمیت نہیں دیتے اور مسجد میں آگے جگہ ہونے کے باوجود پچھلی صفوں بلکہ دروازے کے قریب نماز پڑھنے لگتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے، اگلی صف میں، یا کسی کونے میں، یا کم از کم گزرنے کی جگہ سے ہٹ کر نماز ادا کرنی چاہیے۔

امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے:

⌘ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ'' [بخاری، قبل الحدیث : ٤٩٣] ''امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔'' اس کے تحت وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما والی وہ حدیث لے کر آئے ہیں جس میں ہے کہ وہ صف کے بعض حصے سے گزرے تھے اور دو حدیثیں مزید۔

⌘ اگر امام کے سامنے سترہ ہے تو اس کے آگے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں، چاہے مقتدیوں کے آگے کوئی سترہ نہیں۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب سترۃ الإمام سترۃ من خلفه : ٤٩٥۔ مسلم : ٥٠٢]

⌘ بعض صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر منیٰ میں آیا، رسول اللہ ﷺ وہاں نماز پڑھا رہے تھے، میں بعض صف کے آگے سے گزرا، پھر میں نیچے اترا، گدھی کو چھوڑا اور صف میں شامل ہو گیا اور مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب سترۃ الإمام سترۃ من خلفه : ٤٩٣۔ مسلم : ٥٠٤]

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ »[بخاري، كتاب الصلاة، باب إثم المار بين يدي المصلي : ٥١٠ـ مسلم : ٥٠٧]

''نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو اس کے گناہ کا علم ہو جائے، تو وہ چالیس (سال، ماہ یا دن) تک ٹھہر جائے، یہ اس کے لیے اس کے سامنے سے گزرنے سے بہتر ہے۔''

راوی حدیث سالم بن ابی امیہ ابو النضر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے چالیس دن کہا، یا چالیس مہینے، یا پھر چالیس سال کہا۔''

نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلے سے گزرنا جائز ہے:

⌘ ابو داود (۷۰۴) کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ پتھر پھینکنے کے فاصلے کے بقدر جگہ چھوڑ کر نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ تین صف کے بقدر فاصلے پر سے گزرنا جائز ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اتنے فاصلے سے گزرنا جائز ہے، جہاں عام طور پر نمازی کی نظر نہ پڑے۔ لیکن اس حد بندی کے متعلق کوئی بھی صحیح و واضح حدیث موجود نہیں، رسول اللہ ﷺ نے مطلق نمازی کے آگے سے گزرنے سے منع فرمایا ہے اور گزرنے والے کے لیے سخت وعید فرمائی ہے، تو اتباع رسول ﷺ کا تقاضا یہی ہے کہ نمازی کے آگے سے کسی بھی صورت میں نہ گزرا جائے۔

نماز کا مسنون طریقہ

مسنون طریقہ کی اہمیت:

⌘ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر نماز ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ ﴾ [البقرة : ٢٣٩]

''نماز اس طرح پڑھو جس طرح اللہ نے تمھیں سکھائی ہے۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)) [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة والإقامة ...... الخ : ٦٣١]

''نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔''

⌘ مزید فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، جس کی نماز درست (یعنی محمد ﷺ کے) طریقے کے مطابق ہوئی وہ کامیاب و کامران ہو گا اور جس نے نماز بگاڑ دی (یعنی محمدی طریقے پر ادا نہ کی) وہ ناکام و نامراد ہو گا۔'' [ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء أن أول ما يحاسب به العبد......الخ : ٤١٣۔ نسائی : ٤٦٦۔ صحيح]

تکبیر تحریمہ کا بیان:

⌘ تکبیر تحریمہ سے نماز شروع ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ)) [أبوداوٗد، کتاب الطهارة، باب

فرض الوضوء : ٦١ـ ترمذی : ٣ـ ابن ماجه : ٢٧٥ـ صحيح]

”نماز (کے دوران میں بات چیت) کا حرام ہونا تکبیر ہی (کے بعد) ہے اور اس (بات چیت) کا حلال ہونا سلام ہی (کے بعد) ہے۔“

⌘ نماز شروع کرتے ہوئے ”اللہ اکبر“ کہیں، اس کے علاوہ کوئی بھی جملہ جائز نہیں۔

قیام کا بیان:

⌘ نماز کھڑے ہو کر پڑھنی چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ »

[بخاری، كتاب التقصير، باب إذا لم يطق قاعدًا صلى على جنب : ١١١٧]

”کھڑے ہو کر نماز پڑھو، طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اس کی طاقت نہ ہو تو پھر لیٹ کر نماز ادا کرو۔“

⌘ کھڑے ہو کر نماز شروع کی لیکن دورانِ نماز میں کسی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ جائیں۔ اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ کھڑے ہونے کی طاقت آ گئی تو کھڑے ہو جائیں، کیونکہ طاقت نہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

رفع الیدین:

⌘ دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ »[بخاری، كتاب الأذان، باب إلى أين يرفع يديه ؟ : ٧٣٨ـ مسلم : ٣٩٠]

”میں نے نبی ﷺ کو نماز کی تکبیر کہتے ہوئے دیکھا کہ آپ تکبیر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔“

⌘ ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھانا بھی جائز ہے۔[مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين ......الخ : ٣٩١/٢٥]

⌘ ہاتھوں سے کانوں کو پکڑنا یا چھونا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

⌘ رفع الیدین اور تکبیر میں تینوں شکلیں جائز ہیں، یعنی دونوں ایک ساتھ، یا پہلے رفع الیدین اور بعد میں تکبیر، یا تکبیر پہلے اور رفع الیدین بعد میں۔ [بخاری : ۷۳۸۔ مسلم : ۳۹۰/۲۲۔ ابن خزيمة : ٤٥٦۔ مسلم : ۳۹۱/۲۵]

⌘ رفع الیدین کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی انگلیاں نہ تو آپس میں ملی ہوئی ہوتیں اور نہ کھلی اور کشادہ ہوتیں۔ [مستدرك حاكم : ۲۳٤/۱۔ أبو داؤد : ۷۵۳۔ ترمذی : ۲٤۰۔ صحيح ابن خزيمة : ۲۳۳/۱، ۲۳٤، ح : ٤٥٩]

رفع الیدین کرنے میں مرد وزن کا فرق:

⌘ بعض لوگ ہاتھ اٹھانے کی مقدار میں مرد وعورت کا فرق کرتے ہیں کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور عورتیں کندھوں تک۔ یہ فرق کسی صحیح وصریح حدیث میں مذکور نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ شمس الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" لَمْ يَرِدْ مَا يَدُلُّ عَلَى التَّفْرِقَةِ فِي الرَّفْعِ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ " [فتح الباری : ۲۲۲/۲۔ عون المعبود : ۲٦۳/۱]

"مرد اور عورت کے درمیان تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھانے کے فرق کے بارے میں کوئی حدیث دلالت نہیں کرتی۔"

اور امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" لَمْ يَرِدْ مَا يَدُلُّ عَلَى الْفَرْقِ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِي مِقْدَارِ الرَّفْعِ "

[نيل الأوطار : ۲۱٤/۲، بعد الحديث : ٦٧١]

"کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے جو مرد وعورت کے درمیان ہاتھ اٹھانے کی مقدار کے فرق پر دلالت کرتی ہو۔"

ہاتھ باندھنا:

⌘ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ »[بخاری، کتاب الأذان، باب وضع اليمنى على اليسرى : ٧٤٠]

''لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھیں۔''

ذراع کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک کے حصہ کو کہتے ہیں۔[القاموس الوحيد : ٥٦٨]

⌘ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا، یوں کہ وہ پہنچے اور کلائی پر بھی آ گیا۔[أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين فى الصلوة : ٧٢٧۔ صحيح]

ہاتھ باندھنے کا مقام:

⌘ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے چاہییں، یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، جو درج ذیل ہیں:

① سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ »[ابن خزيمة، كتاب الصلاة، باب وضع اليمين على الشمال فى الصلاة......الخ : ٢٤٣/١، ح : ٤٧٩]

''میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھے۔''

یہ حدیث بالکل صحیح ہے، اس لیے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی شرائط کے متعلق کتاب کے آغاز میں فرمایا ہے: ''یہ مختصر و صحیح احادیث کا مجموعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ تک صحیح اور متصل سند کے ساتھ پہنچتی ہیں اور بیچ میں کوئی راوی ساقط یا سند میں انقطاع نہیں ہے اور نہ کوئی راوی مجروح یا ضعیف ہے۔''

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ شوکانی، ملا قائم سندھی، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، علامہ ابن نجیم حنفی، علامہ ابو الحسن الکبیر سندھی، علامہ محمد حیات سندھی، سید ابو تراب

رشد اللہ شاہ راشدی اور علامہ الالبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

② سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ وَرَاَيْتُهٗ قَالَ يَضَعُ هٰذَا عَلٰى صَدْرِهٖ »[مسند أحمد : ٥/٢٢٦، ح : ٢٢٣١٣۔ قبيصة صدوق حسن الحديث، وثقه العجلي وابن حبان و حسن له الترمذي والبغوى و صحح له النووى و ابن عبد البر]

"میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ (نماز سے) کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف پھرتے تھے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ ہاتھ سینے پر رکھتے تھے۔"

اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں، امام ابن سید الناس رحمہ اللہ نے شرح الترمذی میں اور علامہ نیموی نے آثار السنن (۱/۶۷) میں طرح طرح کی قلابازیاں کھانے کے باوجود اس کی سند کو حسن تسلیم کیا ہے۔ علامہ محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے تحفۃ الاحوذی میں فرمایا:

" رُوَاةُ هٰذَا الْحَدِيْثِ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَ اِسْنَادُهٗ مُتَّصِلٌ "

"اس حدیث کی سند کے سب راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور اس کی سند متصل ہے۔"

③ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ »[السنن الكبرى للبيهقى، كتاب الحيض، باب وضع اليدين على الصدر ...... الخ : ٢/٣٠، ح : ٢٣٣٦۔ طبقات المحدثين بأصبهان لابى الشيخ : ٤٣٢۔ اسے رشد اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے اور بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ نے اس سے اتفاق کیا ہے]

"انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر انھیں سینے پر باندھ لیا۔"

④ طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرىٰ ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلٰى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلاة : ۷۵۹ ـ صحيح]

''نبی اکرم ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر انھیں سینے پر باندھا کرتے تھے۔''

یہ روایت مرسل ہے، احناف کی اصول کی معتبر کتب اصول للامام سرخسی رحمہ اللہ (۱/۳۶۰)، نور الانوار (۱۵۰)، کشف الرین للمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (۱۷) اور فتح القدیر للامام ابن ہمام رحمہ اللہ (۱/۲۳۹) میں لکھا ہے کہ مرسل روایت احناف کے نزدیک مطلق حجت ہے اور محدثین کے نزدیک مرسل روایت متصل روایات کی موجودگی میں مقبول ہوتی ہے اور اس روایت کے ساتھ دوسری متصل روایات موجود ہیں۔ لہٰذا یہ روایت محدثین اور احناف دونوں کے نزدیک حجت ہے۔ مرسل ہونے کے علاوہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''معرفۃ السنن والآثار'' میں، علامہ محمد حیات سندھی رحمہ اللہ نے ''فتح الغفور'' میں، ابو تراب رشد اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے ''درج الدرر'' میں اور علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے ''تحفۃ الاحوذی (۱/۲۱۶)'' میں فرمایا ہے کہ اس کی سند کے تمام راوی معتبر اور ثقہ ہیں۔ علامہ الالبانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

زیر ناف ہاتھ باندھنے والی روایات کی حقیقت:

مندرجہ بالا احادیث کے برعکس زیر ناف ہاتھ باندھنے والی روایت انتہائی ضعیف ہے۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے: '' مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ '' یعنی اس روایت کے (مرفوع اور موقوف دونوں صورتوں میں) ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ علمائے احناف میں سے علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے حاشیہ ہدایہ (۱/۱۰۲) میں اور شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر شرح الہدایہ (۲۰۱) میں اس سے اتفاق کیا ہے۔ علامہ ابن نجیم حنفی بحر الرائق شرح

کنز الدقائق (۱/۳۲۰) میں فرماتے ہیں: ''نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ متعین کرنے والی کوئی بھی حدیث صحیح ثابت نہیں، سوائے ابن خزیمہ کی روایت کے۔'' یہ روایت مضمون کے شروع میں بیان ہوئی ہے۔ یہی بات علامہ ابن الحاج نے شرح منیۃ المصلی میں ارشاد فرمائی ہے۔ [فتح الغفور]

آخر میں حنفی عالم ملا الہداد جونپوری کی عبارت لکھ دیتا ہوں، جو اس مسئلہ کو واضح کرتی ہے، وہ لکھتے ہیں: ''امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث (جو مضمون کے آغاز میں) ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے روایت کہ'' سنت طریقہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے'' یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ نیز میں کہتا ہوں کہ اس کے ضعیف ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿ وَانْحَرْ ﴾ کی تفسیر یہ کی ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں اور "النحر" سینے کی رگ کو کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ﴿ وَانْحَرْ ﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ ان رگوں کے اوپر ہاتھ رکھے جائیں اور اسی لیے یہ تفسیر کی گئی ہے، جو شخص اس روایت کو رد کرے اس کے لیے وائل رضی اللہ عنہ کی روایت، جو ہم نے بیان کی ہے، پر عمل کرنا واجب ہے، اور اس طرح کہنا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم والا فعل ہے تو یہ بات غلط ہے، کیونکہ حدیث کے خلاف ہے۔'' [شرح ہدایہ (۷/۴۰) قلمی]

استفتاح نماز کی دعائیں:

⌘ پھر مندرجہ ذیل میں سے کوئی دعائے استفتاح پڑھیں:

① « اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ »[بخاری، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول بعد التکبیر: ٧٤٤]

''اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری ڈال دے، جس طرح تو نے مشرق ومغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں

سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔''

② « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ »[مسلم، كتاب الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة : ۵۲/ ۳۹۹۔ ترمذی : ۲۴۲]

''میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ اور بہت بابرکت ہے تیرا نام اور بلند ہے تیری شان اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔''

③ « اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا »
[مسلم، كتاب المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة : ۶۰۱]

''اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا اور تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں، بہت زیادہ اور میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں صبح و شام۔''

⌘ دعائے استفتاح نماز کے شروع میں پڑھی جائے گی، بعد میں نہیں، یعنی اگر کوئی آدمی قیام کے بعد رکوع یا سجدہ میں جماعت کے ساتھ ملا ہے تو وہ دعائے استفتاح نہیں پڑھے گا، بلکہ اسی حالت میں ساتھ مل جائے گا اور بعد میں بھی نہیں پڑھے گا، کیونکہ اس کا محل گزر چکا ہے۔

قراءت کا بیان:

⌘ پھر یہ تعوذ پڑھیں:

« اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ » [أبو داود، كتاب الصلاة، باب من رأى الاستفتاح ...... الخ : ۷۷۵۔ ترمذی : ۲۴۲۔ صحيح]

''میں سننے والے، جاننے والے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں مردود شیطان سے، اس کی پھونکوں سے، اس کی تھوک سے اور اس کے چوکے سے۔''

⌘ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے تعوذ پڑھنا لازمی ہے، بعد میں اختلاف ہے، نہ پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو بغیر کچھ دیر خاموش رہے سورۂ فاتحہ سے قراءت شروع کرتے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب ما یقال بین تکبیرۃ الإحرام والقراءۃ : ٥٩٩]

⌘ لیکن اگر جماعت میں قیام کے بعد ملا ہے اور تعوذ نہیں پڑھ سکا تو پھر جب قیام کے لیے کھڑا ہوگا تو تعوذ پڑھے گا، کیونکہ ایک دفعہ تعوذ پڑھنا ضروری ہے۔[النحل : ٩٨]

⌘ پھر سورۂ فاتحہ پڑھیں:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ [الفاتحة : ١ تا ٧]

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو رب ہے سب جہانوں کا۔ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ مالک ہے جزا و سزا کے دن کا۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا، ان کی راہ پر نہیں جن پر تیرا غضب ہوا، اور نہ ان کی جو راہ بھول گئے۔''

⌘ ہر نمازی ہر حالت میں سورۂ فاتحہ ضرور پڑھے، خواہ امام ہو، مقتدی ہو، یا اکیلا ہو، کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ »[بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم ...... الخ : ٧٥٦۔ مسلم : ٣٩٤]

''جس شخص نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔''

⌘ سورۂ فاتحہ کے ساتھ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ''ضرور پڑھیں، یہ جہراً پڑھنا بھی ثابت ہے اور سراً بھی۔ [نسائی، کتاب الافتتاح، باب قراءۃ '' بسم اللہ الرحمن

الرحیم" : ٩٠٦۔ إسناده صحيح۔ ابن خزيمة : ١/٢٤٩ تا ٢٥١، ح : ٤٩٥، ٤٩٩۔ صحيح]

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا:

⌘ امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں مذکورہ بالا حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے:
"سورۂ فاتحہ کی قراءت امام اور مقتدی پر تمام نمازوں میں فرض ہے، خواہ وہ حضر میں ہو یا سفر میں اور جہری نماز میں بھی اور سری نمازوں میں بھی۔"

⌘ امام کے پیچھے، جب امام بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو، تو بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّيْ لَأَرَاكُمْ تَقْرَؤُوْنَ وَرَاءَ إِمَامِكُمْ قَالَ قُلْنَا أَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّا لَنَفْعَلُ هٰذَا، قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِأُمِّ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا » [صحيح ابن حبان : ١٧٨٥۔ اسے شیخ شعیب الارنؤوط نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ مسند أحمد : ٣١٣/٥، ح : ٢٣٠٤٧]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت کرنا مشکل ہو گیا، تو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "میرا خیال ہے کہ تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟" ہم نے عرض کی: "ہاں! اے اللہ کے رسول! یقیناً ہم قراءت کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "کچھ نہ پڑھا کرو، سوائے سورۂ فاتحہ کے، کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا۔"

⌘ اس کی مزید تفصیل جماعت کے باب میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

⌘ سورۂ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا لازمی ہے، محض ایک رکعت میں پڑھ لینا کافی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا:

« إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ ...... ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ » [صحیح ابن حبان : ۱۷۸۷۔ شعیب ارنؤوط نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے۔ مسند أحمد : ٣٤٠/٤، ح : ١٩٢٠٤۔ اس کی اصل [بخاری (۷۹۳) میں ہے]

''جب قبلہ کی طرف رخ ہو جائے تو تکبیر (تحریمہ) کہہ، پھر سورۂ فاتحہ پڑھ، پھر جو تو پڑھنا چاہتا ہے پڑھ...... پھر یہ کام نماز کی ہر رکعت میں کر۔''

⌘ ہر آیت الگ الگ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً » [أبو داوٗد، كتاب الحروف القراءات : ٤٠٠١۔ ترمذی : ٢٩٢٧۔ صحیح]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔''

بعض لوگ قراءت کرتے ہوئے دو دو، تین تین آیات کو ملا کر ایک سانس میں پڑھتے ہیں، یہ سنت کے خلاف ہے۔

⌘ سورۂ فاتحہ کے اختتام پر ''آمین'' کہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ »

[بخاری، كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين: ٧٨٢۔ مسلم : ٤١٠/٧٦]

''جب امام ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔''

⌘ جماعت میں امام بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو تو امام اور مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے ''آمین'' کہنی چاہیے۔ (تفصیل ''مقتدیوں کے فرائض و ذمہ داریاں'' میں ملاحظہ فرمائیں)

⌘ فاتحہ کے بعد جو سورت پڑھنا چاہے وہ پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ »

[صحیح ابن حبان : ۱۷۸۷۔ شعیب ارنؤوط نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے۔ اس کی اصل بخاری (۷۹۳) میں ہے]

''جب تو قبلہ رخ ہو جائے تو تکبیر (تحریمہ) کہہ، پھر سورۂ فاتحہ پڑھ، پھر جو تو پڑھنا چاہتا ہے پڑھ۔''

ایک رکعت میں کتنی قراءت کرنی چاہیے؟:

⌘ ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھی۔ پھر سورۂ نساء، پھر سورۂ آل عمران پڑھی۔'' [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل : ۷۷۲]

⌘ ایک رکعت میں سورت کا کچھ حصہ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ میں نماز فجر پڑھائی اور اس میں سورۂ مؤمنون شروع کی، جب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے۔'' [مسلم، کتاب الصلاة، باب القراءة فی الصبح : ٤٥٥]

⌘ کسی وجہ سے بیچ میں قراءت چھوڑی جا سکتی ہے۔ (ایضاً)

⌘ سورۂ فاتحہ کے بعد صرف ایک آیت پڑھنا بھی جائز ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
((قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا أَصْبَحَ بِآيَةٍ))
[نسائی، کتاب الافتتاح، باب تردید الآیة : ۱۰۱۱]
''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز (تہجد) میں صبح تک ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔''

⌘ ایک آیت بار بار پڑھی جا سکتی ہے۔ (ایضاً)

ایک سورت دونوں رکعات میں پڑھنا:

⌘ دو رکعات میں ایک ہی سورت بار بار پڑھنا جائز ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
((أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ ﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ ﴾ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا)) [أبوداوٗد، کتاب الصلاة، باب الرجل یعید سورة واحدة فی الرکعتین : ۸۱٦۔ حسن]
''اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے صبح کی نماز کی دونوں رکعات میں

سورت ﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ ﴾ کی تلاوت کی۔“

سورتیں ترتیب سے پڑھنا:

⌘ نماز میں سورتوں کی قراءت ترتیب سے کی جائے، یا بغیر ترتیب کے، دونوں طرح جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے دونوں طرح جائز ہے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ ...... ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا » [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة فى صلاة الليل : ٧٧٢]

”ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز تہجد پڑھی تو آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ شروع کی ...... پھر سورۂ نساء اور پھر سورۂ آل عمران پڑھی۔“

قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرنا:

⌘ فرض نماز میں قراءتِ زبانی ہی کرنی چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امامت کے لیے اس شخص کو سب سے زیادہ مستحق قرار دیا ہے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ نیز فرض نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

⌘ نفل نماز میں بھی قراءت زبانی کرنی چاہیے، لیکن اگر کوئی قرآن سے دیکھ کر قراءت کرتا ہے، تو اس کی گنجائش ہے:

« كَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ » [بخاری، كتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولى، قبل الحديث : ٦٩٢]

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا غلام ذکوان قرآن سے دیکھ کر امامت کرواتا تھا۔“

قراءت کے شروع میں اور بعد میں سکتہ:

⌘ قراءت کی ابتدا میں اور بعد میں دو سکتے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، جو کرنے چاہییں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قراءت

کے درمیان کچھ دیر کے لیے خاموش رہتے تھے (اور اس دوران میں دعائے استفتاح پڑھتے تھے)۔[بخاری، کتاب الأذان، باب ما یقول بعد التکبیر : ٧٤٤۔ مسلم : ٥٩٨]

⌘ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے فرمایا کرتے تھے، ایک نماز شروع کرتے ہوئے (قراءت سے پہلے) اور دوسرا جب قراءت سے فارغ ہو جاتے (یعنی رکوع سے پہلے)۔ [أبو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب السکتة عند الافتتاح : ٧٧٨۔ اسے زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے]

قرآن مجید کی بعض آیات کا جواب دینا:

⌘ قرآن مجید میں بعض آیات ایسی ہیں جن کو پڑھنے کے بعد ان کا جواب بھی دینا چاہیے، لیکن یہ فرض نماز میں ثابت نہیں، لہٰذا تفصیل "نفل نمازوں کا بیان" میں ملاحظہ فرمائیں۔

مثلاً سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ »[مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاۃ اللیل : ٧٧٢]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تسبیح والی آیت سے گزرتے تو "سبحان اللہ" کہتے اور جب سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو "أَعُوذُ بِاللّٰهِ" پڑھتے تھے۔"

⌘ سورۃ الاعلیٰ کی پہلی آیت کے جواب میں « سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى » پڑھنا جائز ہے۔
[أبوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی الصلاۃ : ٨٨٣۔ صحیح]

⌘ کسی بھی حساب والی آیت کے جواب میں « اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا يَسِيرًا » پڑھنا چاہیے۔[صحیح ابن خزیمة : ٣٠/٢، ٣١، ح : ٨٤٩۔ صحیح ابن حبان : ٧٣٧٢۔ مسند أحمد : ٤٨/٦، ح : ٢٤٧١٩۔ مستدرك حاکم : ٢٤٩/٤، ح : ٧٦٣٦۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

کتنی آواز سے قراءت کرنی چاہیے؟:

⌘ نمازی کو قراءت اور دعائیں اتنی اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہییں کہ دوسروں کو تکلیف ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَا یَرْفَعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَ ةِ))[أبو داود، کتاب الصلاة، باب رفع الصوت بالقراءة فی صلاة اللیل : ۱۳۳۲۔ صحیح]

''قراءت کے وقت تم میں سے کوئی دوسرے پر اپنی آواز بلند نہ کرے (کہ اسے تکلیف ہو)۔''

⌘ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہونٹ بند کر کے قراءت کرنی چاہیے، یہ بات غلط ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ قراءت کرتے تھے تو ان کی داڑھی مبارک حرکت کرتی تھی۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہونٹ بند کر کے قراءت نہیں کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب القراءة فی الظهر : ۷۶۰]

آخری دو رکعات میں قراءت:

⌘ تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قراءت کرنا جائز ہے، ضروری نہیں۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ، وَفِي الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ)) [بخاری، کتاب الأذان، باب یقرأ فی الأخریین بفاتحة الکتاب: ۷۷۶۔ مسلم : ۴۵۱/۱۵۵]

''بلاشبہ نبی اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور مزید دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔''

⌘ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي

الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ آيَةً وَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ نِصْفَ ذٰلِكَ وَفِي الْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ قِرَاءَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً، وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ نِصْفِ ذٰلِكَ ›› [مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في الظهر و العصر : ١٥٧/٤٥٢]

''نبی اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعات میں تیس آیات کے قریب تلاوت کرتے تھے اور آخری دو رکعات میں اس سے آدھی آیات تلاوت کرتے تھے اور عصر کی پہلی دو رکعات میں پندرہ آیات کے برابر تلاوت کرتے تھے اور آخری دو رکعات میں اس سے نصف۔''

⌘ ابو عبداللہ صنابحی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ میں آیا اور میں نے مغرب کی نماز ان کے پیچھے پڑھی۔ انھوں نے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ قصار مفصل میں سے ایک سورت پڑھی، پھر جب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو میں ان کے قریب ہو گیا، قریب تھا کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں کو چھو لیتے، میں نے سنا کہ انھوں نے سورۂ فاتحہ کی قراءت کی اور پھر اس آیت کی : ﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾ [آل عمران : ٨] [الموطأ، كتاب الصلوة، باب القراءة في المغرب والعشاء : ٢٥۔ صحيح]

⌘ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اکیلے نماز پڑھتے تو چاروں رکعتوں میں قراءت کرتے، وہ ہر رکعت میں ام القرآن (فاتحہ) کے ساتھ قرآن مجید کی کوئی اور سورت بھی تلاوت فرماتے تھے۔ [الموطأ، كتاب الصلوة، باب القراءة في المغرب والعشاء : ٢٦۔ صحيح]

امام کے پیچھے قراءت کرنا:

⌘ اس مسئلہ کی تفصیل ''مقتدیوں کے فرائض و ذمہ داریاں'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سجدۂ تلاوت کا بیان:

⌘ نماز میں سجدہ والی آیت تلاوت کی جائے تو سجدہ کرنا چاہیے۔

⌘ امام نماز میں سجدۂ تلاوت کرے تو مقتدیوں کو بھی سجدہ کرنا چاہیے۔ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی، تو انھوں نے ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے کہا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس مقام پر سجدہ کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب سجود القرآن، باب من قرأ السجدة فی الصلاۃ فسجد بھا : ۱۰۷۸]

⌘ مزید تفصیل سجود کی بحث میں ''سجدۂ تلاوت'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

رکوع کا بیان

رفع الیدین کا مسئلہ:

رکوع میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں یعنی رفع الیدین کریں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، جس پر رسول اللہ ﷺ اپنی حیات طیبہ کے آخری دور تک عمل پیرا رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے بعد بھی اس سنت پر عمل کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی نے اس کے بغیر کبھی نماز ادا نہیں کی، لیکن بعض لوگوں نے محض مسلک پرستی کی بنیاد پر اس متواتر سنت کو ترک کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ رفع الیدین کرنے کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ پہلے جائز تھا، بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں، جس سے ثابت ہو کہ رسول اللہ ﷺ رفع الیدین نہیں کرتے تھے، یا آپ ﷺ نے رفع الیدین سے منع کیا ہو، یا رفع الیدین کرنے کے بعد اسے منسوخ کر دیا ہو، جب کہ رفع الیدین کرنے کی احادیث صحیح، واضح اور متواتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی آخر زندگی تک اور بعد میں صحابہ کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اب میں رفع الیدین کرنے کے دلائل پیش کرتا ہوں:

متواتر حدیث:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا

كَذٰلِكَ اَيُضًا ﴾ [بخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین فی التکبیرة الأولٰی من الافتتاح سواء : ۷۳۵۔ مسلم : ۳۹۰]

''رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے تھے۔''

اس حدیث کو الأزهار المتناثرة فی الأخبار المتواترة، نظم المتناثر من الحدیث المتواتر، المحلی اور تدریب الراوی میں متواتر کہا گیا ہے۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے ''المغنی، باب صفة الصلاة، مسألة رفع الیدین فی الصلاة (۱/ ۵۷۴) '' میں اور شیخ محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ نے ''سفر السعادۃ (۳۴)'' میں اسے متواتر کے مشابہ قرار دیا ہے۔ علمائے احناف میں سے علامہ انور شاہ کشمیری نے اسے متواتر تسلیم کیا ہے۔ [العرف الشذی : ۱/ ۱۲۴]

حافظ ابن حجر نے اپنے استاذ حافظ ابوالفضل کے حوالے سے ''فتح الباری (۲/ ۲۲۰)'' میں اور علامہ عراقی نے ''تقریب الاسانید (۹)'' میں فرمایا ہے: ''رفع الیدین کی روایت بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد پچاس ہے۔ کتب احادیث میں ان کی احادیث ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔'' امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رفع الیدین کی روایت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی جماعت نے بیان کی ہے کہ شاید اس سے زیادہ تعداد نے دوسری کوئی حدیث روایت نہیں کی۔'' [نیل الأوطار : ۲/ ۳/ ۹]

امام حاکم اور امام ابوالقاسم ابن مندہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ''ہمیں کسی ایسی سنت کا پتا نہیں، جس کی نبی ﷺ سے روایت پر چاروں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہوں، اگرچہ وہ خود دور دراز ممالک میں پھیلے ہوئے تھے، سوائے اس سنت (رفع الیدین) کے۔'' [نصب الرایة، باب صفة الصلاة : ۱/ ۴۱۷، ۴۱۸۔ فتح الباری : ۲/ ۲۲۰]

علامہ الشیخ مجدد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ (۷۲۹ھ تا ۸۱۷ھ) ''تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کا ذکر'' کے بعد فرماتے ہیں: ''تحقیق ان تین جگہوں پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے اور کثرت روایت کی وجہ سے یہ متواتر کے مشابہ ہے اور تحقیق اس مسئلے میں چار سو روایات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال ثابت ہیں اور عشرہ مبشرہ نے بھی اسے روایت کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی حالت پر رہے حتیٰ کہ اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ اس کے علاوہ کچھ ثابت نہیں ہے۔'' [سفر السعادة : ٣٤]

اجماعِ صحابہ:

عبد اللہ بن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: ''میرے پاس آؤ، میں تمھیں اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے اور پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کندھوں تک رفع الیدین کیا، پھر تکبیر کہی، پھر رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کیا، تو سارے لوگوں نے کہا: ''(ہاں!) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔'' [خلافیات بیهقی۔ نصب الراية للزيلعي، باب صفة الصلاة : ١٧٦١۔ شیخ تقی الدین نے کہا کہ اس کی سند کے تمام راوی (ثقاہت میں) معروف ہیں]

محمد بن عمر بن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ دس صحابہ کرام میں بیٹھے ہوئے تھے، فرمانے لگے: ''میں تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جانتا ہوں۔'' انھوں نے کہا: ''بیان کرو۔'' تو انھوں نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے، حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو جاتے، پھر تکبیر کہتے، حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ آ جاتی، پھر قراءت کرتے، پھر تکبیر کہتے اور کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے اور کمر کو برابر کرتے، سر نہ زیادہ جھکا ہوا ہوتا اور نہ زیادہ اٹھا ہوا، پھر سر اٹھاتے اور ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' کہتے اور

کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے......'' تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ''آپ نے بالکل سچ کہا، رسول اللہ ﷺ بالکل اسی طرح نماز ادا کیا کرتے تھے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة : ۷۳۰]

اس حدیث کو امام نووی نے شرح مسلم میں، ابن قیم نے تہذیب السنن (۴۱۶/۲۔ ۴۲۶) میں، ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں، ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں، ابو حاتم نے علل الحدیث میں، ابن حجر نے فتح الباری میں، شیخ احمد عبدالرحمٰن البناء نے الفتح الربانی میں، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے تحقیق ابن خزیمہ میں، شعیب الارنؤوط نے تحقیق صحیح ابن حبان (الاحسان) میں اور علامہ الالبانی نے صحیح سنن ابی داوٗد میں صحیح کہا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز دکھاؤں؟'' پھر (انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نماز پڑھ کر دکھائی، اس میں) انھوں نے تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا، پھر انھوں نے رکوع کے لیے تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا، پھر انھوں نے ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ '' کہا اور رفع الیدین کیا اور فرمایا: ''تم اسی طرح کیا کرو۔'' اور انھوں نے سجدوں میں رفع الیدین نہیں کیا۔[سنن الدارقطني، کتاب الصلاة، باب ذکر التکبیر ورفع الیدین ...... الخ : ۲۹۲/۱، ح : ۱۱۱۱۔ علامہ مجدی حسن نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حسن بصری، حمید بن ہلال اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ بغیر کسی استثنیٰ کے فرماتے ہیں: ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کی ابتدا میں، رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔'' [جزء رفع الیدین : ۳۴، ۴۸، ۴۹۔ السنن الکبریٰ للبیهقي : ۷۵/۲، ح : ۲۵۲۴، ۲۵۲۵]

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین کیا کرتے تھے۔'' [المحلیٰ، مسألة رفع الیدین عند...... : ۵۸۰/۲]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کسی ایک صحابی رسول ﷺ سے بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ

رفع الیدین نہ کرتا ہو اور اس روایت کی سند رفع الیدین کرنے والی روایات سے زیادہ صحیح ہو۔" [جزء رفع الیدین : ٥٦۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ٧٤/٢، ح : ٢٥٢٣]

عملی تسلسل:

یہ نہیں کہ صحابہ کے بعد امت نے رفع الیدین کرنا چھوڑ دیا تھا، جیسا کہ کہا جاتا ہے، بلکہ جس طرح قولی اور نقلی اعتبار سے سلسلہ درسلسلہ متواتر اسناد سے یہ عمل ہم تک پہنچا ہے، بالکل اسی طرح نسل درنسل اور طبقہ در طبقہ عملی اعتبار سے بھی پہنچا ہے۔ محمد بن اسماعیل سلمی فرماتے ہیں: "میں نے ابونعمان محمد بن فضل کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: "میں نے حماد بن زید کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: "میں نے ایوب سختیانی کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: "میں نے عطاء بن ابی رباح کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: "میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: "میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو

جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔" [السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الرأس منه : ۲۵۱۹]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن بیہقی میں اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "التلخیص الحبیر (۲۱۹/۱)" میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔

اجماع علمائے امت:

اس کے علاوہ ہر دور میں کثیر تعداد نے رفع الیدین کی روایت کو بیان کیا اور اس پر عمل کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اب ہم تابعین عظام اور ان کے بعد محدثین وفقہاء رحمہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں، تاکہ ثابت ہو کہ رفع الیدین والی عظیم سنت پر نسل در نسل اور ہر دور میں عمل ہوتا رہا ہے اور یہ سنت عملی تسلسل سے ہم تک پہنچی ہے۔ تابعین عظام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ① حسن بصری، ② عطاء، ③ طاؤس، ④ مجاہد، ⑤ نافع، ⑥ سالم، ⑦ سعید بن جبیر رحمہم اللہ۔ [ترمذی، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین عند الرکوع : ۲۵۶] ⑧ محمد بن سیرین، ⑨ ابوقلابہ، ⑩ نعمان بن ابی عیاش، ⑪ عمر بن عبد العزیز، ⑫ قاسم بن محمد، ⑬ عطاء بن ابی رباح، ⑭ حسن بن مسلم، ⑮ عبد اللہ بن دینار، ⑯ ابن ابی نجیح، ⑰ قیس بن سعد رحمہم اللہ۔ [جزء رفع الیدین للإمام بخاری : ۵۶، ۶۳، ۶۴]

ائمہ کرام اور فقہائے عظام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ① امام مالک، ② امام معمر، ③ امام اوزاعی، ④ امام ابن عیینہ، ⑤ امام عبد اللہ بن مبارک، ⑥ امام شافعی، ⑦ امام احمد، ⑧ امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ یہی بات ارشاد فرماتے ہیں۔ [ترمذی، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین عند الرکوع : ۲۵۶] ⑨ ابو الزبیر، ⑩ اللیث بن سعد، ⑪ یحییٰ بن سعید القطان، ⑫ عبد الرحمٰن بن مہدی، ⑬ یحییٰ بن یحییٰ، ⑭ اسحاق بن ابراہیم الحنظلی رحمہم اللہ۔ [السنن الکبری للبیهقی، باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الرأس منه : ۲۳۵۶]

امام بخاری، امام بیہقی اور علامہ تقی الدین سبکی رحمہم اللہ نے تابعین سے اپنے دور تک کے ان پچپن کبار علماء کے نام گنوائے ہیں جن سے باقاعدہ طور پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ [جزء

رفع الیدین للإمام بخاری : ۲۳،۲۲،۷۔ بیہقی: ۷۵/۲۔ جزء سبکی : ۱۰۔ تعلیق الممجد : ۹۱۔ عینی : ۱۰/۳]

اس سنت کے اثبات پر دلالت کرنے والی احادیث تمام محدثین نے اپنی کتابوں میں درج کی ہیں، لیکن سید المحدثین امام بخاری اورامام سبکی رحمہ اللہ نے خاص اس موضوع پر کتابیں تحریر کی ہیں۔

ثبوت رفع الیدین کے تاریخی دلائل:

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ماہِ رجب سن ۹ ہجری میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دین سیکھا، جب واپس جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِرْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ » [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ۶۰۰۸]

''اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، انھیں دین سکھاؤ اورانھیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کا حکم دو اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے قبیلہ کو محمدی نماز سکھانے اور پڑھانے کا حکم دیا تھا)۔''

وہ فرماتے ہیں :

«اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ، وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ، وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ »[مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین ...... الخ : ۲۵/ ۳۹۱]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب رکوع

جاتے تو بھی کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے اور اسی طرح (رفع الیدین) کرتے تھے۔''

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ خود بھی رفع الیدین کرتے تھے۔[بخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین إذا کبر و إذا رکع و إذا رفع : ۷۳۷۔ مسلم : ۳۹۰]

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں مسلمان ہوئے تھے، اس کا علمائے احناف کو بھی اقرار ہے، کیونکہ وہ انھی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی جلسۂ استراحت کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جلسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود نہیں تھا، بلکہ آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے ضرورتاً تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت ظاہر کرتی ہے کہ رفع الیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے۔

اسی طرح دوسرے صحابی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام صحابی ہیں، ان کے بارے میں علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۹ ہجری میں مدینہ میں آ کر مسلمان ہوئے۔''[عمدۃ القاری شرح بخاری : ۹/۳]

یہ حضر موت کے علاقہ میں رہتے تھے اور حضر موت سے مدینہ تک اس وقت چھ ماہ کا سفر تھا۔ پہلی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دین کے احکام سیکھ کر واپس اپنے وطن چلے گئے، پھر اس کے بعد ۱۰ھ میں دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں:

((ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ زَمَانٍ فِيْهِ بَرْدٌ شَدِيْدٌ فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُّ الثِّيَابِ تَحَرَّكُ أَيْدِيْهِمْ تَحْتَ الثِّيَابِ)) [أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین فی الصلاۃ : ۷۲۷۔ صحیح]

''پھر کچھ عرصہ کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، ان دنوں سخت سردی تھی، میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے اوپر موٹی چادریں تھیں اور رفع الیدین کرتے ہوئے، ان کے ہاتھ کپڑوں کے نیچے سے حرکت کرتے تھے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۰ ہجری تک رفع الیدین کرنا ثابت ہے اور ۱۱ ہجری کے شروع ہی

میں رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔اب منکرین رفع الیدین کو ایسی صحیح روایت پیش کرنی چاہیے جس میں صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ ہجری کے آخر پر یا ۱۱ ہجری کے آغاز میں رفع الیدین کرنا چھوڑ دیا تھا، یا منع فرمادیا تھا، جبکہ ایسی کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ایسی کوئی روایت تو نہیں ہے، لیکن جن روایات میں ترک رفع الیدین کا ذکر ہے ان سے لگتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد میں رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین چھوڑتے دیکھا ہوگا، تبھی یہ بیان کیا ہے۔ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ کسی صحابی سے ایسی کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے۔

رفع الیدین علمائے امت کی نظر میں:

آج تک کسی بھی عالم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ رفع الیدین منسوخ ہے، یا رسول اللہ ﷺ نے بعد میں منع کر دیا تھا۔ آیئے! ذرا دیکھیں علمائے کرام رفع الیدین کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔''

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں ایک دفعہ رفع الیدین کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔'' [فتح الباری، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الأولی مع الافتتاح سواء : ۷۳۵]

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نماز میں رفع الیدین کرنا نماز کی تکمیل کا باعث ہے۔''
[جزء رفع الیدین للبخاری : ۱۷ ـ التلخیص الحبیر : ۲۸]

امام شافعی، امام احمد اور امام ابن قیم رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین نہ کرے وہ سنت رسول ﷺ کا تارک ہے۔''
[إعلام الموقعین (اردو) : ۱/ ۵۲۳]

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''اس حدیث (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کی وجہ سے تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ رفع الیدین کریں۔'' [جزء رفع الیدین

للبخاری]

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے نماز میں رفع الیدین چھوڑ دیا، بے شک اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔'' [عینی :۳/ ۷]

امام اوزاعی اور امام حمیدی رحمہ اللہ کے علاوہ علماء کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ رفع الیدین واجب ہے، جس نے چھوڑ دیا اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کرنا چاہیے۔'' [غنية الطالبين]

رفع الیدین علمائے احناف کی نظر میں:

حقیقت پسند علمائے احناف بھی رفع الیدین کے قائل ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب رکوع کرنے کا ارادہ کرے تو کندھوں یا کانوں تک رفع الیدین کرے اور جب رکوع سے سر اٹھائے، اس وقت بھی رفع الیدین کرے۔ میں رفع الیدین کرنے والے کو نہ کرنے والے سے اچھا سمجھتا ہوں، کیونکہ رفع الیدین کرنے کی احادیث زیادہ اور بہت صحیح ہیں۔'' [حجة الله البالغة : ۲/ ۴۳۴]

مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ سے رفع الیدین کرنے کا ثبوت بہت زیادہ اور نہایت عمدہ ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ ہے، ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے، ان کے پاس کوئی تسلی بخش دلیل نہیں ہے۔'' [التعليق الممجد : ۹۱]

مزید فرماتے ہیں: ''حق بات یہ ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کے ثبوت میں کوئی شک نہیں، قوی سند اور صحیح احادیث سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔'' [سعایه : ۱/ ۲۱۳]

ان حضرات کے علاوہ علامہ سندھی نے حاشیہ نسائی (۱/۱۴۰) میں، علامہ انور شاہ کشمیری نے العرف الشذی (۱/۱۲۴) میں، علامہ رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ (۲/۵) میں اور مولانا اشفاق الرحمٰن نے نور العینین (۸۵) میں رفع الیدین کے صحیح اور ثابت ہونے کا اعتراف

کیا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ رفع الیدین سنت متواترہ ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر آج تک علماء فتویٰ دیتے آرہے ہیں اور اس پر مسلسل عمل ہو رہا ہے۔لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سنت پر عمل کریں۔ مسالک اور تقلید کے نام پر اسے ترک مت کریں، ورنہ گمراہی کا خطرہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ »[مسلم، كتاب الصلاة، باب صلاة الجماعة من السنن الهدى : ٦٥٤/٢٥٧]

''اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی تو تم ضرور گمراہ ہو جاؤ گے۔''

رکوع کا طریقہ:

⌘ ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے رکوع میں جائیں۔[بخاری، كتاب الأذان، باب يهوى بالتكبير حين يسجد : ٨٠٣۔ مسلم : ٣٩٢/٢٨]

⌘ ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں اور انھیں مضبوطی سے پکڑیں۔

⌘ ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر رکھیں اور بازو کمان کی طرح تان کر رکھیں۔

⌘ پیٹھ بالکل سیدھی ہو، ذرا بھی خم نہ آئے، سر بھی متوازی ہو، نہ اونچا ہو، نہ نیچا۔ ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« فَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ كَفَّيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ غَيْرَ مُقْنِعٍ رَأْسَهُ وَلَا صَافِحٍ بِخَدِّهِ » وَ فِي رِوَايَةٍ : « وَ وَتَّرَ يَدَيْهِ فَتَجَافَى عَنْ جَنْبَيْهِ » [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة : ٧٣١، ٧٣٤۔ ترمذی : ٢٦٠۔ صحيح]

''جب آپ ﷺ رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر مضبوطی سے جما لیتے، اپنی انگلیوں کو کھولتے، پھر اپنی کمر کو اس طرح جھکاتے کہ سر نہ اوپر اٹھا ہوتا اور نہ بالکل جھکا ہوتا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اور ہاتھ کمان کی طرح مضبوط کر لیتے کہ

بازو پہلوؤں سے جدا کرتے۔"

⌘ اطمینان سے رکوع کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا » [بخاری، کتاب الأذان، باب أمر النبی ﷺ ...... الخ : ۷۹۳۔ مسلم : ۳۹۷]

"پھر رکوع کر، حتیٰ کہ رکوع میں اطمینان کر۔"

⌘ جو شخص رکوع میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تُجْزِیءُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيْمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ » [أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه من الركوع : ۸۵۵۔ صحيح]

"آدمی کی نماز کفایت نہیں کرتی جب تک وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو بالکل سیدھا نہیں کرتا۔"

⌘ رکوع میں مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی پڑھ لیں:

① « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ » [بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء فی الركوع : ۷۹۴۔ مسلم : ٤٨٤]

"اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تو (ہر عیب سے) پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔"

② « سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ » [مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة فی صلوة الليل : ۷۷۲]

"میرا پروردگار پاک ہے (ہر عیب سے) سب سے بلند ہے۔"

③ « سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ » [مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يقال فی الركوع والسجود؟ : ٤٨٥]

"اے اللہ! تو (ہر عیب سے) پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ، تیرے سوا کوئی

معبود نہیں۔"

④ «اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَلَكَ اَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ، وَبَصَرِيْ، وَمُخِّيْ، وَعَظْمِيْ، وَعَصَبِيْ »[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبى ﷺ ودعائه بالليل : ٧٧١]

"اے اللہ ! میں تیرے ہی لیے جھکا، تجھی پر ایمان لایا، تیرا ہی فرماں بردار بنا، تیرے ہی لیے ڈر کر عاجز ہو گئے میرے کان، میری آنکھیں، میرا مغز، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے۔"

⑤ « سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ »[مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال فى الركوع والسجود ؟ : ٤٨٧]

"فرشتوں اور روح (جبریل) کا رب بہت پاکیزگی والا، بہت مقدس ہے۔"

⑥ « سُبْحَانَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ »[أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب ما يقول الرجل فى ركوعه و سجوده : ٨٧٣۔ صحيح]

"پاک ہے بہت بڑی قدرت و طاقت والا اور بہت بڑے ملک والا اور بڑائی اور عظمت والا۔"

⌘ رکوع میں قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلَا وَاِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَاَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا »[مسلم، كتاب الصلاة، باب النهى عن قراءة القرآن فى الركوع والسجود : ٤٧٩]

"غور سے سنو! بلاشبہ مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں تلاوت قرآن سے منع کیا گیا ہے۔"

رکوع وسجدہ میں قراءت قرآن منع ہے، قرآنی دعا پڑھنا منع نہیں ہے، کیونکہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے: ﴿ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [المائدة :

١١٨] اور آپ ﷺ رکوع اور سجدہ میں بھی یہی آیت پڑھتے رہے۔" [مسند أحمد : ١٤٩/٥، ح : ٢١٣٨٦۔ صحیح]

لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع و سجدہ میں قرآن بطور دعا پڑھنا جائز ہے اور بطور قراءت جائز نہیں۔

قومہ کا بیان:

⌘ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کریں، یعنی دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں۔ (اس کے تفصیلی دلائل پیچھے گزر چکے ہیں)

⌘ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" کہیں۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الأولٰی من الافتتاح سواء : ٧٣٥۔ مسلم : ٨٦٥/ ٣٩١]

⌘ بالکل سیدھے اور اطمینان سے کھڑے ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا »[بخاری، کتاب الأذان، باب أمر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعه بالإعادة : ٧٩٣]

"پھر (رکوع سے) اٹھ، حتیٰ کہ تو بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے۔"

⌘ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ، حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ أَوْهَمَ »[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب اعتدال أرکان الصلاۃ وتخفیفها فی تمام : ٤٧٣]

"رسول اللہ ﷺ جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے تو کھڑے ہو جاتے، حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ (شاید) آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔"

قومہ کی دعائیں:

⌘ رکوع کے بعد قیام کی حالت میں مندرجہ ذیل میں سے کوئی دعا پڑھیں:

① ﴿ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ ﴾ [بخاری، کتاب الأذان، باب : ٧٩٩]

''اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ بہت زیادہ اور پاکیزہ تعریف جس میں برکت کی گئی ہے۔''

② ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ ﴾ [مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع : ٤٧٦]

''اے ہمارے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے آسمانوں، زمین اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو تو چاہے۔''

③ ﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ، اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ ﴾ [مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع : ٢٠٤ / ٤٧٦]

''اے اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے، اتنی جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھر جائے اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے وہ بھر جائے، اے اللہ! مجھے برف، اولے اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ پاک کر دے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔''

④ ﴿ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ﴾ [مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع : ٤٧٧]

”اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، اتنی جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور دونوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھر جائے اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے وہ بھر جائے، اے تعریف اور بزرگی کے لائق! سب سے سچی بات جو بندے نے کہی وہ یہ ہے، جبکہ ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے عطا کی اور وہ چیز کوئی دینے والا نہیں جو تو نے روک دی اور کسی کا مقام و مرتبہ اسے تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔“

سجدہ کا بیان

سجدہ کے لیے جھکنے کا طریقہ:

⌘ " اَللّٰهُ اَكْبَرُ " کہتے ہوئے سجدہ میں جائیں۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب يهوى بالتكبير حين يسجد : ۸۰۳]

⌘ جھکتے وقت زمین پر پہلے ہاتھ رکھیں پھر گھٹنے رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ » [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه ؟ : ۸٤۰۔ نسائی : ۱۰۹۲]

''جب تم سجدہ میں جاؤ تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھو، بلکہ پہلے ہاتھ رکھو پھر گھٹنے رکھو۔''

اس حدیث کو امام حاکم، امام ذہبی، امام ابن خزیمہ اور علامہ الالبانی نے صحیح کہا ہے۔ امام نووی اور زرقانی نے اس کی سند کو جید کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ یہ حدیث سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی روایت سے، جس میں زمین پر پہلے گھٹنے رکھنے کا ذکر ہے، زیادہ قوی ہے۔ [المجموع : ۴۲۱/۳۔ تحفة الأحوذی : ۲۲۹/۱۔ سبل السلام : ۳۱٦/۱]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی اس حدیث کا شاہد ہے۔

یاد رہے اونٹ اور دیگر چوپایوں کے گھٹنے ان کے ہاتھوں یعنی اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔ لسان العرب (۴۳۳/۱) میں ہے: ''اونٹ کا گھٹنا اس کے ہاتھ یعنی اگلی ٹانگ میں ہوتا ہے اور تمام چوپایوں کے گھٹنے ان کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔'' لہٰذا اونٹ کی طرح نہیں بیٹھنا چاہیے، وہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھتا ہے اور ہمیں پہلے ہاتھ رکھنے چاہییں۔

⌘ نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« اَنَّهُ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ، وَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ » [ابن خزيمة : ۱/۳۱۸، ۳۱۹، ح : ۶۲۷۔ بخاری، قبل الحديث : ۸۰۳، معلقًا]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

اس حدیث کو امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔[مستدرك حاكم : ۱/۲۲۶]علامہ الالبانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

گھٹنے پہلے رکھنے کے قائلین کی دلیل:

⌘ سجدہ کو جاتے ہوئے گھٹنے پہلے رکھنے کے قائلین سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

« رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ » [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه : ۸۳۸۔ ضعيف]

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب وہ سجدہ کرتے تو دونوں گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔''

یہ روایت ضعیف ہے، اس کی سند شریک بن عبداللہ القاضی راوی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔[نیز دیکھیے سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۲/۳۲۹]

درج بالا تفصیل سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ راجح بات یہی ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے آدمی گھٹنوں کی بجائے پہلے ہاتھ زمین پر رکھے۔

سجدہ کرنے کا طریقہ:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ، عَلَی الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهِ عَلٰی اَنْفِهِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَ اَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ » [بخاری، کتاب الأذان، باب السجود علی الأنف: ۸۱۲۔ مسلم : ۲۳۰/ ۴۹۰]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں، پیشانی پر'' اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا (یعنی پیشانی اور ناک) ''دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر۔''

⌘ بعض لوگ سجدہ کرتے ہوئے ناک زمین پر نہیں لگاتے، جبکہ ناک زمین پر لگے بغیر نماز نہیں ہوتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا يُصِيبُ اَنْفُهُ مِنَ الْاَرْضِ مَا يُصِيبُ الْجَبِينَ »

[سنن الدارقطنی : ۱/ ۳۴۸، ح : ۱۳۰۴۔ المستدرك للحاکم : ۱/ ۲۷۱، ح : ۹۹۷، ۹۹۸۔ امام حاکم نے اسے صحیح بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے، ابن جوزی اور ابن عبدالہادی حنبلی نے بھی اسے صحیح کہا ہے]

''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس کا ناک زمین سے نہ لگے، جس طرح پیشانی لگتی ہے۔''

⌘ زمین پر کوئی ایسی چیز (تکیہ وغیرہ) نہ رکھیں، جس سے پیشانی اور زمین کے درمیان فاصلہ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کو دیکھا کہ وہ تکیہ پر سجدہ کر رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے تکیہ اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا:

« صَلِّ عَلَی الْاَرْضِ اِنِ اسْتَطَعْتَ » [السنن الکبریٰ للبیهقی : ۲/ ۳۰۶، ۳۰۷۔ الصحیحة : ۳۲۳۔صحیح]

''اگر تجھ میں طاقت ہو تو زمین پر نماز پڑھ۔''

⌘ لیکن کپڑا یا مصلیٰ وغیرہ بچھانا جائز ہے۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب السجود علی الثوب فی شدة الحر : ۳۸۵۔ مسلم : ۶۲۰]

⌘ دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر رکھیں۔ [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب افتتاح الصلاة : ٧٣٤۔ صحيح]

⌘ سجدہ میں ہاتھ کانوں کے برابر رکھنا بھی جائز ہے۔ [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين في الصلوة : ٧٢٦۔ صحيح]

⌘ حالت سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو نارمل حالت ہی میں رکھنا چاہیے، ایک حدیث میں ملانے کا ذکر ہے، یہ ابن خزیمہ (۶۴۲)، ابن حبان (۱۹۲۰) اور مستدرک حاکم (۲۲۴/۱) وغیرہ میں آتی ہے، لیکن اس کی سند ہشیم بن بشیر کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اسے اگرچہ بعض محققین نے صحیح کہا ہے، جیسے صلوٰۃ الرسول ﷺ (۲۱۴) میں زبیر علی زئی ﷾ نے اور القول المقبول (۴۲۷) میں ابو عبد السلام ﷾ نے، لیکن ہشیم بن بشیر کے سماع کی وضاحت ان محققین نے بھی نہیں کی۔

⌘ بازو زمین سے اٹھا کر اور پہلوؤں سے دور کر کے رکھیں۔ سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا »[بخاری، كتاب الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد : ٨٢٨]

”جب (رسول اللہ ﷺ) سجدہ کرتے تو ہاتھ زمین پر رکھتے اور بازو نہ زمین پر بچھاتے اور نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا لیتے۔“

⌘ دونوں پاؤں کھڑے کر کے رکھیں۔

⌘ پاؤں کی ایڑیاں آپس میں ملالیں۔

⌘ پاؤں کی انگلیاں موڑ کران کے سرے قبلہ رخ کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ، فَالْتَمَسْتُهُ، فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمِهِ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ، رَاصًّا عَقِبَيْهِ، مُسْتَقْبِلًا بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ » [مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع و السجود : ٤٨٦۔ صحيح ابن خزيمة : ٣٢٨/١، ح :

٦٥٤۔ الاعظمی نے اسے صحیح کہا، شعیب الارنؤوط نے صحیح علی شرط مسلم کہا اور امام حاکم اور ذہبی نے بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کو بستر سے گم پایا، میں (اندھیرے میں) انھیں تلاش کرنے لگی، تو میرا ہاتھ آپ کے قدموں کے اندر والے حصے پر لگا اور آپ سجدہ کی حالت میں تھے، آپ کے پاؤں کھڑے تھے، ایڑیاں ملی ہوئی تھیں اور آپ نے پاؤں کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رخ کیا ہوا تھا۔“

⌘ پیٹ رانوں سے جدا اور سینہ زمین سے اتنا اونچا ہونا چاہیے کہ بکری کا بچہ گزر سکے۔
[مسلم، كتاب الصلاة، باب الاعتدال في السجود ...... الخ : ٤٩٦]

⌘ سجدے میں دونوں بازوؤں کو کھلا رکھیں۔ سیدنا عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو سجدے میں اپنے دونوں بازوؤں کو اس قدر پھیلا دیتے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ [بخاري، كتاب الأذان، باب يبدي ضبعيه و يجافي في السجود : ٨٠٧۔ مسلم : ٤٩٧]

⌘ کپڑے اور بال مت سمیٹیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أُمِرْنَا اَنْ نَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعْرًا »
[بخاري، كتاب الأذان، باب السجود على سبعة أعظم : ٨١٠۔ مسلم : ٢٢٨/ ٤٩٠]

”ہمیں (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور اپنے کپڑے اور بال نہ سمیٹیں۔“

⌘ جو شخص سجدہ میں اپنی پیٹھ بالکل سیدھی نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تُجْزِیءُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتّٰی يُقِيْمَ ظَهْرَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ »
[أبو داود، كتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع : ٨٥٥۔ صحيح]

''آدمی کی نماز نہیں ہوتی جب تک وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا۔''

⌘ سجدہ اطمینان سے کرنا واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا » [بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام ...... الخ : ۷۵۷]

''پھر سجدہ کر اور اطمینان سے کر۔''

جو شخص اطمینان سے سجدہ نہیں کرتا اس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بدترین چور نماز کا چور ہے۔'' صحابہ نے پوچھا: ''وہ کیسے نماز کی چوری کرتا ہے؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اس کا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا۔''
[مسند أحمد : ۵/ ۳۱۰، ح : ۲۲۷۰۸]

سجدہ کرنے میں مرد و زن کا فرق:

عورتوں کے سجدہ کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے جو اوپر بیان ہوا ہے، اس کے بغیر عورت کا سجدہ نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے لیے کوئی الگ طریقہ نہیں بتایا۔ لیکن بعض لوگوں نے مرد اور عورت کے سجدہ کرنے کے طریقے میں فرق کیا ہے کہ مرد اپنی رانیں پیٹ سے دور رکھیں اور عورتیں اپنی رانیں پیٹ سے چپکا لیں۔ یہ فرق کسی بھی صحیح و صریح حدیث میں مذکور نہیں۔ اس حوالے سے جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ بالکل ضعیف ہے، قطعاً دلیل بنانے کے لائق نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، تو فرمایا:

''جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو، کیونکہ عورتوں کا حکم اس میں مردوں والا نہیں۔''

اولاً یہ روایت مرسل ہے، ثانیاً یہ روایت منقطع ہے، ثالثاً اس میں ایک راوی سالم متروک ہے، رابعاً یہ صحیح روایات کے بھی خلاف ہے۔ علامہ ابن الترکمانی حنفی نے اس روایت کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ [الجوهر النقي على السنن الكبرى للبيهقي : ۲/ ۲۲۳]

اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ نہ زمین پر بچھاتے اور نہ پہلوؤں سے ملاتے۔[بخاری، کتاب الأذان، باب سنة الجلوس فی التشهد : ۸۲۸]

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے:

((لَا يَنْبَسِطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ))[بخاری، کتاب الأذان، باب لا یفترش ذراعیه فی السجود : ۸۲۲]

''تم میں سے کوئی بھی حالت سجدہ میں اپنے بازو کتے کی طرح (زمین پر) نہ بچھائے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ مرد اور عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے، کسی قسم کا کوئی فرق نہیں اور جو خاتون اس کے خلاف یعنی زمین پر ہاتھ بچھا کر سجدہ کرتی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی کر رہی ہے، اللہ عمل کی توفیق دے۔ (آمین!)

سجدہ کی دعائیں:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ))
[مسلم، کتاب الصلاة، باب ما یقال فی الرکوع والسجود؟ : ۴۸۲]

''آدمی سجدے میں اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا اسے زیادہ سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔''

⌘ مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی پڑھ لیں:

① ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى))[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل : ۷۷۲]

''میرا پروردگار (ہر عیب سے) پاک ہے، سب سے بلند ہے۔''

② ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ))[بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء فی الرکوع : ۷۹۴۔ مسلم : ۴۸۴]

''اے ہمارے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تو (ہر عیب سے) پاک ہے، ہم تیری تعریف اور پاکی بیان کرتے ہیں، اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

③ « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ »

[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود ؟ : ٤٨٣]

''اے اللہ! میرے چھوٹے اور بڑے، پہلے اور پچھلے، ظاہری اور پوشیدہ تمام گناہ بخش دے۔''

④ « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ »

[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود : ٤٨٦]

''اے اللہ! میں تیری رضامندی کے ذریعے تیرے غصے سے، تیری عافیت کے ذریعے تیری سزا سے اور تیری رحمت کے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف خود بیان فرمائی ہے۔''

⑤ « سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ » [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود ؟ : ٤٨٧]

''فرشتوں اور روح (جبریل) کا رب بہت پاک، بہت مقدس ہے۔''

⑥ « اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ » [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ النبی ﷺ و دعاءہ باللیل : ٧٧١]

''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا، تجھی پر ایمان لایا، تیرا ہی فرماں بردار بنا، میرے چہرے نے اس ہستی کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی صورت بنائی اور اس کے کانوں اور آنکھوں کے شگاف بنائے، برکت والا ہے اللہ جو تمام بنانے والوں سے اچھا ہے۔''

۷ « سُبۡحَانَ ذِی الۡجَبَرُوۡتِ وَالۡمَلَكُوۡتِ وَالۡكِبۡرِيَاۤءِ وَالۡعَظَمَةِ »[أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب ما يقول الرجل في ركوعه و سجوده : ۸۷۳۔ نسائی : ۱۰۵۰]

"پاک ہے، بہت جبر اور بہت بڑے ملک والا اور بڑائی اور عظمت والا۔"

⌘ سجدہ میں قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلَا وَاِنِّیۡ نُهِيۡتُ اَنۡ اَقۡرَاَ الۡقُرۡآنَ رَاكِعًا اَوۡ سَاجِدًا »[مسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود : ٤٧٩]

"مجھے (اللہ کی طرف سے) رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔"

سجدہ و رکوع میں قراءت قرآن منع ہے، قرآنی دعا پڑھنا منع نہیں ہے، کیونکہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے: ﴿ اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴾ [المائدة : ۱۱۸] اور آپ ﷺ رکوع اور سجدہ میں بھی یہی آیت پڑھتے رہے۔ [مسند أحمد : ١٤٩/٥، ح : ٢١٣٨٦۔ صحيح]

لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع و سجدہ میں قرآن بطور دعا پڑھنا جائز ہے اور بطور قراءت جائز نہیں۔

سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا بیان:

⌘ "اَللّٰهُ اَكۡبَرُ" کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائیں اور سیدھے ہو کر اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے نبوی طریقہ سکھانے کے لیے نماز پڑھائی، اس میں ہے:

« كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاۡسَهٗ مِنَ الرُّكُوۡعِ انۡتَصَبَ قَائِمًا حَتّٰى يَقُوۡلَ الۡقَائِلُ قَدۡ نَسِيَ، وَبَيۡنَ السَّجۡدَةِ مَكَثَ حَتّٰى يَقُوۡلَ الۡقَائِلُ قَدۡ نَسِيَ »[مسلم، كتاب الصلوة، باب اعتدال أركان الصلوة و تخفيفها في تمام : ٤٧٢۔ بخاری : ۸۰۰]

"جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ لوگ سمجھتے کہ وہ بھول

گئے ہیں اور دو سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ مقتدی سمجھتے کہ شاید بھول گئے ہیں۔''

⌘ دایاں پاؤں کھڑا کرلیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں۔[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة : ۷۳۰۔ ترمذی : ۳۰۴۔ صحیح]

⌘ دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان پر بیٹھنا بھی جائز ہے۔[مسلم، كتاب المساجد، باب جواز الإقعاء على العقبين : ۵۳۶]

⌘ مندرجہ ذیل دعا پڑھیں:

« رَبِّ اغْفِرْ لِيْ، رَبِّ اغْفِرْ لِيْ »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده : ۸۷۴۔ ابن ماجه : ۸۹۷۔ صحيح]

''اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے میرے رب! مجھے بخش دے۔''

اس مقام پر ابو داؤد (۸۵۰) وغیرہ میں ایک اور دعا بھی ہے: « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَ عَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ » اسے اگرچہ علامہ الالبانی نے حسن کہا ہے، لیکن یہ حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہی دعا مسلم (۲۶۹۷) میں بھی ہے، لیکن وہاں اس کا موقع ومحل بین السجدتین نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

⌘ پھر دوسرا سجدہ (پہلے سجدہ کی طرح) کریں۔[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة : ۷۳۰۔ صحيح]

جلسۂ استراحت کا بیان:

⌘ دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں، پھر زمین پر ہاتھ رکھیں اور زمین پر وزن ڈالتے ہوئے اگلی رکعت کے لیے کھڑے ہوں۔

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے سنت طریقہ بتانے کے لیے نماز پڑھی، تو اس میں ہے:

« اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ »

[بخاری، كتاب الأذان، باب كيف يعتمد على الأرض ...... الخ : ۸۲۴]

”جب وہ (پہلی اور تیسری رکعت کے) دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔“

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے زمین کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے تھے، یہ سنت نہیں ہے، لیکن ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ محض بڑھاپے کی وجہ سے تھا، پھر اصول یہ ہے کہ بعد والا عمل ناسخ اور قابل عمل ہوتا ہے، جبکہ پہلے والا منسوخ اور ناقابل عمل ہوتا ہے اور یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام کا ہے۔ تیسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بغیر بیٹھے سیدھا کھڑا ہونے کا طریقہ نہیں بتایا۔ اس کے برعکس سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو (جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں) حکم دیا: ”تم اس طرح نماز پڑھو (اور سکھاؤ) جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔“ [بخاری، كتاب الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا...... الخ : ٦٣١]

دوسری رکعت:

⌘ دوسری رکعت سورۂ فاتحہ سے شروع کریں، اس میں دعائے استفتاح نہ پڑھیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِـ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ وَلَمْ يَسْكُتْ » [مسلم، كتاب المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة : ٥٩٩]

”رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ سے قراءت شروع کرتے اور (دعائے استفتاح) کے لیے خاموش نہ ہوتے۔“

سورۂ فاتحہ سے پہلے ”بِسْمِ اللّٰهِ“ ضرور پڑھیں، کیونکہ یہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے۔

⌘ باقی تمام رکعات اسی طریقہ کے مطابق پڑھیں۔

تشہد کا بیان

پہلے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ:

⌘ پہلے تشہد (سلام پھیرنے والے تشہد کے علاوہ)میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں۔ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ مسنون نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

«فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى»
[بخاری، کتاب الأذان، باب سنة الجلوس فی التشهد : ۸۲۸]

''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت میں تشہد کے لیے بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔''

⌘ بڑھاپے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے دایاں پاؤں کھڑا کرنا مشکل ہو تو اسے بچھانا بھی جائز ہے۔[بخاری، کتاب الأذان، باب سنة الجلوس فی الصلاة : ۸۲۷]

⌘ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھیں، یا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھیں اور اسے گھٹنے پر پھیلا دیں۔[مسلم، کتاب المساجد، باب صفة الصلاة فی التشهد......الخ : ۵۷۹، ۵۸۰]

⌘ اس کے علاوہ دونوں بازوؤں کو دونوں رانوں پر رکھنا بھی جائز ہے۔[نسائی، کتاب السهو، باب موضع الذراعین : ۱۲٦۵۔ صحیح]

تشہد میں عورتوں کے بیٹھنے کا طریقہ:

بعض لوگ عورتوں کو دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر، یا انھیں چار زانوں بیٹھنے کا حکم

دیتے ہیں اور دلیل میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک قول پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کو چارزانوں بیٹھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔[مسائل أحمد لابنه عبد الله : ٧١]

اس روایت میں عبداللہ بن عمر العمری راوی ضعیف ہے۔[تقریب التهذیب : ١٨٢]

جبکہ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صحیح حدیث میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس کے علاوہ عورتوں کے لیے کوئی الگ حکم موجود نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کا عمل نقل کیا ہے:

« كَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِيْ صَلَاتِهَا جَلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً »

[التاريخ الصغير للبخاري : ٩٠، بسند صحيح والنسخة الأخرى : ١/٢٢٣]

''ام درداء رضی اللہ عنہا نماز میں مردوں کی طرح بیٹھا کرتی تھیں اور وہ فقیہہ تھیں۔''

لہٰذا خواتین کو اسی پر عمل کرنا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور ان کے بعد صحابیات کا عمل ہے۔

انگلی کو حرکت دینا:

⌘ دائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں بند کر لیں، انگوٹھا درمیانی انگلی پر رکھیں اور شہادت والی انگلی اٹھا کر اس سے اشارہ کریں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« وَ قَبَضَ اَصَابِعَهُ كُلَّهَا، وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ »[مسلم، كتاب المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة..... الخ : ١١٦/٥٨٠]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انگلیاں بند کر لیتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔''

اس کے علاوہ دو طریقے اور بھی ہیں، ایک یہ کہ شہادت والی انگلی کے علاوہ باقی انگلیوں کو بند رکھا جائے اور انگوٹھے کو موڑ کر شہادت والی انگلی کے نیچے رکھا جائے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا جائے، اس شکل کو ترپن کی گرہ بھی کہتے ہیں۔[مسلم : ٥٧٩] اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کیا جائے، انگوٹھے اور درمیان والی انگلی کو ملا کر حلقہ بنایا جائے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا جائے۔[أبو داؤد،

کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین فی الصلوۃ : ۷۲۶۔ صحیح]

⌘ شہادت والی انگلی کو مسلسل شروع سے آخر تک حرکت دیتے رہیں۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« ثُمَّ رَفَعَ اِصْبَعَهُ فَرَاَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُوْ بِهَا » [نسائی، کتاب الافتتاح، باب موضع الیمین من الشمال فی الصلاۃ : ۸۹۰۔ صحیح]

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کو اٹھایا، پھر اسے حرکت دیتے رہے اور دعا کرتے رہے۔''

مولوی سلام اللہ حنفی شرح موطا میں لکھتے ہیں:

''وَ فِيْهِ تَحْرِيْكُهَا دَائِمًا اِذَا الدُّعَاءُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ ''

''اس حدیث میں ہے کہ انگلی کو تشہد میں ہمیشہ حرکت دیتے رہنا چاہیے، کیونکہ دعا تشہد کے بعد ہوتی ہے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ ''صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱۵۸)'' میں فرماتے ہیں:

''فَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ السُّنَّةَ اَنْ يَسْتَمِرَّ فِيْ الْاِشَارَةِ وَ فِيْ تَحْرِيْكِهَا اِلَى السَّلَامِ لِاَنَّ الدُّعَاءَ قَبْلَهٗ ''

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ انگلی کا اشارہ اور حرکت سلام تک جاری رہے، کیونکہ دعا سلام سے متصل ہے۔''

⌘ دورانِ تشہد میں شہادت والی انگلی کو تھوڑا سا خم دیں اور وہ قبلہ رخ ہو۔ [أبو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الإشارۃ فی التشهد : ۹۹۱۔ نسائی : ۱۱۶۱۔ صحیح]

⌘ پورے تشہد میں ایک مرتبہ انگلی اٹھانا، یا صرف ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پر اٹھانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اسی طرح انگلی کو حرکت نہ دینے والی روایت ضعیف ہے اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

⌘ تشہد میں نظر انگشت شہادت پر ہونی چاہیے، سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ » [أبو داود، كتاب الصلوة، باب الإشارة في التشهد : ٩٩٠]

''آپ کی نظر آپ کے اشارے سے آگے نہ بڑھتی تھی۔''

مسنون تشہد:

« اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ » [بخاری، کتاب العمل في الصلاة، باب من سمى قومًا أو سلم في الصلاة......الخ : ١٢٠٢ ـ مسلم : ٤٠٢]

''زبان کی تمام عبادتیں، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، سلام ہو تجھ پر اے نبی ! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

⌘ پھر درود شریف پڑھیں:

« اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ » [بخاری، کتاب الأنبياء، باب : ٣٣٧٠ ـ مسلم : ٤٠٦]

''اے اللہ! صلوۃ بھیج محمد پر اور محمد کی آل پر، جس طرح تو نے صلوۃ بھیجی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، یقیناً تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور محمد کی آل پر کہ جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، یقیناً تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔''

درود شریف کس تشہد میں پڑھنا چاہیے؟:

⌘ درود شریف ہر تشہد میں پڑھنا چاہیے، پہلا ہو یا دوسرا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نو رکعات (وتر) پڑھتے، تو ان کے درمیان صرف آٹھویں رکعت پر تشہد بیٹھتے، اللہ کی تعریف کرتے اور نبی ﷺ پر درود پڑھتے اور ان میں دعا کرتے، پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھ جاتے، اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے اور نبی ﷺ پر درود پڑھتے اور دعا کرتے، پھر سلام پھیرتے۔'' [نسائی، کتاب قیام اللیل، باب کیف الوتر بتسع : ۱۷۲۱۔ صحیح]

علامہ الالبانی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے آپ پر پہلے تشہد میں اسی طرح درود پڑھا، جس طرح دوسرے تشہد میں درود پڑھتے تھے۔'' [تمام المنة : ۲۲٤]

اس روایت کے برعکس ایسی کوئی صحیح روایت نہیں ہے جس میں پہلے تشہد میں درود پڑھنے سے منع کیا گیا ہو، یا محض دوسرے تشہد میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔

⌘ بعض علماء کا موقف ہے کہ پہلے تشہد میں درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے، ان کی دلیل یہ روایت ہے:

« اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ ...... حَتّٰى يَقُوْمَ »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب في تخفيف القعود : ۹۹۵۔ امام حاکم اور الذہبی نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، جبکہ علامہ الالبانی اور شعیب الارنؤوط نے ضعیف کہا ہے]

''نبی ﷺ پہلی دو رکعتوں (کے تشہد) میں ایسے ہوتے گویا گرم پتھر پر بیٹھے ہیں ...... یہاں تک کہ آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔''

یہ روایت ضعیف ہے، پھر اس میں درود پڑھنے یا نہ پڑھنے کا بھی ذکر نہیں ہے۔

یزید النخعی رحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

« اِنْ كَانَ فِيْ وَسْطِ الصَّلَاةِ نَهَضَ حِيْنَ يَفْرُغُ مِنْ تَشَهُّدِهٖ وَاِنْ كَانَ فِيْ آخِرِهَا دَعَا بَعْدَ تَشَهُّدِهٖ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَدْعُوَ ثُمَّ يُسَلِّمُ »[صحیح ابن خزیمة، باب الاقتصار فی الجلسة الأولی : ٦٨٥۔ مسند أحمد : ٤٥٩/١، ح : ٤٣٨٢۔ علامہ شعیب الارنؤوط اور امام ہیثمی نے اسے صحیح اور مصطفیٰ الاعظمی نے حسن کہا ہے]

" اگر وہ درمیانے تشہد میں ہوتے تو تشہد [التیحات...... عبده ورسوله] پڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور اگر آخری تشہد میں ہوتے تو جو اللہ توفیق دیتا دعا کرتے، پھر سلام پھیرتے۔"

اس روایت میں درود کا ذکر ہی نہیں، نہ پہلے میں نہ دوسرے میں اور اس کے برعکس دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تشہد میں بھی درود شریف پڑھنا چاہیے۔

تیسری رکعت:

⌘ تین یا چار رکعات والی نماز ہے تو " اَللّٰهُ اَكْبَرُ " کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَثْنٰى بَعْدَ الْجُلُوْسِ » [مسلم، كتاب الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة...... الخ : ٣٩٢/٢٨]

" رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر جب کھڑے ہوتے تو " اللہ اکبر" کہتے۔"

⌘ پہلی رکعت کی طرح کندھوں تک رفع الیدین کریں۔ نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بخاری، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين : ٧٣٩]

" عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب دو رکعات سے (تیسری کے لیے) کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ نبی ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"

رفع الیدین دو رکعات کے بعد ہی کرنا چاہیے، بعض لوگ حالت جماعت میں تشہد سے

جب بھی کھڑے ہوں تو رفع الیدین کرتے ہیں، یاد رہے حدیث میں رفع الیدین کرنے کے لیے تشہد کا ذکر نہیں، بلکہ دو رکعات کا ذکر ہے کہ ان کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں تو رفع الیدین کریں۔

آخری تشہد:

⌘ آخری رکعت مکمل کر کے تشہد بیٹھ جائیں۔

⌘ دوسرے تشہد کا طریقہ بھی پہلے تشہد والا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کریں، بایاں پاؤں (دائیں پنڈلی کے نیچے سے) باہر نکالیں اور زمین پر بیٹھیں۔

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« وَ اِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَ نَصَبَ الْأُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ »[بخاری، كتاب الأذان، باب سنة الحلوس في التشهد : ۸۲۸]

”رسول اللہ ﷺ جب آخری رکعت میں تشہد بیٹھتے تو دائیں پاؤں کو کھڑا کرتے اور بائیں پاؤں کو (دائیں پنڈلی کے نیچے سے) باہر نکالتے اور زمین پر بیٹھ جاتے۔“

⌘ آخری تشہد میں دائیں پاؤں کو بچھا کر رکھنا بھی جائز ہے۔[مسلم، كتاب المساجد، باب صفة الجلوس في الصلوة ...... الخ : ۵۷۹]

⌘ دایاں ہاتھ دائیں ران یا گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران یا گھٹنے پر رکھیں اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو دائیں ران سے علیحدہ اور اونچا رکھیں۔[مسلم، كتاب المساجد، باب صفة الجلوس في الصلوة ...... الخ : ۵۷۹، ۵۸۰۔ أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين في الصلوة : ۷۲۶]

⌘ اس کے علاوہ دونوں بازوؤں کو دونوں رانوں پر رکھنا بھی جائز ہے۔[نسائی، كتاب السهو، باب موضع الذراعين : ۱۲۶۵۔ صحيح]

تشہد کی دعائیں:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو تو وہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے؛ جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، موت و حیات کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے۔'' (درج ذیل دعاؤں میں سے پہلی دعا میں انھی چار چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے) [مسلم، کتاب المساجد، باب ما یستعاذ منه فی الصلاۃ : ۵۸۸]

⌘ جو چاہیں دعا مانگیں، بشرطیکہ عربی میں ہو، لیکن مسنون دعا مانگنا ہی افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهُ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْ)) [بخاری، کتاب الأذان، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد ...... الخ : ۸۳۵]

''(تشہد اور درود کے بعد) دعاؤں میں سے جو دعا اسے زیادہ پسند ہو وہ دعا کرے۔''

⌘ تشہد کی دعائیں مندرجہ ذیل ہیں:

① ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ)) [مسلم، کتاب المساجد، باب ما یستعاذ منه فی الصلوۃ : ۵۸۸/۱۲۸۔ بخاری : ۸۳۲]

''اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔''

مندرجہ بالا دعا ضرور پڑھنی چاہیے، کیونکہ اس کے پڑھنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اور اسی لیے بعض علماء نے اسے فرض قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ دعاؤں میں سے جو چاہیں پڑھ لیں۔

② ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ))

[بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء قبل السلام : ۸۳۴۔ مسلم : ۲۷۰۵]
''اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا، پس مجھے اپنی خاص مغفرت سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بلاشبہ تو ہی بخشنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

③ «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ »
[مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل : ۷۷۱]
''اے اللہ! تو مجھے بخش دے جو میں نے پہلے گناہ کیے اور جو پیچھے گناہ کیے، اور جو میں نے چھپا کر کیے اور جو میں نے اعلانیہ کیے، اور جو میں نے زیادتی کی اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (وہ بھی معاف فرما) تو ہی (عزت میں) آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

④ « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ یَا اَللّٰهُ ! بِاَنَّكَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ » [نسائی، کتاب السهو، باب الدعاء بعد الذکر : ۱۳۰۲۔ صحیح]
''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کے ساتھ کہ تو واحد، اکیلا اور بے نیاز ہے، جس نے نہ جنا، نہ جنا گیا اور نہ اس کا کوئی شریک ہے، تو میرے گناہ معاف فرما دے۔ یقیناً تو ہی بخشنے والا، بے حد مہربان ہے۔''

نماز کا اختتام:

⌘ دعائیں پڑھنے کے بعد دائیں طرف چہرہ پھیریں اور کہیں: « اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ » پھر بائیں طرف چہرہ پھیریں اور کہیں: « اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ » اور رسول اللہ ﷺ اس حد تک چہرہ پھیرتے تھے کہ آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی جاتی تھی۔ [أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی السلام : ۹۹۶۔ صحیح]

⌘ نماز کا سلام پھیرنے کے مندرجہ ذیل دو طریقے مزید بھی ہیں:

① دائیں جانب چہرہ پھیرتے ہوئے کہیں: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ» اور بائیں جانب چہرہ پھیرتے ہوئے کہیں: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ» [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب في السلام : ٩٩٧۔ صحيح]

ابو داؤد کے ایک نسخہ میں دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے "وَ بَرَكَاتُهُ" کا اضافہ ثابت ہے۔ [تفصیل کے لیے دیکھیں، بلوغ المرام، باب صفة الصلاة۔ نيل الأوطار۔ سبل السلام]

② دائیں جانب چہرہ پھیرتے ہوئے کہیں: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ» اور بائیں جانب چہرہ پھیرتے ہوئے کہیں: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ» [نسائي، كتاب الصلاة، باب كيف السلام على الشمال : ١٣٢٢۔ مسند أحمد : ٢/٧١، ٧٢، ح : ٥٤٠٢۔ صحيح]

③ صرف ایک طرف سلام پھیرنے کے متعلق ابن ماجہ (۹۱۸ تا ۹۲۰) وغیرہ میں جو احادیث ہیں انھیں اگرچہ الالبانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے، لیکن وہ ضعیف ہیں، شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ان سب احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [ابن ماجه : ٩١٩، طبع دار السلام]

نماز کے بعد کے اذکار:

⌘ سلام پھیرنے کے بعد مندرجہ ذیل اذکار کرنا مسنون ہے:

① ایک مرتبہ بلند آواز سے کہیں: «اَللّٰهُ اَكْبَرُ» "اللہ سب سے بڑا ہے۔" [بخاري، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة : ٨٤٢۔ مسلم : ٥٨٣/١٢٢]

② تین مرتبہ کہیں: «اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ» "میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔" [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته : ٥٩١]

یاد رہے حدیث میں مطلق استغفار کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار استغفار کیا کرتے تھے اور استغفار کے الفاظ " اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ " اوزاعی رحمہ اللہ کے ہیں، لہٰذا اس جگہ استغفار کے کوئی بھی مسنون الفاظ تین دفعہ پڑھے جا سکتے ہیں۔

③ «اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ» [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر ...... الخ : ٥٩١]

''اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے، اے بزرگی اور عزت والے! تو بڑی برکت والا ہے۔''

④ « رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ »[أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار : ۱۵۲۲۔ نسائی : ۱۳۰۴۔ صحیح]

''اے اللہ! اپنی یاد، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔''

⑤ « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ »[بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ : ۸٤٤۔ مسلم : ۵۹۳]

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی شان والے کو اس کی شان تجھ سے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔''

⑥ « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ » [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ...... الخ : ۵۹٤]

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ نہ بچنے کی طاقت ہے نہ کچھ کرنے کی قوت مگر اللہ کی مدد کے ساتھ۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے سوا ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کے لیے نعمت ہے اور اسی کے لیے فضل اور اسی کے لیے اچھی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی

عبادت کے لائق نہیں، ہم اپنی بندگی اسی کے لیے خاص کرنے والے ہیں، خواہ کافروں کو برا ہی لگے۔''

⑦ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے اس کے اور جنت کے درمیان رکاوٹ صرف موت ہے، یعنی جیسے ہی موت آئے گی وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔[عمل الیوم واللیلة للإمام النسائی : ۱۰۰۔ اسے ابن حبان اور منذری نے صحیح کہا ہے۔ اتحاف المهرة لابن حجر العسقلانی : ۲۵۹/۶، ح : ۶٤۸۰]

آیت الکرسی یہ ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴾ [البقرة : ۲۵۵]

''اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؟ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے وہ اسے جانتا ہے اور وہ (لوگ) اس کے علم میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اس قدر معلوم کرا دیتا ہے)، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں، وہ بڑا عالی اور جلیل القدر ہے۔''

⑧ ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ))

[بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ما یتعوذ من الجبن : ۲۸۲۲، ٦۳۷٤]

''اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں

اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور میں دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

⑨ «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ »[مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعاءہ باللیل : ۲۰۱، ۲۰۲/ ۷۷۱]

''اے اللہ! مجھے معاف کر دے جو میں نے پہلے گناہ کیے اور جو میں نے بعد میں کیے، جو میں نے چھپ کر کیے اور جو اعلانیہ کیے اور جو میں نے زیادتی کی اور جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی (عزت میں) آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔''

⑩ «رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ »[مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب یمین الإمام : ۷۰۹]

''اے میرے پروردگار! تو مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔''

⑪ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ''، تینتیس مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ''، تینتیس مرتبہ ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' اور ایک مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا تو اس کے سب (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں:

« لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ »[مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفتہ : ۵۹۷]

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

دس مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ"، دس مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور دس مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنا بھی ثابت ہے۔[أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في التسبيح عند النوم: ٥٠٦٥۔ ترمذی: ٣٤١٠]

⑫ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں۔[أبوداؤد، كتاب الوتر، باب في الاستغفار: ١٥٢٣۔ نسائی: ١٣٣٧۔ صحیح]

اور آخری تین سورتوں، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس کو معوذات کہا جاتا ہے۔ [فتح الباری: ٩/٧٨]

⑬ «اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا طَيِّبًا وَّ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا »[ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما يقال بعد التسليم: ٩٢٥۔ صحيح]۔

''اے اللہ! میں تجھ سے فائدہ دینے والے علم، پاک رزق اور قبول ہونے والے عمل کا سوال کرتا ہوں۔''

یہ دعا نماز فجر کے بعد ضرور پڑھنی چاہیے، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

⑭ «لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ »[مسند أحمد: ٤/٢٢٧، ح: ١٨٠١٣۔ ترمذی: ٣٤٧٤۔ حسن]

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز مغرب اور نمازِ صبح کے بعد یہ (مذکورہ بالا) دعا تشہد ہی کی حالت میں دس مرتبہ پڑھی تو ایک دفعہ کے بدلے میں اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں،

دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور یہ دعا اس کے لیے ہر مکروہ و ناپسندیدہ کام اور شیطان مردود سے پناہ کا کام دیتی ہے اور شرک کے علاوہ کوئی بھی گناہ اس کے لیے ہلاکت کا باعث نہیں بن سکتا اور وہ اعمال میں تمام لوگوں سے افضل ہوگا، سوائے اس آدمی کے جو اس سے زیادہ مرتبہ یہ دعا پڑھے گا۔" [أیضًا]

اذکار گنتی کرنا:

* ذکر دائیں ہاتھ پر شمار کریں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ ـ قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ ـ بِيَمِيْنِهِ »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب التسبيح بالحصى : ١٥٠٢۔ صحيح]

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ پر تسبیح گنا کرتے تھے۔" دائیں ہاتھ کا ذکر محمد بن قدامہ کی روایت میں ہے۔"

* اذکار ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں پر شمار کریں۔ سیدہ یسیرہ بنت یاسر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُنَّ اَنْ يُّرَاعِيْنَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالتَّقْدِيْسِ وَالتَّهْلِيْلِ وَاَنْ يَّعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ، فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ »

[أبو داوٗد، كتاب الوتر، باب التسبيح بالحصى : ١٥٠١۔ اس حدیث کو امام نووی، ابن حجر اور علامہ الالبانی نے حسن جبکہ امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے]

"بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں " اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " پڑھنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ انھیں انگلیوں کے پوروں پر گنیں، کیونکہ ان پوروں سے پوچھا جائے گا اور یہ گواہی دیں گی۔"

مرد اور عورت کی نماز میں فرق:

بعض لوگ مرد اور عورت کی نماز میں کئی طرح کے فرق بیان کرتے ہیں اور سادہ مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں پختہ کر دی گئی ہے کہ مرد

اور عورت کی نماز مختلف ہے۔ دورِ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ میں ایک دفعہ ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے گیا۔ کھانا کھا کر باہر نکلے تو اسی ہوٹل کے باہر ایک گونگا اور بہرا شخص کباب لگاتا تھا۔ اس نے جب ہمیں دیکھا تو انگلی سے دو سوالیہ اشارے کیے، ایک اشارہ آسمان کی طرف کیا اور کانوں پر ہاتھ رکھا، دوسرا اشارہ یہ کیا کہ اپنی انگلی ناک پر دائیں طرف رکھی اور پھر سینے پر ہاتھ باندھے۔ میں نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کے اشارے سمجھے ہیں؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا تو میں نے انھیں بتایا کہ پہلے اشارے کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم وہ لوگ ہو جو دن کے ساڑھے بارہ بجے (یعنی زوال کے وقت) اذان کہتے ہو؟ اور دوسرے اشارے کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم وہ لوگ ہو جو عورتوں کی طرح سینے پر ہاتھ باندھتے ہو؟

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علماء نے ایک غلط مسئلہ کس قدر لوگوں کے ذہن میں پختہ کر دیا ہے کہ ایک گونگا اور بہرا شخص بھی جانتا ہے۔ لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ یہاں اس مسئلہ کو کھول کر بیان کروں، تاکہ کسی بھائی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

نماز کے دو حصے ہیں، ایک حصہ نماز کی ہیئت اور اسے ادا کرنے کا طریقہ ہے، جو تکبیر تحریمہ سے سلام پھیرنے تک ہے، یہ اصل نماز ہے، اس میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے استاد امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فتویٰ صحیح سند سے مروی ہے، کہتے ہیں:

"تَقْعُدُ الْمَرْأَةُ فِي الصَّلَاةِ كَمَا يَقْعُدُ الرَّجُلُ" [ابن أبي شيبة، كتاب الصلاة، باب في المرأة كيف تجلس في الصلاة ؟ : ٢٧٨٨]

''نماز میں عورت بھی بالکل ویسے ہی بیٹھے جیسے مرد بیٹھتا ہے۔''

جن علماء نے مرد اور عورت کے درمیان نماز کی ہیئت میں فرق ذکر کیا ہے، مثلاً مرد کانوں تک اور عورتیں صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں، حالتِ قیام میں مرد زیرِ ناف جبکہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں، سجدہ میں مرد رانوں سے پیٹ دور رکھیں، جبکہ عورتیں رانوں سے پیٹ چپکا لیں، یہ فرق کسی بھی صحیح و صریح حدیث میں مذکور نہیں، بلکہ یہ سراسر قیاسِ فاسد

کی بنا پر ہے، جس کا کتاب وسنت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ جب قرآن وسنت نے یہ فرق نہیں کیا تو کسی عالم کو یہ اختیار کہاں ہے کہ وہ اپنی طرف سے دین میں اضافہ کرے؟

دوسرا حصہ نماز سے متعلقہ چیزیں ہیں، مثلاً لباس، پردہ، جماعت اور امامت۔ یہ تمام مسائل نماز سے متعلقہ تو ہیں لیکن نماز نہیں۔ ان مسائل میں مرد وخواتین میں ان کا دائرۂ عمل مختلف ہونے کی وجہ سے کچھ فرق ہے، لیکن اسے نماز کا فرق نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً عورتوں کے لیے سر سے پاؤں تک جبکہ مرد کے لیے کندھوں سے ٹخنوں سے اوپر تک اپنے آپ کو ڈھانپنا لازم ہے۔ مرد امام صف سے نکل کر آگے کھڑا ہوگا، جبکہ عورت امام صف ہی میں کھڑی ہوگی اور وہ صرف عورتوں ہی کی جماعت کروائے گی۔ امام کے بھولنے پر مرد ''سبحان اللہ'' کہہ کر جبکہ عورتیں تالی بجا کر مطلع کریں گی۔ جماعت میں مردوں کی پہلی صف جبکہ عورتوں کی آخری صف بہتر ہے۔ مرد کو کسی صورت میں نماز معاف نہیں، جبکہ عورت کو ایام حیض ونفاس میں معاف ہے۔

یہ نماز سے متعلقہ مسائل میں فرق ہے، ان کو نماز کی ہیئت کے فرق کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا اور نہ ثابت شدہ فرق پر قیاس کر کے غیر ثابت شدہ چیزوں میں فرق کیا جاسکتا ہے۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ نماز کی ہیئت میں فرق خودساختہ ہے، اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

دعا کا بیان

⌘ دعا کی قبولیت کے وقت کے متعلق پوچھا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ »[ترمذی، کتاب الدعوات، باب حديث ينزل ربنا كل ليلة إلى السماء الدنيا: ٣٤٩٩ـ حسن]

''رات کے آخری حصہ میں اور فرض نماز کے بعد۔''

⌘ چونکہ فرض نماز کے بعد کا وقت دعا کی قبولیت کے اوقات میں سے ہے۔لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ نماز کے بعد دعا کا ذکر کیا جائے۔

⌘ دعا مسنون اذکار پڑھنے کے بعد کرنی چاہیے، تاکہ مسنون اذکار جو کثیر احادیث سے ثابت ہیں، کہیں چھوٹ نہ جائیں۔

دعا کی اہمیت وفضیلت:

⌘ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ [المؤمن : ٦٠]

''تمھارے رب نے کہا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمھاری دعا کو قبول کرتا ہوں، بے شک جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کریں گے، وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلدُّعَاءُ هِيَ الْعِبَادَةُ »[أبو داود، كتاب الوتر، باب الدعاء : ١٤٧٩ـ

ترمذی : ۳۲۴۷، ۲۹۶۹۔صحیح]

''دعا ہی اصل عبادت ہے۔''

دعا کی قبولیت:

⌘ ارشاد رب العالمین ہے:

﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرۃ : ۱۸۶]

''جب بھی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے، تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی شخص جب اللہ سے دعا کرتا ہے تو وہ (تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں) ضرور قبول کی جاتی ہے، دنیا ہی میں جلد اسے اس کا مقصود عطا کر دیا جائے، یا اسے آخرت کے لیے ذخیرہ کر دیا جائے، یا اس دعا کے برابر اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں، بشرطیکہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی بھی نہ کرے کہ وہ یہ کہنے لگے کہ میری دعا اللہ قبول ہی نہیں کرتا۔'' [ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما من رجل یدعو اللہ بدعاء إلا استجیب له : ۳۶۰۴/۳]

قبولیت دعا کی شرائط:

⌘ کھانا پینا اور لباس حلال ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

« اَلرَّجُلُ يُطِيْلُ السَّفَرَ، اَشْعَثَ اَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ ! يَا رَبِّ ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟ » [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من کسب الطیب وتربیتها : ۱۰۱۵]

''آدمی لمبا سفر کرتا ہے کہ غبار سے اٹا ہوتا ہے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: ''اے میرے رب! اے میرے رب!'' جبکہ اس کا کھانا، اس کا پینا اور اس کا پہننا حرام ہے اور وہ پلا بڑھا بھی حرام میں ہے تو (اللہ فرماتا ہے) اب اس آدمی کی دعا کیسے قبول کی جائے۔''

⌘ حضور قلب سے دعا کی جائے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ » [ترمذی، کتاب الدعوات، باب : ۳٤۷۹]

''اللہ سے اس حالت میں دعا کرو کہ تمھیں قبولیت کا پورا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل اس سے غافل اور اس کے خیالات دوسری طرف ہوں۔''

⌘ اللہ کی نافرمانیوں سے پرہیز کریں، کیونکہ نافرمانیاں اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتی ہیں۔

دعا کے آداب:

⌘ باوضو ہو کر دعا کریں، کیونکہ اللہ پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[البقرة : ۲۲۲]

⌘ صرف اللہ سے دعا کریں، کسی دوسرے سے دعا ہرگز نہ کریں۔[المؤمن : ١٤]

⌘ اپنے یا کسی دوسرے مسلمان کے خلاف بددعا نہ کریں۔[مسلم، کتاب الزهد، باب حديث جابر الطويل، وقصة أبي اليسر : ۳۰۰۹]

⌘ دوسرے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا کریں، کیونکہ فرشتہ اس کی اس دعا پر ''آمین'' کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ ملے۔[مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب : ۲۷۳۳]

⌘ دعا بالجزم کرنی چاہیے اور اس کی قبولیت کا مکمل یقین ہو۔[مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب العزم بالدعاء ولا يقل إن شئت : ۲٦۷۸]

⌘ پورے خشوع وخضوع، رغبت، ڈر اور آہ وزاری سے دعا کرنی چاہیے (رونا نہ آئے تو رونے والا چہرہ ہی بنالیں)۔[مسلم، کتاب الإيمان، باب دعاء النبی ﷺ لأمته وبكائه شفقة عليهم : ۲۰۲]

⌘ آہستہ آواز میں دعا کرنی چاہیے۔ [مریم : ٥٥]

⌘ دعا بار بار کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی دعا کرتے تھے تو تین بار کرتے۔

[مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذى المشركين والمنافقين : ۱۷۹٤]

⌘ صرف تنگی ہی میں نہیں، بلکہ تنگی اور خوشی دونوں حالتوں میں دعا کرنی چاہیے۔[ترمذی، کتاب الدعوات، باب أن دعوة المسلم مستجابة : ٣٣٨٢۔حسن]

⌘ اللہ تعالیٰ سے کثرت سے دعا کرنی چاہیے۔[ابن حبان : ٨٨٩۔ السلسلة الصحيحة : ٣١٦/٣، ١٣٢٥ ۔ صحيح]

⌘ کسی زندہ نیک آدمی سے دعا کروائی جا سکتی ہے۔[البقرة : ٦٨۔ النساء : ٦٤۔ يوسف : ٩٧]

⌘ کسی مردہ شخص سے دعا کے لیے التجا کرنا جائز نہیں، مثلاً کوئی شخص کسی قبر والے سے دعا کرنے کی درخواست کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف:٥]

”آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے، بلکہ وہ اس سے بھی بے خبر ہیں کہ پکارنے والے ان کو پکار رہے ہیں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں تو آپ سے دعا کرایا کرتے تھے، لیکن وفات کے بعد کبھی کسی صحابی نے قبر پر جا کر دعا کرنے کی درخواست نہیں کی۔ [بخاری، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا : ١٠١٠]

⌘ دعا کرتے ہوئے کسی غائب، زندہ یا مردہ شخص کا واسطہ نہیں دینا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [يونس : ١٨]

”وہ (کافر) اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔“

⌘ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کریں۔[ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما من رجل يدعو الله بدعاء إلا استجيب له : ٣٦٠٤/٣]

⌘ دعا کی قبولیت میں جلدی نہیں کرنی چاہیے، یعنی چند دن دعا کی، پھر ناامید ہو کر چھوڑ دی۔

[بخاری، کتاب الدعوات، باب یستجاب للعبد ما لم یعجل: ٦٣٤٠۔ مسلم: ٢٧٣٥/٩٢]

دعا کا طریقہ:

⌘ دعا کی دو اقسام ہیں، ایک مخصوص اذکار یعنی وہ دعائیں جو صبح و شام، اذان کے بعد اور نماز کے بعد کی جاتی ہیں اور دیگر مواقع کی دعائیں۔ ان دعاؤں کا احادیث میں جو موقع ذکر ہوا ہے اسی موقع پر بغیر کوئی خاص ہیئت اپنائے وہ دعا کرنی چاہیے۔

دوسری وہ دعائیں جو کسی خاص موقع کی نہیں، بلکہ عام حالات میں بندہ کسی بھی زبان میں اپنی حاجات اللہ کے سامنے رکھتا ہے۔ دوسری قسم کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا جائز ہے اور اذکار میں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے۔ جبکہ بہت سارے لوگ جہالت کی وجہ سے، یا کچھ جان بوجھ کر ہر موقع اور ہر قسم کی دعا میں ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہے اور انھی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

"آخری وقت میں ایسے لوگ آئیں گے جو دعا کرنے میں مبالغہ کریں گے۔"

[أبو داوٗد، کتاب الطھارۃ، باب الاسراف فی الوضوء : ٩٦۔ صحیح]

⌘ دعا کرتے ہوئے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کریں، تو دعا ضرور قبول ہو گی۔ (ان شاء اللہ)

① پہلے اللہ کی حمد و ثنا کریں، پھر نبی مکرم ﷺ پر درود پڑھیں۔ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی إیجاب الدعاء بتقدیم الحمد...... : ٣٤٧٦۔ نسائی : ١٢٨٥۔ صحیح]

② پھر اللہ کی نعمتوں کا اقرار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کریں، پھر دعا کریں۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی ﴿ یریدون أن یبدلوا کلام اللہ ﴾ : ٧٥٠٧]

③ اپنے اعمال صالحہ کا واسطہ دے کر مانگیں۔ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار : ٣٤٦٥۔ مسلم : ٦٩٤٩]

④ جامع دعائیں کرنی چاہییں۔ [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ١٤٨٢۔ صحیح]

⑤ اللہ کے اسمائے حسنیٰ کا واسطہ دے کر دعا مانگیں۔ [الأعراف : ١٨٠]

⑥ اللہ کے اسم اعظم کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے۔ [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱۴۹۵۔ ترمذی: ۳۴۷۵۔ صحیح]

اسم اعظم:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل دعاؤں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں اسم اعظم ہے:

① « اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِأَنَّ لَکَ الْحَمْدَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَلْمَنَّانُ، بَدِیْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ! » [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱۴۹۵۔ ترمذی : ۳۵۴۴۔صحیح]

② « اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِأَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ، الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ » [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱۴۹۳۔ ترمذی : ۳۴۷۵۔ ابن ماجه : ۳۸۵۷۔ صحیح]

③ ﴿ وَاِلٰھُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴾ [البقرة : ۱۶۳]
[أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱۴۹۶۔ ترمذی : ۳۴۷۸۔ حسن]

④ ﴿ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ [آل عمران : ۱-۲]
[أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱۴۹۶۔ ترمذی : ۳۴۷۸۔حسن]

⌘ مندرجہ ذیل کلمات پڑھنے کے بعد دعا کریں گے تو (ان شاء اللہ) قبول ہوگی:

« لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ »[بخاری، کتاب التهجد، باب فضل من تعار من اللیل فصلی : ۱۱۵۴]

مسنون دعاؤں میں تحریف:

اپنے پاس سے دعا کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، بشرطیکہ الفاظ کفریہ وشرکیہ نہ ہوں، لیکن مسنون دعاؤں میں سے دعا کرنا سب سے بہتر ہے۔ مگر بعض لوگوں نے مسنون دعاؤں میں من بھاتی تبدیلیاں کر لی ہیں، مثلاً اذان کے بعد والی دعا میں « آتِ مُحَمَّدَ نِ

اَلْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ » کے بعد "وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَ" اور « وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِیْ وَ عَدْتَّهٗ » کے بعد " وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ "

اور نماز کے بعد والی دعا میں « اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ » کے بعد " وَ اِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ " کا اضافہ کر دیا، یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک شخص کو دعا سکھا رہے تھے اور اس نے "نَبِيِّكَ" کی جگہ " رَسُوْلِكَ " کہہ دیا، اگرچہ اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے منع کیا اور وہی لفظ پڑھنے کا حکم دیا جو خود اسے پڑھایا تھا۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء : ۲۳۹]

اس سے ثابت ہوا مسنون دعاؤں میں تبدیلی جائز نہیں اور دعا میں تبدیلی محض دعا میں تبدیلی نہیں، یہ حدیث میں تحریف ہے اور وہ حرام ہے۔

نماز کے بعد اجتماعی دعا کا مسئلہ:

ہمارے یہاں فرض نمازوں کے بعد امام اور مقتدی مل کر جو اجتماعی دعا کا اہتمام کرتے ہیں اس کا رسول اللہ ﷺ یا آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ بھی یہ کام کیا ہوتا تو دوسرے مسائل کی طرح اس کا ثبوت بھی ضرور ہم تک پہنچتا۔ لیکن کسی ایک صحیح حدیث میں بھی اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت حتیٰ کہ علمائے احناف نے اسے بدعت شنیعہ شمار کیا ہے۔ مثلاً امام ابن تیمیہ نے مختصر الفتاوی المصریہ (۴۰، ۴۱) اور مجموع الفتاوی (۲۲/۵۱۹) میں، امام ابن قیم نے زاد المعاد (۱/۲۵۷) میں، مفتی محمد ابراہیم نے دعا بعد الفرائض کا مسنون طریقہ (۲۲) میں، علامہ انور شاہ کشمیری حنفی نے العرف الشذی (۸۶) میں، مولوی فیض اللہ بنگلا دیشی نے احکام الدعوات المروجہ (۲۱) میں، مولوی رفیق دلاوری شاگرد رشید مولانا محمود الحسن دیوبندی نے عماد الدین (۳۹۷) میں اور مفتی رشید احمد لدھیانوی نے احسن الفتاوی میں جماعت کے بعد اجتماعی دعا کرنے کو بدعت قرار دیا ہے۔

نماز میں نظر کا مسئلہ

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ، فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب الالتفات في الصلاة : ٩٠٩۔ صحيح الترغيب والترهيب للألباني : ٥٥٤۔ حسن]

''اللہ تعالیٰ بندے کی نماز میں برابر متوجہ رہتا ہے، جب تک بندہ ادھر ادھر نہ دیکھے۔ جب بندہ توجہ ہٹا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نماز میں آنکھیں کھول کر رکھتے تھے۔[بخاری، كتاب الصلاة، باب إذا صلى في ثوب له أعلام ونظر إلى علمها : ٣٧٣، ٣٧٤۔ مسلم : ٥٥٦]

بعض لوگ نماز میں خشوع پیدا کرنے کے لیے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔

⌘ نماز میں سر کو جھکا لینا چاہیے، ادھر ادھر نہیں دیکھنا چاہیے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَفَعَ بَصَرَهٗ اِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَتْ:﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٢] فَطَأْطَأَ رَأْسَهٗ » [مستدرك حاكم : ٢/٣٩٣، ح : ٣٤٨٣۔ إسناده حسن لذاته]

''رسول اللہ ﷺ نماز میں آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وہی لوگ کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' تو اس کے بعد آپ ﷺ اپنا سر جھکا لیا کرتے تھے۔''

⌘ تشہد میں دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی پر نظر رکھنی چاہیے۔[نسائی، كتاب التطبيق،

باب موضع البصر فی التشھد : ١١٦١۔ صحیح]

⌘ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا جائز نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ» [بخاری، کتاب الأذان، باب الالتفات فی الصلاۃ : ٧٥١]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ''یہ تو شیطان کی جھپٹ ہے جو وہ آدمی کی نماز پر مارتا ہے۔''

⌘ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا جائز نہیں، اس سے نظر ختم ہونے کا خطرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ، اَوْ لَا تَرْجِعُ اِلَيْهِمْ »[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب النھی عن رفع البصر ...... الخ : ٤٢٨]

''لوگوں کو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے ضرور رک جانا چاہیے، ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔''

سجدۂ سہو کا بیان

سجدۂ سہو امت محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس کے ذریعے نماز ایسے عظیم ترین رکن میں انسانی بھول سے پیدا ہونے والے نقص کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ سجدۂ سہو ہر قسم کی نماز میں بھول چوک پر واجب ہے، آدمی اکیلا نماز ادا کر رہا ہو یا باجماعت اور نماز فرض ہو یا نفل، بھول چوک پر سجدۂ سہو کیے بغیر نماز نہیں ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ))[مسلم، كتاب المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له : ٥٧٢/٩٢]

”جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بھول جائے تو اسے دو سجدے کرنے چاہییں۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فِيْ كُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ))[ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فيمن سجدهما بعد السلام : ١٢١٩ ـ حسن]

”ہر قسم کی بھول میں سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں۔“

سلام سے قبل ایک سے زائد غلطیاں ہو جائیں تو ان کے لیے سہو کر دو سجدے ہی کافی ہیں اور نماز میں جان بوجھ کر کی جانے والی غلطی کا ازالہ سجدۂ سہو سے نہیں ہو گا، بلکہ نماز باطل ہو جائے گی۔

رکعات میں کمی بیشی پر سجدۂ سہو:

⌘ اگر کوئی رکعت چھوٹ گئی تو اس رکعت کو مکمل کرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر

دیا، تو آپ سے ذوالیدین نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! نماز مختصر ہوگئی ہے، یا آپ بھول گئے ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا ذوالیدین سچ کہہ رہا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں!'' تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور باقی والی دو رکعات پڑھائیں، پھر سلام پھیرا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا، جو عام سجود کی مانند یا ان سے لمبا تھا، پھر اٹھے۔'' [بخاری، کتاب السھو، باب من لم یتشھد فی سجدتی السھو : ۱۲۲۸۔ مسلم : ۵۷۳/۹۹]

⌘ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر اپنے گھر چلے گئے۔ ایک آدمی جسے خرباق کہا جاتا تھا، وہ آپ ﷺ کے پاس گیا، اس نے اس چیز کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ غصہ کی حالت میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے لوگوں کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: ''کیا یہ شخص سچ کہتا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' آپ نے ایک رکعت پڑھائی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب السھو فی الصلاۃ والسجود له : ۵۷٤۔ أبو داؤد : ۱۰۱۸]

⌘ اگر کوئی رکعت زیادہ پڑھ لی ہے تو اس پر بھی دو سجدے کیے جائیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی، تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا: ''کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' کہنے والے نے کہا: ''آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔'' تو آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔ [بخاری، کتاب السھو، باب إذا صلی خمسا : ۱۲۲٦۔ مسلم : ۹۱]

اگر کوئی نماز میں بھول کر اضافی رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا ہے تو جہاں یاد آئے وہیں سے پلٹ کر تشہد میں بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر لے۔

درمیانہ تشہد چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو:

⌘ اگر کوئی درمیانہ تشہد بھول جائے تو وہ سجدۂ سہو کرے گا۔ سیدنا عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ظہر کی نماز پڑھائی اور آپ دو رکعتوں پر بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہو گئے، چنانچہ لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، جب نماز ختم ہونے والی تھی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من لم یر التشھد الأول واجبًا ...... الخ : ۸۲۹۔ مسلم : ۵۷۰]

واضح رہے کہ اگر کوئی درمیانہ تشہد بھول گیا ہے اور وہ سیدھا کھڑا ہو گیا ہے تو وہ یاد آنے پر بیٹھے گا نہیں، بلکہ نماز پوری کرے گا اور آخر میں سلام سے پہلے دو سجدے کرے گا۔ لیکن اگر کھڑا ہونے لگا اور یاد آ گیا تو بیٹھ جائے گا اور اس غلطی پر دو سجدے نہیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک روایت میں یہ بھی ہے: ''ہم نے ''سبحان اللہ'' کہا، پس جب آپ سیدھے کھڑے ہو گئے تو آپ نے قیام شروع کر دیا اور آپ واپس نہ لوٹے۔'' [صحیح ابن خزیمۃ : ۱۱۵/۲، ح : ۱۰۳۱]

⌘ درمیانہ تشہد جہاں کرنا چاہیے تھا وہاں نہ کیا، یا جہاں نہیں کرنا چاہیے وہاں کیا تو سجدۂ سہو لازم ہو گا۔

رکعات کی تعداد میں شک پر سجدۂ سہو:

⌘ اگر رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے تو اس کی دو شکلیں ہوں گی، ایک یہ کہ اسے یقین نہیں آ رہا کہ آیا اس نے تین پڑھی ہیں یا چار اور دوسری شکل یہ ہے کہ شک پڑھنے پر اس نے غور و خوض کیا اور اسے یقین آ گیا کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

① پہلی حالت سے متعلق ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم میں سے کسی کو رکعات کی تعداد کے بارے میں شک پڑ جائے اور اسے معلوم نہ ہو سکے کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو وہ شک کو چھوڑ دے اور یقینی بات پر بنیاد رکھے (یعنی تین پر) اور پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے، اب اگر اس نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے اس کی نماز (کی رکعات) کو جفت کر دیں گے اور اگر اس نے پوری چار رکعت نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے شیطان کے لیے ذلت کا سبب ہوں۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له : ٥٧١]

اور سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی کو دو اور ایک کے درمیان شک ہو جائے تو وہ ایک رکعت شمار کرے اور دو اور تین کے درمیان شک ہو تو دو رکعتیں شمار کرے، اگر تین اور چار کے درمیان شک پڑ جائے تو تین رکعتیں شمار کرے، پھر باقی نماز پوری کر لے، حتیٰ کہ شک اضافے کے بارے میں رہ جائے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔'' [ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فيمن شك في صلاته فرجع إلى اليقين : ١٢٠٩۔ ترمذی : ٣٩٨۔ حسن]

② دوسری شکل یہ کہ اسے شک پڑا مگر غور و خوض کے بعد پتا چل گیا کہ اس کی کون سی رکعت ہے تو وہ ظن غالب پر بنیاد رکھے اور آخر میں دو سجدے کر لے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ))[بخاری، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان : ٤٠١۔ مسلم : ٥٧٢]

''جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک پڑ جائے تو وہ ٹھیک بات کو تلاش کرے اور اسی کے مطابق اپنی نماز پوری کرے، پھر سلام پھیر کر دو سجدے کر لے۔''

واضح رہے کہ "فلیتحر الصواب" اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ "ولیبن علی استیقن" کا معنی مختلف ہے، جیسا کہ مسلم کی حدیث میں جو مختلف چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے اور یہ فرق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۹۵/۳) میں بیان کیا ہے، اسی طرح امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح ابن خزیمہ (۱۱۴/۲) میں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان میں، جبکہ امام نووی رحمہ اللہ اور دیگر علماء نے ان دونوں احادیث کا ایک ہی معنی مراد لیا ہے۔

جن غلطیوں پر سجدۂ سہو نہیں:

⌘ مندرجہ ذیل غلطیوں پر سجدۂ سہو نہیں کیا جائے گا:

① کوئی جہالت کی وجہ سے نماز میں بات کرے (جان بوجھ کر بولنے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی)۔ سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کی وجہ سے نماز میں کوئی بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بلاشبہ یہ نماز ہے، اس میں دنیا کی باتیں کرنا درست نہیں ہے۔" [مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ...... الخ : ۵۳۷]

② کوئی دعا زیادہ مرتبہ پڑھی گئی، یا دعا میں کوئی لفظ زیادہ پڑھا گیا۔ ایک آدمی نے نماز میں اپنی طرف سے « رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ » پڑھ دیا، نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ کلمات کس نے کہے تھے؟" اس شخص نے کہا: "میں نے!" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تیس سے زیادہ فرشتے دیکھے جو اسے پہلے لکھنے میں مقابلہ کر رہے تھے۔" [بخاری، کتاب الأذان، باب : ۷۹۹]

③ قراءت میں غلطی ہو گئی تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت بھولنے پر سجدۂ سہو نہیں کیا کرتے تھے۔ [أبو داود، کتاب الصلاۃ، باب الفتح علی الإمام فی الصلاۃ : ۹۰۷۔ صحیح]

فاتحہ کی قراءت رہ جائے تو:

⌘ اگر کوئی شخص کسی رکعت میں سورۂ فاتحہ کی قراءت بھول جائے تو وہ اس رکعت کو دوبارہ پڑھے اور پھر دو سجدے کرے، کیونکہ فاتحہ کے بغیر رکعت ہی نہیں ہوتی۔ اسی طرح رکوع یا سجدہ کرنا بھول جائے تو بھی پہلے وہ رکعت پڑھے، پھر دو سجدے کرے۔

امام و مقتدی کے احکام:

⌘ اگر امام بھول جائے تو مقتدی امام کو غلطی پر متنبہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
«فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي »[مسلم، كتاب المساجد، باب السهو في الصلاة و السجود له : ٥٧٢]
"جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کروا دیا کرو۔"
یاد کروانے کا طریقہ "امامت کے باب میں" ملاحظہ فرمائیں۔

⌘ امام غلطی سے اضافی رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو مقتدیوں کو تنبیہ کرنی چاہیے، امام پلٹ آئے تو صحیح ورنہ مقتدی بھی امام کی اقتدا کریں، کیونکہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بھول کر ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں، جب سلام پھیرا تو لوگوں نے پوچھا: "کیا نماز زیادہ ہو گئی ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا بات ہے؟" لوگوں نے کہا: "آپ نے پانچ رکعات پڑھا دی ہیں۔" تو آپ ﷺ نے سجدۂ سہو کیا۔ [بخاري، كتاب السهو، باب إذا صلى خمسا : ١٢٢٦۔ مسلم : ٥٧٢/٩١]

⌘ امام غلطی سے دوسرے رکن میں منتقل ہو گیا تو مقتدیوں کو بھی امام کی اقتدا کرنی چاہیے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بھول کر درمیانہ تشہد بیٹھے بغیر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے، (تو صحابہ بھی پیچھے کھڑے ہو گئے) اور آپ نے نماز مکمل کر کے سجدۂ سہو کیا...... اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ [بخاري، كتاب السهو، باب يكبر في سجدتي السهو : ١٢٣٠۔ مسلم : ٥٧٠/٨٦]

⌘ کسی غلطی پر امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدیوں کو بھی سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔ (ایضاً)

⌘ مقتدی جماعت کے دوران میں کوئی انفرادی غلطی کر لیتا ہے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہوگا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام مقتدیوں کا ضامن ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت: ٥١٧ـ ترمذی : ٢٠٧ ـ صحيح]

⌘ لیکن اگر مقتدی جماعت کے بعد والی رکعات میں غلطی کرے تو وہ سجدۂ سہو کرے، یا امام کے ساتھ ہی ہے، لیکن کسی وجہ سے اس کی قراءت فاتحہ رہ جائے، یا رکوع وسجدہ رہ جائے تو وہ بعد میں وہ رکعت دوبارہ پڑھے اور دو سجدے کرے۔

سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ:

⌘ سجدۂ سہو نماز کے دوسرے سجدوں کی طرح کیا جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پھر آپ نے ''اللہ اکبر'' کہا اور عام سجدوں کی طرح سجدہ کیا، یا اس سے کچھ لمبا، پھر سر اٹھاتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہا، پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سر رکھا اور عام سجدوں کی طرح، یا ان سے کچھ لمبا سجدہ کیا، پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سر اٹھایا۔'' [بخاری، كتاب السهو، باب يكبر في سجدتي السهو : ١٢٢٩ـ مسلم : ٥٧٣]

⌘ سجدۂ سہو کرنے کے دو مقامات ہیں:

① آخری تشہد میں دعائیں مکمل کرنے کے بعد دو سجدے کریں، پھر سلام پھیر لیں۔ [بخاری، كتاب السهو، باب ما جاء في السهو ...... الخ : ١٢٢٤ـ مسلم : ١٢٦٩]

② دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کریں اور پھر سلام پھیریں۔ [بخاری، كتاب السهو، باب إذا صلى خمسا : ١٢٢٦ ـ مسلم : ٥٧٤]

سجدۂ سہو کے مذکورہ بالا دونوں طریقے جائز ہیں۔ دونوں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جس غلطی پر جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہاں وہ طریقہ افضل ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں رہ جانے پر انھیں ادا کیا اور سجدے سلام کے بعد کیے تو اس صورت میں سلام کے بعد بہتر ہیں اور ایک دفعہ آپ کا درمیانہ تشہد رہ گیا تو آپ ﷺ نے سجدے سلام پھیرنے سے پہلے کیے تو اس صورت میں پہلے افضل ہیں۔

- آخری تشہد میں دعائیں مکمل پڑھنے کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنا اور پھر دوبارہ مکمل تشہد پڑھنا پھر سلام پھیرنا، یہ کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں۔
- باتیں کرنے یا وقت گزرنے سے کوئی فرق نہیں پڑھتا، یعنی نماز دہرانی نہیں پڑے گی۔

ذوالیدین کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے باتیں کرنے اور وقت گزرنے کے باوجود نماز نہیں دہرائی، صرف باقی نماز ادا کی اور سجدۂ سہو کیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کچھ وقت گزر گیا، یا باتیں کرلیں تو نماز دہرانی پڑے گی، جبکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ یہ ذوالیدین والی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

- ایک نماز میں ایک سے زائد غلطیاں ہو جائیں تو ان سب کے لیے ایک ہی سجدۂ سہو کافی ہے۔

نماز میں جائز و ناجائز امور

نماز میں جائز کام:

⌘ کپڑے یا ٹشو وغیرہ میں تھوکنا، یا نزلہ صاف کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا » [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب حك البزاق بالید من المسجد : ٤٠٥]

''کوئی شخص نماز میں قبلہ کی جانب نہ تھوکے، لیکن بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر لی اور اس میں تھوکا اور اسے اس چادر میں مل دیا اور فرمایا: ''یا اس طرح کر لیا کرو۔''

⌘ حالت نماز میں کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دینے کے لیے کھانسنا جائز ہے۔[نسائی، کتاب السھو، باب التنحنح فی الصلاۃ : ١٢١٢ تا ١٢١٤]

⌘ شیطان نماز میں وسوسے ڈالے تو نمازی کو ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھ کر اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونکنا چاہیے (جس میں لعاب بھی شامل ہو)۔[مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من شیطان الوسوسة فی الصلوۃ : ٢٢٠٣]

⌘ نمازی کو سلام کہنا جائز ہے اور نمازی کو اشارے سے اس کا جواب دینا چاہیے، کیونکہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے سلام کیا تو آپ نے اشارہ سے جواب دیا۔''[أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب رد السلام فی الصلاۃ : ٩٢٥۔ ترمذی : ٣٦٧۔ صحیح]

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا نماز میں سلام کا جواب دینے کا طریقہ بتاتے

ہوئے فرمایا: ''آپ ﷺ اس طرح کرتے'' اور پھر انھوں نے اپنا ہاتھ (اٹھا کر) پھیلا دیا۔ [أبوداوٗد، کتاب الصلاۃ، باب رد السلام فی الصلاۃ : ۹۲۷۔ صحیح]

⌘ نماز کے دوران میں بچہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی نواسی امامہ کو اٹھا کر نماز پڑھائی...... جب سجدہ کرنے لگتے تو اسے زمین پر بیٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے۔'' [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب إذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقه فی الصلاۃ : ۵۱۶۔ مسلم : ۵۴۳]

⌘ ایسا اشارہ کرنا جائز ہے، جس سے بات سمجھ میں آ جائے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں اور لوگ بھی نماز ادا کر رہے تھے، میں نے کہا: ''لوگوں کا کیا مسئلہ ہے؟'' انھوں نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، میں نے کہا: ''کیا کوئی نشانی ہے؟'' انھوں نے سر کے اشارہ سے کہا: ''ہاں!'' [بخاری، کتاب السھو، باب الإشارۃ فی الصلاۃ : ۱۲۳۵۔ مسلم : ۹۰۵]

⌘ ساتھ والے نمازی کی کسی چھوٹی موٹی غلطی کی اصلاح کی جا سکتی ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا، پھر نماز پڑھنے لگے، میں ان کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا، تو آپ ﷺ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر لیا۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب إذا قام الرجل ...... الخ : ۶۹۸۔ مسلم : ۷۶۳/۱۸۴]

⌘ سجدہ کی جگہ کوئی چیز پڑی ہو، یا وہاں کوئی بیٹھا یا لیٹا ہو تو اسے ہاتھ سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ والی جگہ ہوتے، جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو مجھے دبا دیتے، تو میں اپنے پاؤں اکٹھے کر لیتی۔'' [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی الفراش : ۳۸۲۔ مسلم : ۵۱۲]

⌘ کسی ہنگامی معاملہ کی وجہ سے نماز مختصر کی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بعض دفعہ میں لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر کسی بچے کو روتے ہوئے سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں، تاکہ اس کی ماں کو مشکل نہ ہو۔'' [بخاری،

كتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي : ۷۰۷]

⌘ نماز میں کسی وجہ سے رونا آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں فرمایا: ''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔'' میں نے کہا: ''بلاشبہ جب ابوبکر آپ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراءت سنا نہیں پائیں گے۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب إذا بكى الإمام في الصلاة : ۷۱٦۔ مسلم : ۹۵/ ٤١٨]

⌘ جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو اسے روکنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاوَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ » وَ فِيْ رِوَايَةٍ : « فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلٰى فَمِهِ » [مسلم، كتاب الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب : ٢٩٩٤، ٢٩٩٥]

''جمائی شیطان کی طرف سے ہے، کسی کو جمائی آئے تو وہ استطاعت کے مطابق روکے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''(نہ رکے تو) اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے۔''

⌘ مجبوری کے وقت نماز میں ٹیک لگا کر کھڑا ہونا جائز ہے۔ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے اور جسم بھاری ہو گیا تو آپ نے اپنی جائے نماز میں ایک ستون گاڑ لیا جس پر آپ دوران نماز میں ٹیک لگا لیتے تھے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب الرجل يعتمد في الصلاة على عصًا : ۹٤۸۔ صحيح]

⌘ نماز میں کسی کام مثلاً دروازہ کھولنے وغیرہ کے لیے تھوڑا سا ادھر ادھر چلا جا سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : ''میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ ان کے قبلہ کی سمت تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا دائیں چل کر یا بائیں چل کر دروازہ کھولا اور پھر اپنے مصلیٰ پر لوٹ آئے۔'' [نسائی، كتاب السهو، باب المشي أمام القبلة خطى يسيرة : ۱۲۰۷۔ حسن]

⌘ سانپ، بچھو یا کسی بھی خطرناک چیز کو مارا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ » [أبو داوٗد، كتاب

الصلاۃ، باب العمل فی الصلاۃ : ۹۲۱۔ ترمذی : ۳۹۰۔ صحیح]

''دو خطرناک جانوروں سانپ اور بچھو کو نماز میں مار دو۔''

⌘ چھینک آئے تو چہرے پر ہاتھ یا کپڑا رکھ کر آواز آہستہ کرنی چاہیے۔ [أبوداؤد، کتاب الأدب، باب فی العطاس : ۵۰۲۹۔ ترمذی : ۲۷۴۵۔ صحیح]

⌘ نماز میں چھینک آئے تو یہ دعا پڑھنا جائز ہے:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ، مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى » [ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الرجل یعطس فی الصلاۃ : ۴۰۴۔ نسائی : ۹۳۲۔ حسن]

'' تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، تعریف بہت زیادہ، پاکیزہ، جس میں برکت کی گئی ہے اور جس پر برکت کی گئی ہے، جس طرح ہمارا رب پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے۔''

نماز میں ممنوع کام:

⌘ چھینک والے کا جواب دینا۔

⌘ نماز میں باتیں کرنا۔ سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ !...... قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ »[مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ...... الخ : ۵۳۷]

'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی، میں نے ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ '' کہہ دیا ..... (تو نماز کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ نماز ہے، اس میں دنیا کی باتیں کرنا درست نہیں۔''

⌘ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ))
[أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الهدى في المشى إلى الصلاة : ٥٦٢۔ ترمذى : ٣٨٦۔ صحيح]

''پھر وہ نماز کے لیے چلے تو ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ نماز میں ہوتا ہے۔''

جب نماز کی طرف جاتے ہوئے انگلیاں ڈالنا ممنوع ہے، کیونکہ وہ نماز کے حکم میں ہے، تو نماز میں انگلیاں ڈالنا بالاولیٰ ممنوع ہے۔

⌘ ہونٹ بند رکھ کر محض دل میں پڑھنا مناسب نہیں، بلکہ ہونٹ کھول کر زبان سے پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا اندازہ داڑھی کی حرکت سے لگایا کرتے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ ہونٹ کھول کر پڑھتے تھے۔[بخاری، كتاب الأذان، باب القراءة في الظهر : ٧٦٠]

⌘ بال باندھنا اور کپڑے سمیٹنا۔[بخاری، كتاب الأذان، باب لا يكف شعرًا : ٨١٥۔ مسلم : ٤٩٠]

بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر شلوار ٹخنوں سے نیچے ہو تو اسے بھی اوپر کو سمیٹنا جائز نہیں، یہ استدلال غلط ہے، کیونکہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنا حرام ہے۔

⌘ برہنہ ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، کیونکہ ستر چھپانا شرط ہے، لیکن اگر کسی کے پاس کپڑا کم ہو تو پھر برہنہ ہونے سے نماز باطل نہیں ہو گی۔[بخاری، كتاب المغازى، باب : ٤٣٠٢۔ كتاب الزهد للإمام أحمد ابن حنبل، ص : ١٧١ و إسناده صحيح۔ حلية الأولياء : ١/ ٤١٧، ٤١٨، ح : ١٢٠٤]

⌘ آسمان کی طرف، یا ادھر ادھر دیکھنا۔[بخاری، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى السماء في الصلاة : ٧٥٠، ٧٥١]

⌘ خشوع وخضوع کے منافی بے جا حرکات کرنا۔

- نماز میں دائیں طرف یا سامنے تھوکنا، کیونکہ اگر مسجد میں گندگی کا ڈر نہ ہو تو پاؤں کے درمیان یا بائیں طرف تھوکنا جائز ہے۔ (تفصیل ''نماز میں جائز کام'' میں ملاحظہ فرمائیں)
- دعائیں یا قراءت بلند آواز سے کرنا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لَا يَجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ)) [مسند أحمد : ٢/٣٦، ح : ٤٩٢٨، و إسناده صحيح، قاله شعيب الأرنؤوط]

''کوئی بھی شخص نماز میں اونچی آواز میں قراءت نہ کرے۔''

سواری پر فرض نماز کا بیان

- بحری جہاز اور کشتی میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کشتی میں نماز کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«صَلِّ فِيْهَا قَائِمًا اِلَّا اَنْ تَخَافَ الْغَرَقَ »[مستدرك حاكم : ١/٢٧٥، ح : ١٠١٩]

''کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ، الا یہ کہ تجھے گرنے کا خطرہ ہو (تو بیٹھ کر نماز ادا کر لے)۔''

- علماء نے مندرجہ بالا حدیث پر قیاس کر کے ہوائی جہاز اور ریل گاڑی وغیرہ میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔[الفقه على المذاهب الأربعة : ١/٢٠٦]
- نماز شروع کرنے سے پہلے قبلہ معلوم کر لیں۔ (تفصیل ''قبلہ کے باب'' میں ملاحظہ فرمائیں)

جماعت کا بیان

جماعت کی اہمیت:

⌘ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ﴾ [البقرة : ٤٣]

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں (یعنی جماعت) کے ساتھ رکوع کرو (یعنی نماز ادا کرو)۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ)) [ابن ماجه، كتاب المساجد والجماعات، باب التغليظ في التخلف عن الجماعة: ٧٩٣۔ صحيح]

''جو شخص اذان کی آواز سنے اور مسجد میں نہ آئے، (بلکہ گھر میں نماز پڑھ لے) تو اس کی نماز نہیں ہوگی، الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔''

⌘ ایک نابینے شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: ''مجھے مسجد میں لے جانے والا کوئی نہیں، کیا مجھے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا اذان کی آواز سنتے ہو؟'' اس نے کہا: ''ہاں!'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب ضرور (نماز کے لیے) مسجد میں آؤ۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب يجب إتيان المسجد على من سمع النداء : ٦٥٣]

⌘ جماعت کی اہمیت بجا لیکن یہ فرض نہیں، کیونکہ سیدنا یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی، جبکہ وہ نوجوان تھے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو دیکھا کہ دو آدمی مسجد کی ایک جانب میں موجود ہیں اور انھوں نے (جماعت کے ساتھ) نماز نہیں پڑھی، آپ نے انھیں بلوایا، انھیں آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پٹھے کانپ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: ''تمھیں کیا رکاوٹ تھی کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟'' انھوں نے کہا: ''ہم اپنی منزل میں نماز پڑھ آئے تھے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے نہ کیا کرو، جب تم میں سے کوئی اپنی منزل میں نماز پڑھ چکا ہو، پھر امام کو پائے کہ اس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تو اس کے ساتھ بھی مل کر پڑھے، یہ اس کے لیے نفل ہو جائے گی۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب فیمن صلی فی منزله ...... الخ : ۵۷۵۔ صحیح]

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی گھر میں پڑھی ہوئی نماز کو جائز قرار دیا ہے۔

جماعت کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر وہ محض نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف چلے تو اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبه : ۲۳۲]

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتا ہے، اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا، تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا اور ایک گناہ مٹتا ہے، حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے اور جب آدمی مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے وہاں رکا رہے وہ نماز ہی میں ہوتا ہے (یعنی اسے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے) اور جب تک نمازی اپنی نماز والی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، اے اللہ! اس پر رحم فرما، اے اللہ! اسے معاف فرما، اے اللہ! اس کی توبہ قبول کر، یہاں تک کہ وہ کسی کو تکلیف دے، یا وہ بے وضو ہو جائے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الصلاۃ المکتوبة ......الخ : ۲۷۲/

٦٤٩ـ بخاری ٢١١٩]

⌘ اور فرمانِ رسول ﷺ ہے:

”باجماعت نماز کا ثواب، اکیلے کی نماز سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔“ [بخاری، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة : ٦٤٥ـ مسلم : ٦٥٠]

⌘ اور جماعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

”لوگوں میں سے نماز کا زیادہ ثواب اس شخص کو ملے گا جو زیادہ دور سے جماعت کے لیے آئے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد : ٦٦٢]

⌘ اور باوضو ہو کر مسجد کی طرف جانے والے کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص وضو کر کے فرض نماز کے لیے چلتا ہے تو اسے احرام باندھ کر حج کو جانے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔“ [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل المشي إلى الصلاة : ٥٥٨ـ حسن]

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”آدمی کی نماز ایک آدمی کے ساتھ تنہا کی نماز سے بہتر ہے، دو آدمیوں کے ساتھ ایک آدمی کے ساتھ پڑھی گئی نماز سے افضل ہے اور جو نماز جتنی بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ اتنی زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔“ [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب في فضل صلاة الجماعة : ٥٥٤ـ نسائي : ٨٤٤ـ حسن]

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے گھر سے نکلا، مسجد میں جا کر دیکھا کہ جماعت ختم ہو چکی تھی تو اسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ہوگا، اسے باجماعت نماز پڑھنے والوں سے ذرا بھی کم ثواب نہیں ہوگا۔“ [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن خرج ..... الخ : ٥٦٤ـ نسائي : ٨٥٦ـ صحيح]

ترکِ جماعت پر وعید :

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيمَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِنْ نَّارٍ فَأُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ »
[بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ : ٦٥٧۔ مسلم : ٦٥١]

”میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں مؤذن کو اذان کا حکم دوں، پھر ایک آدمی کو جماعت کرانے کا کہوں، پھر آگ کا ایک شعلہ لے کر ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نماز پڑھنے کے لیے نہ نکلے ہوں۔“

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کسی بستی یا جنگل میں صرف تین مسلمان ہوں اور وہ نماز باجماعت کا اہتمام نہ کریں تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے،تم پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہے، کیونکہ بھیڑیا تنہا بکری کو کھا جاتا ہے (یعنی شیطان تنہا آدمی پر قابو پالیتا ہے)۔“ [نسائی، کتاب الإمامۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ : ٨٤٨۔ أبو داؤد : ٥٤٧۔ حسن]

جماعت کے لیے کتنے آدمی ہونے چاہییں ؟:

⌘ دو آدمی ہوں تو انھیں جماعت کروانی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی سے فرمایا:

”جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان اور اقامت کہنا، پھر تم دونوں میں سے بڑا جماعت کرائے۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب اثنان فما فوقھما جماعۃ : ٦٥٨]

⌘ کہیں صرف ایک مسلمان ہے تو اسے بھی اذان و جماعت کا اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آپ کا رب بکریوں کے اس چرواہے سے بہت خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر اذان کہتا ہے (پھر اقامت کہتا ہے) اور نماز پڑھتا ہے۔'' [نسائي، كتاب الأذان، باب الأذان لمن يصلي وحده : ٦٦٧ـ أبو داؤد : ١٢٠٣ـ صحيح]

نماز کے لیے جانے کے آداب:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم اقامت کی آواز سنو تو نماز کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ چل کر آؤ، جلدی نہ کرو اور جتنی نماز جماعت سے پالو، وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے بعد میں پوری کرلو۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب لا يسعى إلى الصلاة ..... الخ : ٦٣٦ـ مسلم : ٦٠٣]

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کی طرف جائے تو وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ نماز میں ہوتا ہے۔'' [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الهدى في المشي إلى الصلاة : ٥٦٢ـ ترمذي : ٣٨٦ـ صحيح]

یعنی مسجد کی طرف جاتے ہوئے آدمی نماز میں ہوتا ہے، لہٰذا اسے راستے میں بھی نماز کے منافی کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعات ضرور پڑھے۔'' [بخاري، كتاب الصلاة، باب إذا دخل المسجد فليركع ركعتين : ٤٤٤ـ مسلم : ٧١٤]

اگر کسی نے بیٹھنے سے قبل کوئی نفل یا فرض نماز پڑھ لی تو پھر تحیۃ المسجد پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

خواتین کی جماعت کا بیان

عورتوں کے لیے افضل جگہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا، وَ صَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا » [أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب التشدید فی ذلك : ۵۷۰۔ صحیح]

''عورت کے لیے اپنے گھر (کے دالان) میں نماز پڑھنا صحن کی نسبت بہتر ہے اور اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا کھلے مکان میں نماز پڑھنے سے بھی بہتر ہے۔''

خواتین کو مسجد میں نماز کی اجازت:

⌘ خواتین کو مساجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَلَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ » [بخاری، کتاب النکاح، باب استئذان المرأة زوجها إلى المسجد وغیرہٗ : ۵۲۳۸۔ مسلم : ۴۴۲/۱۳۶]

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔''

خواتین کی خاص مساجد:

⌘ گھر میں جماعت کے لیے ایک جگہ مخصوص کی جا سکتی ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ میرے گھر میں تشریف لا کر نماز پڑھیں، پھر میں اس جگہ کو اپنے لیے مسجد بنا لوں۔'' رسول اللہ ﷺ تشریف

لائے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی پکڑی اور اس پر پانی کے چھینٹے مارے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور انھوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔" [نسائي، كتاب المساجد، باب الصلاة على الحصير : ٧٣٨۔ إسناده صحيح]

⌘ اسی طرح خواتین کی مخصوص جگہوں میں مثلاً خواتین کے سکول، مدرسہ وغیرہ میں مسجد بنانی چاہیے۔ لیکن مردوں کی طرح عام معاشرے میں عورتوں کے لیے مخصوص مساجد کہ جس کا آج کل کفار نے حقوق نسواں کے نام پر شوشہ چھوڑا ہے، قرآن وسنت یا تاریخ اسلام میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا عام معاشرے میں خواتین کے لیے علیحدہ مساجد بنانا جائز نہیں، کیونکہ یہ سراسر فتنے کا باعث ہے۔

خواتین کی جماعت:

⌘ عورتیں بھی جماعت سے نماز ادا کریں تو بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاتخصیص فرمایا:
"جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز تنہا کی نماز سے ستائیس گنا بہتر ہے۔"
[بخاري، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة : ٦٤٥۔ مسلم : ٦٥٠]

⌘ گھر میں خواتین جماعت کروا سکتی ہیں۔ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کے لیے اس کے گھر میں تشریف لائے اور اس کے لیے ایک مؤذن مقرر کیا اور اسے (یعنی مجھے) گھر والوں کی جماعت کروانے کا حکم دیا۔" [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب إمامة النساء : ٥٩٢۔ حسن]

سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا گھر میں موجود صرف عورتوں کو جماعت کرواتی تھیں، کیونکہ دارقطنی میں الفاظ ہیں: « وَ تَؤُمَّ نِسَاءَهَا » "وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرائے۔" [الدارقطني : ١٠٦٩۔ إسناده حسن]

⌘ خواتین کی جماعت فرض و نفل دونوں کے لیے جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو مطلق گھر والوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا، فرض اور نفل کی تفریق نہیں کی۔

خواتین کی جماعت کروانے کا طریقہ:

⌘ عورت امام صف ہی میں کھڑی ہوگی، مرد امام کی طرح آگے بڑھ کر نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جماعت کرواتے وقت صف میں کھڑی ہوتی تھیں۔ [الدارقطنی : ۱/ ۴۰۴، ح : ۱۴۲۹۔ إسناده حسن لذاته]

⌘ اس کی قراءت کی آواز بس اسی قدر ہو کہ مقتدی عورتیں سن سکیں۔

خواتین کے لیے مسجد جانے کے آداب:

⌘ عورتوں کو خوشبو لگا کر (یا بھڑکیلا لباس پہن کر) مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی مسجد میں آنا چاہے تو وہ خوشبو نہ لگائے۔“ [مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد ...... الخ : ۴۴۳/۱۴۲]

⌘ اگر فتنے کا خطرہ ہو تو عورت کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا، فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ »[مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد ...... الخ : ۴۴۴۔ بخاری : ۸۶۹]

”جو عورت خوشبو لگائے وہ نماز عشاء میں ہمارے ساتھ شامل نہ ہو۔“

صفوں کا بیان

صفیں درست کرنا فرض ہے:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ » وَ فِي رِوَايَةٍ : «مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ » [بخاري، كتاب الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلاة : ٧٢٣۔ مسلم : ٤٣٣]

”اپنی صفیں سیدھی کرو، بلاشبہ صفیں درست کرنا نماز کا حصہ ہے۔“ اور ایک دوسری روایت میں ہے: ”یہ نماز کی تکمیل ہے۔“

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَ لِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ » [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف : ٦٦٦۔صحيح]

”صفیں سیدھی کرو، ایک دوسرے کے ساتھ کندھے برابر کرو، خلا کو پر کرو، (صفیں درست کروانے والو!) اپنے بھائیوں کے لیے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے (بیچ میں) خالی جگہ مت چھوڑو۔“

⌘ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے صفوں کے درمیان ایک طرف سے دوسری طرف تک چلتے اور ہمارے (نمازیوں کے) سینے اور کندھے ہاتھ سے برابر کرتے تھے۔“ [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف :

٦٦٤۔ نسائی : ٨١٢۔ صحیح]

⌘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صفیں درست کرنے کے لیے آدمی مقرر کیے ہوئے تھے اور جب تک صفیں درست کرنے کی اطلاع نہ دی جاتی، آپ نماز شروع نہیں کرتے تھے۔ [ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی إقامة الصفوف، تعلیقًا بعد الحدیث : ٢٢٧]

صفیں درست کرنے کی فضیلت :

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلَاةِ، فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ))
[بخاری، کتاب الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلاۃ : ٧٢٢۔ مسلم : ٤٣٥]

”نماز میں صفیں درست کرو، بلاشبہ صفیں سیدھی کرنا نماز کا حسن ہے۔“

⌘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفیں ملانے والوں پر درود بھیجتے ہیں اور جو شخص صف کے خلا کو پر کرتا ہے اللہ اس کے ذریعے اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔“
[ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب إقامة الصفوف : ٩٩٥۔ صحیح]

⌘ اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ)) [أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف : ٦٦٦۔ نسائی : ٨٢٠۔ صحیح]

”صفیں ملانے (یعنی خلا کو پر کرنے) والوں کو اللہ (اپنے ساتھ) ملا لیتا ہے اور صفیں کاٹنے والوں کو اللہ (اپنے سے) کاٹ دیتا ہے۔“

صفیں درست نہ کرنے کی سزا:

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ)) [بخاری، کتاب الأذان، باب تسویة الصفوف عند الإقامة وبعدها : ٧١٧۔ مسلم : ٤٣٦]

''تم ضرور بضرور اپنی صفیں درست کرلو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان اختلافات پیدا کر دے گا۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوا کرو، انھیں قریب قریب بناؤ اور گردنوں کو بھی برابر رکھو، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچے کی طرح صفوں کی خالی جگہوں میں گھس جاتا ہے (اور نماز خراب کرتا ہے)۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف : ٦٦٧۔ نسائي : ٨١٦۔ صحیح]

صفیں درست کرنے کا طریقہ:

⌘ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''سب سے پہلے پہلی صف مکمل کرو، پھر اس سے پیچھے والی (آخر تک) اور اگر کوئی کمی ہے تو وہ صرف آخری صف میں ہونی چاہیے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف : ٦٧١۔ صحیح]

⌘ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ ہماری صفیں اس طرح سیدھی اور برابر کرتے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف : ٦٦٣۔ نسائي : ٨١١۔ ترمذی : ٢٢٧۔ صحیح]

⌘ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب نبی اکرم ﷺ ہمیں صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تو ہم اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ ہر نمازی اپنا پاؤں اور کندھے ساتھ والے کے پاؤں اور کندھے کے ساتھ چپکا دیتا تھا۔'' [بخاري، کتاب الأذان، باب إلزاق المنکب بالمنکب...... الخ : ٧٢٥]

⌘ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''پاؤں کو سیدھا کرنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت میں سے ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ : ٧٥٤۔ حسن]

⌘ سب نمازیوں کو امام کی طرف ملنا چاہیے، نہ کہ امام کی مخالف سمت اور صف درمیان سے

بنانی شروع کرنی چاہیے۔

⌘ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ آدمی کے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ اس مسئلہ کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ جب احادیث کے مطابق کندھے اور پاؤں ساتھ والے سے ملائیں گے تو پاؤں ایک خاص حد تک کھلیں گے، اس سے نہ زیادہ کھلیں گے اور نہ کم، یعنی نمازی کی جسامت کے مطابق۔

پہلی صف کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر درود بھیجتے ہیں۔'' [نسائی، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالأذان : ٦٤٧ـ ابن ماجه : ٩٩٧ـ صحيح]

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کی فضیلت کا علم ہو جائے اور (اسے حاصل کرنے کے لیے) قرعہ اندازی کے علاوہ کوئی حل نہ پائیں تو ضرور وہ قرعہ اندازی ہی کریں۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب الاستهام في الأذان ...... الخ : ٦١٥ـ مسلم : ٤٣٧]

⌘ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے پہلی صف والوں کے لیے تین مرتبہ دعا مغفرت فرمائی اور دوسری صف والوں کے لیے ایک مرتبہ۔'' [ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب فضل الصف المقدم : ٩٩٦ـ صحيح]

بلاوجہ پہلی صف سے پیچھے ہٹنے کی سزا:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَقَدَّمُوْا فَائْتَمُّوْا بِيْ، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ)) وَ فِيْ رِوَايَةٍ : ((فِي النَّارِ))[مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف...... الخ : ٤٣٨ـ أبو داؤد : ٦٧٩]

''میرے قریب آؤ اور پہلی صف پوری کرو، پھر دوسری صف والے تمھاری پیروی کریں اور جو لوگ پیچھے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں آگ (سے نکالنے) میں بھی پیچھے کر دیتا ہے۔''

دو افراد کی جماعت:

⌘ دو آدمی ہوں تو مقتدی کو امام کے دائیں جانب برابر کھڑا ہونا چاہیے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ))[بخاری، کتاب الأذان، باب يقوم عن يمين الإمام ...... الخ : ٦٩٧۔ مسلم : ٧٦٣/١٨٤]

''میں رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، تو آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔''

⌘ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں مقتدی کو امام سے ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے، تو یہ بات درست نہیں، بلکہ مندرجہ بالا حدیث کے خلاف ہے۔

⌘ دو آدمیوں کی جماعت میں اگر تیسرا آدمی آ جائے تو وہ مقتدی کو پیچھے کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے، میں آیا اور آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا، پھر جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے، اس نے وضو کیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، تو آپ ﷺ نے ہم دونوں کے اکٹھے ہاتھ پکڑے اور ہمیں دھکیل کر اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب حديث جابر الطويل و قصة أبي اليسر : ٣٠١٠]

⌘ اسی طرح اگر امام کے پیچھے دو افراد ہوں اور ایک کسی عذر سے نماز چھوڑ کر چلا جائے تو دوسرا شخص آگے بڑھ کر امام کی دائیں جانب کھڑا ہو جائے۔

⌘ اگر دو آدمی جماعت کروا رہے ہوں اور تیسرا آدمی شامل ہونا چاہتا ہے اور پیچھے جگہ نہیں

ہے تو امام بھی آگے جا سکتا ہے۔[دیکھیے ابن خزیمۃ : ۱۶۷۴، ۱۵۳٦ و إسنادہ صحیح]

صفوں کی ترتیب:

⌘ امام کے پیچھے مرد کھڑے ہوں۔

⌘ امام کے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو دینی اعتبار سے سب سے زیادہ عقل مند ہیں، تاکہ وہ بھولنے پر یاد کرا سکیں اور کوئی مشکل پیش آنے پر امام بن سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« وَلْيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ » [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف...... الخ : ٤٣٢]

''میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو (دینی اعتبار سے) سب سے زیادہ سمجھ دار اور عقل مند ہیں، پھر وہ کھڑے ہوں جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔''

بچوں کی صف:

⌘ بچوں کی صف مردوں کی صف کے بعد ہے، سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا میں تمھیں نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟'' چنانچہ انھوں نے بتایا کہ آپ نے اقامت کہی، پھر مردوں کی صف بنائی اور پھر بچوں کی صف ان کے پیچھے بنائی اور انھیں نماز پڑھائی۔[أبو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب مقام الصبیان من الصف : ٦٧٧۔ اسے زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ مسند أحمد : ٣٤٣/٥، ح : ٢٢٩٧٢، إسنادہ حسن لذاته، شهر بن حوشب صدوق حسن الحديث، وثقه الجمهور]

⌘ لیکن اگر بچے مردوں کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے، جیسا کہ صحیح بخاری (٦٩٧) میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تنہا ہونے کی وجہ سے نبی ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں اور ایک یتیم بچے نے ہمارے گھر میں نبی ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا

ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب المرأة وحدها تکون صفا : ۷۲۷۔ مسلم : ۶۵۸]

خواتین کی صف:

⌘ (اگر عورتوں کے لیے علیحدہ انتظام نہ ہو تو) مردوں اور بچوں کے بعد عورتوں کی صف بنائی جائے گی۔[مسلم، کتاب الفتن، باب قصة الجساسة : ۲۹۴۲]

⌘ عورت ایک ہو، تب بھی وہ پیچھے تنہا کھڑی ہو گی، کسی بھی مرد کے ساتھ کھڑی نہیں ہو گی۔ { مسلم، کتاب المساجد، باب جواز الجماعة...... الخ : ۲۶۹/ ۶۶۰]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(مرد و زن اکٹھے ہونے کی صورت میں)مردوں کی اچھی صف پہلی اور سب سے بری آخری ہے اور عورتوں کی پہلی صف بری اور آخری صف افضل ہے۔“[مسلم، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف...... الخ : ۴۴۰]

امام سے آگے کھڑا ہونا:

⌘ مقتدیوں کو امام کے پیچھے کھڑے ہونا چاہیے، آگے کھڑا ہونا جائز نہیں، ہاں اگر مقتدی ایک ہے تو وہ امام کے ساتھ اس کی دائیں جانب کھڑا ہو گا۔ صف بندی کرتے ہوئے اس کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔

ستونوں کے درمیان صف بندی:

⌘ ستونوں کے درمیان، جہاں صف درمیان سے منقطع ہو جائے، صف بنانے سے بچنا چاہیے۔عبدالحمید بن محمود رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی، ہمیں ستونوں کی طرف دھکیل دیا گیا، ہم آگے پیچھے ہونے لگے، تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”عہد رسالت میں ہم اس سے بچا کرتے تھے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب الصفوف بين المواری : ۶۷۳۔ ترمذی : ۲۲۹۔ نسائی : ۸۲۲۔ صحیح]

صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنا:

⌘ اگلی صف میں جگہ خالی ہونے کے باوجود کوئی پیچھے تنہا نماز ادا کرے، تو اس کی نماز نہیں ہو گی۔ سیدنا وابصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز دہرانے کا حکم دیا۔'' [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الرجل يصلي وحده خلف الصف : ٦٨٢۔ ترمذی : ٢٣٠۔ ابن ماجه : ١٠٠٤۔ صحيح]

⌘ ہمارے ہاں کچھ لوگ اس کی بالکل پروا نہیں کرتے، بلکہ جلدی میں پیچھے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ آگے والی صف سے ایک آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام کے ساتھ جا کر کھڑے ہو جانا چاہیے، یہ تمام طریقے غلط ہیں، ان کا کسی صحیح حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

⌘ یاد رہے اگلی صف سے آدمی پیچھے کھینچنے والی روایات سخت ضعیف ہیں۔ [ملاحظہ ہو التلخيص الحبير : ٣٧/٢، ح : ٥٨٣۔ السلسلة الضعيفة : ٩٢١]

لہٰذا جس آدمی نے آگے والی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے تنہا نماز پڑھی، اس کی نماز قطعاً نہیں ہوئی، اسے نماز دہرانی چاہیے، یا جس قدر اس نے تنہا نماز پڑھی ہے اسے دہرا لے۔

⌘ یہ اس صورت میں ہے جب اگلی صف میں جگہ موجود ہو اور یہ پیچھے تنہا کھڑا ہو، لیکن اگر کسی نے اگلی صف میں جگہ نہ ملنے کی صورت میں پیچھے تنہا نماز پڑھی تو چونکہ وہ معذور ہے، لہٰذا اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں، ان شاء اللہ اس کی نماز ہو جائے گی۔

[احکام ومسائل از مبشر احمد ربانی: ۲۰۷، ۲۰۸۔ نماز میں صف بندی: ۸۵]

⌘ اگر عورت اکیلی ہے تو اس کی تنہا صف ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کی نماز تنہا ہو جائے گی، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ہمارے پیچھے تنہا نماز پڑھی تھی۔

امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہونا:

⌘ امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو، تو کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچتی ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ رات کو اپنے (چٹائی کے) حجرے میں نماز پڑھتے تھے اور اس کی دیوار چھوٹی تھی، لوگوں نے نبی ﷺ کو دیکھ لیا، تو وہ بھی کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب إذا كان بين الإمام وبين القوم حائط وسترة : ٧٢٩، ٧٣٠]

⌘ لہٰذا امام ایک کمرے میں ہو اور مقتدی دوسرے کمرے میں، تو ان کی نماز درست ہے۔ بعض لوگوں نے یہ مسئلہ گھڑ لیا ہے کہ امام کو مقتدیوں کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے، ورنہ اس کی اقتدا درست نہیں، حتیٰ کہ اگر امام مسجد کے محراب (جو مسجد کے ہال سے ذرا آگے ہوتا ہے اس) میں ہے اور مقتدی ہال میں ہیں تو بھی اقتدا درست نہیں، لہٰذا امام کو محراب سے ذرا پیچھے ہال میں کھڑا ہونا چاہیے۔ ہاں اگر امام کے ساتھ چند مقتدی موجود ہیں تو پھر دوسری جگہ والے مقتدیوں کی نماز جائز ہو گی۔ یہ تمام باتیں خود ساختہ ہیں، حدیث سے ان کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ مندرجہ بالا حدیث کے خلاف ہیں۔

⌘ اگر ضرورت و حاجت ہو تو امام بلند جگہ کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے، ابو حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''سیدنا سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: ''منبر کس چیز کا تھا؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے، یہ فلاں عورت کے فلاں غلام نے غابہ جگہ کے جھاؤ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا، جب منبر تیار کر کے (مسجد میں) رکھ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس پر کھڑے ہوئے اور قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔'' [بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة في السطوح والمنبر والخشب : ٣٧٧۔ مسلم : ٥٤٤]

بخاری کی مذکورہ بالا حدیث ہی میں ہے کہ علی بن عبد اللہ مدینی رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث سے متعلق سوال کیا تو میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اونچی جگہ کھڑے تھے، اس لیے میں اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتا کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا ہو۔

اور ابو داؤد (۵۹۷) کی جس روایت میں اونچی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اسے اگرچہ علامہ الالبانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے لیکن زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اس میں اعمش مدلس راوی ہے۔

امامت کا بیان

امامت کا حق دار کون؟:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا ...... قَالَ الْأَشَجُّ وَ فِي رِوَايَتِهِ مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا »[مسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة ؟ : ٦٧٣]

''لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے جو قرآن مجید زیادہ جانتا ہے، اگر قراءت قرآن میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کا مستحق ہے جو حدیث کا علم زیادہ رکھتا ہو۔ اگر علم حدیث میں سب برابر ہوں تو امام وہ ہوگا جس نے ہجرت پہلے کی، اگر اس میں بھی وہ سب یکساں ہوں تو پھر جو اسلام پہلے لایا۔'' اشج راوی نے اسلام کی جگہ عمر ذکر کیا ہے۔''

⌘ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خوبصورت شخص کو امام بنانا چاہیے۔ ایسی تمام روایات موضوع اور خودساختہ ہیں۔ [موضوع اور منکر روایات : ۴۷، ۴۸]

نابالغ کی امامت:

مندرجہ بالا شرائط چھوٹے سمجھ دار بچے میں پوری ہوں تو اسے ہی امام بنانا چاہیے۔

سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میرا باپ اپنی قوم میں سے سب سے پہلے مسلمان ہوا، جب میرا باپ مسلمان ہوکر آیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا: ''اللہ کی قسم! میں سچے نبی ﷺ سے ملاقات کر کے تمھارے پاس آ رہا ہوں، انھوں نے فرمایا ہے کہ فلاں وقت میں فلاں نماز اس طرح پڑھو اور فلاں وقت میں فلاں نماز اس طرح پڑھو اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور جس کو قرآن زیادہ یاد ہو، وہ جماعت کرائے۔'' لوگوں نے اندازہ لگایا کہ کسے قرآن زیادہ یاد ہے تو انھوں نے مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن پڑھنے والا نہ پایا، کیونکہ میں آنے جانے والے سواروں سے قرآن سن کر یاد کر لیا کرتا تھا، لہٰذا سب نے مجھے امام منتخب کر لیا، حالانکہ میں اس وقت چھ یا سات برس کا تھا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب : ٤٣٠٢]

معذور کی امامت:

⌘ کسی معذور (اندھے، کانے، لنگڑے وغیرہ) شخص میں مندرجہ بالا شرائط موجود ہیں تو اسے امام بنانا چاہیے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ نبی ﷺ (جب سفر پر جاتے تو) اپنا خلیفہ عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتے، جو لوگوں کو جماعت کرواتے، حالانکہ وہ اندھے تھے۔'' [أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب إمامة الأعمی : ٥٩٥۔ صحیح]

غلام کی امامت:

⌘ غلام کو امام مقرر کیا جا سکتا ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین کی ایک جماعت قبا میں اکٹھی ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ ابھی تشریف نہیں لائے تھے، تو ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام سالم رضی اللہ عنہ ان کی امامت کراتا تھا۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولی : ٦٩٢]

اور امام بخاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا غلام ذکوان رضی اللہ عنہ قرآن سے دیکھ کر نماز پڑھاتا تھا۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولی، قبل الحدیث : ٦٩٢]

بڑے عالم کی چھوٹے عالم کے پیچھے نماز:

⌘ بڑا عالم اپنے سے چھوٹے عالم کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے پہلے قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، میں بھی پانی کا برتن اٹھائے ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ تھا، جب رسول اللہ ﷺ واپس آئے ...... تو ہم نے دیکھا کہ لوگ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ (بھی نماز میں شامل ہو گئے اور آپ) نے ایک رکعت پا لی اور وہ رکعت لوگوں (یعنی جماعت) کے ساتھ ادا کی، پھر جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے دوسری رکعت کھڑے ہو کر ادا کی۔'' [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تقدیم الجماعة من یصلی بهم إذا تأخر الإمام...... الخ : ۲۷٤، بعد الحدیث : ٤۲۱]

مقرر امام کی جگہ جماعت کروانا:

⌘ کسی مقرر امام کی جگہ اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو جماعت کروانے کی اجازت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ))[مسلم، کتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة ؟ : ٦٧٣]

''کوئی شخص کسی کی حکومت میں (یعنی مقرر کردہ جگہ) اس کی اجازت کے بغیر ہرگز امامت نہ کرائے۔''

جس امام سے مقتدی ناراض ہوں:

⌘ جس امام سے لوگ کسی دینی یا اخلاقی وجہ سے ناراض ہوں، اسے نماز نہیں پڑھانی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا تَرْتَفِعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوْسِهِمْ شِبْرًا : رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ

لَہٗ کَارِھُوْنَ))[ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب من أم قوما وهم له كارهون : ۹۷۱۔ ترمذی : ۳٦۰۔ صحيح]
''تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی بلند نہیں ہوتی، ایک وہ آدمی جو لوگوں کا امام بن جائے، حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔''

بدعتی اور مشرک کی امامت:

⌘ مشرک امام کی اقتدا جائز نہیں، کیونکہ اس کا کوئی بھی عمل قبول نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:
﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۸]
''اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال برباد ہو جاتے۔''
اسی طرح اس بدعتی کی اقتدا میں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے جس کی بدعت اسے کفر و شرک تک پہنچانے اور اسلام سے نکال دینے والی ہو۔

⌘ فاسق و فاجر اور گناہ گار شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ عبیداللہ بن عدی بن خیار کہتے ہیں کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محصور تھے تو میں نے ان سے عرض کی کہ آپ لوگوں کے امام ہیں، لیکن مصیبت میں گرفتار ہیں اور فتنہ پرور لوگوں کا امام ہمیں نماز پڑھا رہا ہے اور ہم اسے برا محسوس کرتے ہیں (اب ہم کیا کریں؟) تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''نماز لوگوں کے اعمال میں سب سے اچھا عمل ہے، جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی میں شامل نہ ہو (یعنی ان کی اقتدا میں نماز پڑھو لیکن ان کے غلط کاموں کی حمایت نہ کرو)۔''[بخاری، كتاب الأذان، باب إمامة المفتون والمبتدع : ٦۹۵]
لہٰذا امام کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو کر اس کی اقتدا چھوڑنا جائز نہیں۔

امام کی کوتاہی کا مقتدی پر کوئی اثر نہیں:

⌘ اگر کسی وجہ سے امام کی نماز نہیں ہوئی، یا اس کی نماز میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو مقتدیوں

سکی نماز درست ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ أَخْطَئُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ))

[بخاري، كتاب الأذان، باب إذا لم يتم الإمام وأتم من خلفه : ٦٩٤]

''جو لوگ تمھیں نماز پڑھاتے ہیں، اگر وہ ٹھیک پڑھائیں گے تو تمھیں اور انھیں ثواب ملے گا اور اگر وہ غلطی کریں گے تو تمھارے لیے تو ثواب ہے اور ان کے لیے گناہ ہے۔''

امام کے فرائض و ذمہ داریاں

⌘ امام نماز سے پہلے صفیں درست کروائے اور مقتدیوں کو تربیت دے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے کیا کرتے تھے۔

⌘ لوگوں کو ثنا پڑھنے کا وقت دینا چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قراءت شروع کرنے کے درمیان تھوڑی دیر خاموش رہتے تھے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب ما یقول بعد التکبیر : ٧٤٤۔ مسلم : ٥٩٨، ٥٩٩]

⌘ رسول اللہ ﷺ سورۂ فاتحہ سے پہلے: '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' بھی پڑھتے تھے۔[أبو داوٗد، کتاب الحروف والقراءات، باب : ٤٠٠١۔ صحیح]

⌘ رسول اللہ ﷺ سورۂ فاتحہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے۔[مسند أحمد : ٦/٢٨٨، ح : ٢٦٥٢٦۔ أبو داوٗد، کتاب الحروف والقراءات، باب : ٤٠٠١۔ کتاب القراءة للبیهقی، ص : ٦٩، ٥٥]

بعض امام الفاظ کو اتنا لمبا کھینچتے ہیں کہ لفظ کی ہیئت بگڑ جاتی ہے اور معنی تبدیل ہو جاتا ہے، یہ ٹھیک نہیں۔

⌘ جہری نماز میں اتنی آواز میں قراءت کرنی چاہیے کہ مقتدی سن سکیں، کیونکہ بلند قراءت کا مطلب ہی یہ ہے۔

⌘ جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے آخر پر امام اتنی بلند آواز سے آمین کہے کہ مقتدی سن سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا))[بخاری، کتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمین :

۷۸۰۔ مسلم : ٤١٠]

''جب امام آمین کہے تب تم بھی آمین کہو۔''

مقتدی تبھی آمین کہیں گے جب وہ امام کی آمین سنیں گے، لہٰذا امام کو بلند آواز سے آمین کہنی چاہیے۔

⌘ کمزوروں اور ضرورت مندوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ))

[بخاری، كتاب الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول : ۷۰٤۔ مسلم : ٤٦٦]

''جو شخص لوگوں کی جماعت کرائے تو اسے مختصر جماعت کرانی چاہیے، کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔''

⌘ لیکن نماز کو اس قدر بھی مختصر نہیں کرنا چاہیے کہ مقتدی ٹھیک طرح متابعت نہ کر سکیں اور دعائیں نہ پڑھ سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارکان میں اطمینان نہ کرنے والے شخص سے کہا تھا: ''تیری نماز نہیں ہوئی۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب أمر النبی ﷺ الذی لا يتم ركوعه بالإعادة : ۷۹۳۔ مسلم : ۳۹۷]

اور ایسے امام کے پیچھے نماز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے جو اس قدر تیز نماز پڑھاتا ہو کہ صحیح اطمینان سے ارکان ادا نہ کیے جاسکیں۔

⌘ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو نماز مختصر کر دینی چاہیے، رسول اللہ ﷺ بچے کے رونے کی وجہ سے بھی نماز مختصر کر دیتے تھے۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبی : ۷۰۸۔ مسلم : ٤٧٠/١٩٢]

⌘ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم : ۸٤٥۔ مسلم : ۲۲۷٥]

قنوت نازلہ کا بیان:

⌘ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے تو امام کو دعائے قنوت کرنی چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَدْعُوَ عَلٰى أَحَدٍ اَوْ يَدْعُوْ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ » [بخاری، کتاب التفسیر باب ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾ : ٤٥٦٠۔ مسلم : ٦٧٥]

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ جب کسی پر بدعا کرنا چاہتے، یا کسی کے حق میں دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت کرتے۔''

⌘ قنوت نازلہ پانچوں فرض نمازوں میں کی جاسکتی ہے۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ تمام نمازوں میں ایک ماہ تک قنوت کرتے رہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الوتر، باب القنوت في الصلاة : ١٤٤٣۔ حسن]

قنوت نازلہ کا طریقہ:

⌘ فرائض کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد دعا کی جائے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾ : ٤٥٦٠۔ مسلم : ٦٧٥]

⌘ قنوت نازلہ ہاتھ اٹھا کر کرنی چاہیے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز فجر میں دیکھا کہ آپ نے ہاتھ اٹھا کر کفار پر بددعا کی۔'' [مسند أحمد : ١٣٧/٣، ح : ١٢٤٢٩۔ شعیب الارنؤوط نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

⌘ رسول اللہ ﷺ (اونچی آواز سے) دعا پڑھتے اور مقتدی ''آمین'' کہتے تھے۔[أبو داؤد، کتاب الوتر، باب القنوت في الصلاة : ١٤٤٣۔ حسن]

⌘ قنوت نازلہ میں جس کے لیے دعا یا بددعا کی جا رہی ہے، اس کا نام لینا جائز ہے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب يهوي بالتكبير حين سجد : ٨٠٤، ٦٧٥]

⌘ جب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ قنوت نازل کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ ابوداؤد (١٤٤٣) میں ہے کہ آپ ﷺ رعل، ذکوان اور عصیہ قبائل کے خلاف مسلسل ایک ماہ تک پانچوں نمازوں میں قنوتِ نازلہ کرتے رہے، لیکن آج ہم مصائب میں گھرے ہونے کے باوجود قنوتِ نازلہ نہیں کرتے۔عوام تو قنوت نازلہ سے واقف ہی نہیں۔آج چند مساجد ہی ایسی ہیں جن میں قنوتِ نازلہ کی جاتی ہے۔ضرورت اس

بات کی ہے کہ ہر امام مسجد کو قنوتِ نازلہ شروع کرنی چاہیے، تاکہ ایک سنت زندہ ہو سکے اور مسلمانوں کی مشکلات میں کمی آئے۔

قنوت نازلہ کی دعا:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَ عَدُوِّهِمْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ كَفَرَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَ يُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَآءَكَ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَ زَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَ اَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِىْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ»

[السنن الکبرٰی للبیهقی : ۲/۲۱۰، ۲۱۱، ح : ۳۱۴۳۔ امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے]

”اے اللہ! ہمیں اور تمام مومن مردوں، مومن عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دے۔ ان کی باہمی اصلاح فرما دے۔ اپنے اور ان کے دشمنوں پر ان کی مدد فرما۔ الٰہی! اہل کتاب کے کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیری راہ سے روکتے، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔ الٰہی! ان کے درمیان پھوٹ ڈال دے، ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان پر اپنا وہ عذاب اتار جسے تو مجرم قوم سے نہیں ٹالا کرتا۔“

مزید دعاؤں کے لیے ”قنوت نازلہ کی دعائیں“ کے نام سے دارالاندلس کی طرف سے شائع کردہ پمفلٹ ملاحظہ فرمائیں۔

مقتدیوں کے فرائض و ذمہ داریاں

① مقتدیوں کو جماعت کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے؟:

⌘ مقتدی جماعت کے لیے تب کھڑے ہوں جب وہ امام کو دیکھ لیں، اس سے پہلے کھڑا ہونا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ))

[بخاری، کتاب الأذان، باب لا یقوم إلی الصلاة ...... الخ : ٦٣٨۔ مسلم : ٦٠٤]

''جب نماز کی اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے آتا دیکھ نہ لو، تم پر سکون (سے بیٹھنا) واجب ہے۔''

بعض لوگ مسجد میں آ کر کھڑے رہتے ہیں اور بے چینی سے جماعت کا انتظار کرنے لگتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں، بلکہ انھیں مسجد میں آ کر نوافل، اذکار، دعا اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہونا چاہیے۔ بعض لوگ اس وقت جماعت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں جب مکبر ''حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ'' اور ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' کہتا ہے، یہ طریقہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

② دعائے استفتاح پڑھنا:

⌘ مقتدی اگر حالت قیام میں ملا ہے تو اسے دعائے استفتاح پڑھنی چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعائے استفتاح پڑھا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب ما یقال بین

تکبیر الإحرام والقراءة : ٦٠١]

⌘ اگر جہراً قراءت ہو رہی ہو، یا وقت کم ہونے کی وجہ سے فاتحہ کے رہ جانے کا ڈر ہو تو فاتحہ پڑھ لے، دعائے استفتاح چھوڑ دے۔

۱۳ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ:

⌘ صحیح احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ نماز کا رکن ہے، لہٰذا ہر نمازی پر منفرد ہو، امام ہو، یا مقتدی، پھر امام اونچی قراءت کر رہا ہو یا آہستہ، ہر صورت میں سورۂ فاتحہ کی قراءت فرض اور واجب ہے، اسے پڑھے بغیر ہرگز کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ بعض لوگ اپنے مسلک کی وجہ سے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

⌘ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ : ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِدَنِي عَبْدِي))

[مسلم، كتاب الصلاة، باب وجوب القراءة في كل ركعة......الخ : ٣٩٥]

”میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور میرا بندہ جو سوال کرے گا وہ پورا کیا جائے گا۔“ پس جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔“

مندرجہ بالا حدیث میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو تقسیم کر دیا ہے، حالانکہ تقسیم سورۂ فاتحہ کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کا نام ”الصلاۃ“ (نماز) رکھ دیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز کا وجود ہی نہیں اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہی استدلال کیا ہے۔

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) [بخاري، كتاب الأذان، باب

وجوب القراءة للإمام والمأموم......الخ : ٧٥٦۔ مسلم : ٣٩٤]

''جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث پر یوں باب قائم کرتے ہیں: ''سورۂ فاتحہ پڑھنا ہر نمازی پر واجب ہے، خواہ امام ہو، منفرد ہو یا مقتدی' حضر میں ہو یا سفر میں، جہری نماز ہو یا سری۔''

⌘ دوسری روایت میں ہے:

« اِقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ » [مسند أحمد : ٣٤٠/٤، ح : ١٩٢٠٤۔ صحیح الجامع : ٣٢٤۔ علامہ الالبانی نے اسے حسن جبکہ شعیب الارنؤوط نے صحیح کہا ہے]

''اپنی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھ پھر جو تجھے قرآن یاد ہے اس میں سے پڑھ۔''

مندرجہ بالا احادیث میں مطلق نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، خواہ آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا کسی کی اقتدا میں۔ لیکن کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ احادیث تنہا نماز پڑھنے والے آدمی کے ساتھ خاص ہیں، حالانکہ خاص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا اب میں وہ احادیث پیش کرتا ہوں جن میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا واضح طور پر ذکر موجود ہے۔

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ »[مسند الشامیین، عن سعید بن عبد العزیز عن مکحول : ٢٩١۔ امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں]

''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اسے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔''

⌘ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّا نَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ ؟ فَقَالَ اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ »

[مسلم، کتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة ...... الخ : ٣٩٥]

''جو کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ناقص ہے۔'' یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہا، یعنی مکمل نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ''ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟'' تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ فاتحہ دل میں آہستہ پڑھ لیا کرو۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''جزء القراءۃ'' میں امام لغت ابو عبید رحمہ اللہ سے ''خداج'' کا معنی نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: '' خِدَاجُ النَّاقَةِ '' اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹنی بچہ کو وقت سے پہلے مردہ حالت میں گرا دے اور ایسے مردہ بچے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ہے۔'' لہٰذا ثابت ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر پڑھی گئی نماز سے کسی قسم کا ثواب حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نہ فرض ہی ادا ہوتا ہے۔

⌘ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس میں قراءت کی، پس رسول اللہ ﷺ پر قراءت بھاری ہو گئی، تو آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا: ''کیا تم بھی (امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو؟'' ہم نے عرض کیا: ''ہاں! یا رسول اللہ!'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کیا کرو، تم سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھا کرو، اس لیے کہ اس کے بغیر کسی شخص کی نماز نہیں ہوتی۔'' [مسند أحمد : ٥/٣١٣، ح : ٢٣٠٤٧۔ ابن حبان : ١٧٩٢۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حسن جبکہ شعیب الارنؤوط نے صحیح کہا ہے]

⌘ دوسری روایت میں ہے:

((فَلَا تَقْرَؤُوْا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ))[أبو داود، كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة ...... الخ : ٨٢٤۔ امام دارقطنی اور علامہ الالبانی رحمہ اللہ نے (تحقیق مشکوۃ میں) اسے حسن جبکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے]

''جب میں (یعنی امام) اونچی آواز سے قراءت کروں تو قرآن سے سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو۔''

⌘ تیسری روایت میں ہے:

«وَلْيَقْرَأْ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِيْ نَفْسِهِ» [ابن حبان : ۱۸۴٤۔ جزء القراءة للبخاری : ٥٦۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ۲۷٥۰۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''التلخیص الحبیر (۸۷)'' میں اسے حسن، جبکہ شعیب الارنؤوط نے اسے صحیح کہا ہے]

''تم صرف سورۂ فاتحہ دل میں پڑھا کرو۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَلْفَ الْإِمَامِ» [کتاب القراءة للبیهقی : ٤٧۔ اور فرمایا اس کی اسناد صحیح ہے اور جو اس میں الفاظ زیادہ ہیں وہ بہت ساری سندوں سے صحیح اور مشہور ہیں]

''اس شخص کی نماز نہیں جو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی نماز پڑھے وہ تنہا ہو یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، فرض پڑھ رہا ہو یا نوافل، امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو یا آہستہ، اگر وہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہو گی۔

باقی رہا احناف کا یہ کہنا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے، تو یہ سب ان کے بہانے ہیں، درحقیقت ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ نماز کے لیے ضروری ہی نہیں۔ دیو بندی عالم اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''اگر کوئی نماز میں الحمد (یعنی سورۂ فاتحہ) نہ پڑھے، بلکہ کوئی اور آیت یا کوئی اور پوری سورت پڑھ لے...... سر سے فرض تو اتر جاوے گا، لیکن نماز بالکل نکمی اور خراب ہے، پھر سے پڑھنا واجب ہے نہ دہرائے گی تو بہت بڑا گناہ ہو گا۔ البتہ بھولے سے ایسا کیا تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جائے گی۔'' [بہشتی زیور: ۸۲/۲]

اس سے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں : ''اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد (یعنی سورۂ فاتحہ) نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہے، لیکن الحمد (یعنی سورۂ فاتحہ) پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے، چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، نماز درست ہے۔'' [بہشتی زیور : ۸۳/۲]

اس سے ثابت ہوا کہ احناف کے نزدیک سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھنا لازمی نہیں ہے، لیکن آڑ انھوں نے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کو بنایا ہوا ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، شاید تم پر رحم کیا جائے۔'' [الأعراف : ٢٠٤]

اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جماعت میں جب امام قراءت کر رہا ہو تو مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ پڑھنا ممنوع ہے، حالانکہ احناف کے نزدیک یہ آیت سورۂ مزمل کی آیت: ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ [المزمل : ٢٠] کے معارض اور خلاف ہے (نعوذ باللہ) لہٰذا یہ دونوں آیات اس مسئلہ کی دلیل بنانے کے لائق نہیں ہیں۔ اصول فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ''نور الانوار'' کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

'' وَحُكْمُهَا بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ الْمَصِيْرُ اِلَى السُّنَّةِ لِاَنَّ الْاٰيَتَيْنِ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَتَا فَلَا بُدَّ لِلْعَمَلِ مِنَ الْمَصِيْرِ اِلٰى مَا بَعْدَهٗ وَهُوَ السُّنَّةُ ''[نور الأنوار: ١٩١۔ تلويح (٤١٩) میں بھی یہی لکھا ہے]

''جب دو آیتوں میں تعارض واقع ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ (اس مسئلہ) میں حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اس لیے کہ جب دو آیات باہم معارض ہوتی ہیں تو دونوں ساقط ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا عمل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ احناف کے نزدیک یہ ساقط اور دلیل بنانے کے قابل نہیں ہے، لیکن پھر بھی لوگوں کے سامنے یہ آیت پیش کرتے ہیں، کیا یہ دھوکا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ اس آیت کا مذکورہ مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت مبارکہ سورۂ اعراف کی ہے اور سورۂ اعراف بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی تھی، جبکہ جماعت کا آغاز مدینہ میں ہوا، تو پھر اس آیت کا تعلق مذکورہ مسئلہ سے کیونکر ہو سکتا ہے؟

اگر اس کا حکم [illegible] کسی بھی جگہ جب [illegible] آدمی قرآن مجید

کی تلاوت کر رہا ہو تو وہاں کسی دوسرے کو تلاوت کی اجازت نہیں، بلکہ پہلے شخص کی تلاوت سننے کا حکم ہے، جبکہ خود انھی حضرات کی مساجد اور بالخصوص مدارسِ تحفیظ میں ایک وقت میں ایک جگہ سیکڑوں طلبہ بلند آواز سے پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اگر کوئی طالب علم (قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے) نہ پڑھے تو استاد اس کی پٹائی کرتا ہے، آخر کیوں؟

لہٰذا ثابت ہوا کہ مذکورہ آیت کا احناف کے نزدیک بھی یہ معنی نہیں جو وہ بظاہر بتاتے ہیں، یہ محض دھوکا ہے اور باقی رہیں وہ احادیث جن میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے سے منع کیا گیا، تو ان میں سے کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں جو صحیح ہو اور مذکورہ مسئلہ میں واضح ہو۔ اگر بالفرض اس آیت کو مذکورہ مسئلہ میں دلیل مان بھی لیں تو اس سے دن رات کی صرف چھ رکعات میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ممنوع ہوگا، جبکہ احناف فاتحہ خلف الامام کا تمام رکعات میں انکار کرتے ہیں۔

لہٰذا سب سے پہلے احناف اس مسئلہ میں اپنا موقف واضح کریں کہ ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر سورۂ فاتحہ نماز کا حصہ نہیں تو پھر ان کے لیے اس آیت اور احادیث کو دلیل بنانا ہرگز جائز نہیں، بلکہ انھیں ایسی آیت اور احادیث پیش کرنی چاہییں جن میں نماز کے اندر سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہو اور اگر ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ نماز کا حصہ ہے تو واضح الفاظ میں اس کا اقرار کریں اور مندرجہ بالا ''بہشتی زیور'' کی عبارت کا واضح طور پر انکار کریں اور پھر کوئی ایسی دلیل لائیں جو اس مسئلہ میں صحیح اور واضح ہو۔

ان لوگوں نے اپنا باطل نظریہ ثابت کرنے کے لیے حدیثیں گھڑ رکھی ہیں، ان میں سے دو مشہور جھوٹی حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں:

① ''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے گا۔'' یہ روایت موضوع ہے۔ [موضوع اور منکر روایات: ۵۹]

② ''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہ ہوگی۔'' یہ روایت باطل ہے۔
[موضوع اور منکر روایات: ۶۰]

④ آمین کہنے کا مسئلہ:

⌘ مقتدیوں کو چاہیے کہ جب امام ''آمین'' یا ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو وہ بلند آواز سے آمین کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا)) [بخاری، کتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين : ۷۸۰۔ مسلم : ٤١٠]

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔''

⌘ جس مقتدی نے سورۂ فاتحہ مکمل نہ کی ہو وہ بھی امام کے ساتھ آمین کہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امام کے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھنے پر آمین کہنے کا حکم دیا ہے۔[بخاری، کتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين : ۷۸۲]

⌘ آہستہ قراءت کے وقت آہستہ ''آمین'' اور بلند قراءت کے وقت بلند ''آمین'' کہنی چاہیے۔ یہ مسئلہ شریعت اسلامیہ میں بالکل واضح ہے لیکن کچھ لوگ سری قراءت میں سری آمین کو تو مانتے ہیں لیکن جہری قراءت میں جہری آمین کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ یہ مسئلہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

⌘ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا، فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) [بخاری، کتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين : ۷۸۰۔ مسلم : ٤١٠]

''جب امام آمین کہے تو تم (مقتدی) بھی آمین کہو (اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

امام ابن خزیمہ ؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام بلند آواز سے آمین کہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ مقتدی کو امام کی آمین کے ساتھ آمین

کہنے کا حکم اس صورت میں دے سکتے ہیں جب مقتدی کو معلوم ہو کہ امام آمین کہہ رہا ہے۔ کوئی عالم تصور بھی نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ ﷺ مقتدی کو امام کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کا حکم دیں، جب کہ وہ اپنے امام کی آمین سن ہی نہ سکے۔'' [ابن خزیمة، کتاب الصلاة، باب الجهر بآمین ...... الخ : ۱/۲۵۵، ۲۵٦، تحت الحدیث : ۵۷۰]

⌘ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب نبی اکرم ﷺ سورۂ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔'' [الدارقطنی : ۱/۳۳۵، ح : ۱۲۵۹۔ ابن خزیمة : ۱/۲۵٦، ۵۷۱۔ ابن حبان : ۱۸۰٦۔ المستدرك : ۱/۲۲۳، ح : ۸۱۲۔ اسے امام الدارقطنی نے حسن جبکہ امام حاکم اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح کہا ہے]

⌘ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ جب ﴿ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔'' [أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب التأمین وراء الإمام : ۹۳۲۔ ترمذی : ۲۴۸۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے، امام بخاری اور امام ابو زرعہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث شعبہ سے منقول آہستہ آمین کہنے والی حدیث سے صحیح ہے، ان کے علاوہ امام ابن حجر، امام دارقطنی، علامہ الالبانی اور حسین سلیم اسد نے اسے صحیح کہا ہے]

⌘ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب رسول اللہ ﷺ نے ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ پڑھا تو آپ نے (اتنی بلند آواز سے) آمین کہی کہ میں نے سنی اور میں آپ کے پیچھے کھڑا تھا۔'' [نسائی، کتاب الافتتاح، باب قول المأموم إذا عطس خلف الإمام : ۹۳۳۔ صحیح]

⌘ سیدہ ام الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''اس نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی...... جب آپ ﷺ نے ﴿ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ پڑھا تو آمین کہی تو اس نے بھی اسے سنا، حالانکہ وہ عورتوں کی صف میں کھڑی تھی۔'' [مسند اسحاق بن راھویه، عن أم الحصین رضی الله عنها : ۲۳۹٦۔ اس کے محقق ڈاکٹر عبد الغفور البلوشی نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے]

دور صحابہ میں ''آمین'' کا ثبوت:

⌘ نعیم مجمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی...... وہ جب

﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ تک پہنچے تو انھوں نے آمین کہی اور ان کے پیچھے لوگوں نے بھی آمین کہی...... پھر انھوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے تمھیں رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھائی ہے۔'' [نسائی، كتاب الافتتاح، باب قراءة بسم الله...... الخ : ٩٠٦۔ مسند أحمد : ٤٩٧/٢، ح : ١٠٤٥٣۔ ابن خزيمة : ٢٢٣/١، ٢٢٤، ح : ٤٩٩۔ ابن حبان : ١٧٩٧۔ ١٨٠١۔ مستدرك حاكم : ٢٣٢/١، ح : ٨٤٩۔ سنن الدارقطني : ٣٠٦/١، ح : ٢٤٥١۔ البيهقي : ٥٨/٢، ح : ١١٥٥۔ اسے حاکم، ذہبی، دارقطنی، بیہقی اور الاعظمی نے صحیح اور شعیب الارنؤوط نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے]

⌘ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے مقتدیوں نے اس قدر بلند آواز سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ [بخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، قبل الحديث : ٧٨٠]

⌘ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے دوسو (٢٠٠) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ بیت اللہ میں جب امام ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ کہتا تو سب لوگ بلند آواز سے ''آمین'' کہتے۔'' [السنن الكبرى للبيهقي : ٥٩/٢، ح : ٢٤٥٥۔ كتاب الثقات لابن حبان : ٢٦٥/٦، في ترجمة خالد بن أبي نوف]

⌘ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنِ))

[ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين : ٨٥٦۔ اس کے تمام راوی صحیح مسلم کے ہیں اور اسے امام بوصیری، شعیب الارنؤوط، علامہ الالبانی اور الاعظمی نے صحیح کہا ہے]

''یہودی تمھاری کسی چیز پر اس قدر نہیں جلتے جس قدر ''السلام علیکم'' اور ''آمین'' کہنے پر جلتے ہیں۔''

⑤ فاتحہ کے بعد قراءت:

⌘ سری نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنا چاہیں تو پڑھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے، سری میں نہیں۔

[أبو داود، كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة...... الخ : ٨٢٤۔ صحيح]

⌘ جہری نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر خاموش ہو جائیں۔ [أبو داؤد : ۸۲٤]

⑥ امام کی اتباع:

⌘ امام سے آگے بڑھنے سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا يَأْمَنُ الَّذِيْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فِيْ صَلَاتِهِ قَبْلَ الْإِمَامِ، أَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ فِيْ صُوْرَةِ حِمَارٍ » [مسلم، كتاب الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أو سجود ونحوهما : ۱۱٥/٤۲۷]

''کیا نماز میں امام سے پہلے سر اٹھانے والا شخص اس بات سے بے خوف ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنا دے؟''

⌘ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی کمر نہیں جھکاتا تھا، جب تک کہ نبی ﷺ سجدہ میں نہ چلے جاتے اور ہم آپ ﷺ کے بعد سجدہ میں جاتے۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب متى يسجد من خلف الإمام؟ : ٦۹۰۔ مسلم : ۱۹۸/٤۷٤]

امام سے پہل کرنا بھی جائز نہیں اور امام کے ساتھ ساتھ چلنا بھی جائز نہیں، اتباع یہ ہے کہ امام کے پیچھے پیچھے چلا جائے، جیسے مذکورہ بالا حدیث میں ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کی کچھ نماز باقی ہو، انھیں نماز مکمل کرنے کے لیے تب کھڑا ہونا چاہیے جب امام دونوں طرف سلام پھیر لے، جبکہ ہمارے ہاں امام سلام پھیرنا شروع کرتا ہی ہے کہ لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

جن چیزوں میں امام سے اختلاف جائز ہے:

⌘ مندرجہ ذیل چیزوں میں امام اور مقتدی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو کوئی حرج نہیں:

① نیت میں اختلاف جائز ہے، یعنی امام فرض پڑھ رہا ہے جبکہ مقتدی نفل، یا امام کی نیت نفل کی ہو اور مقتدی فرض ادا کر رہا ہے، جیسا کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد اپنی قوم کی جماعت کرواتے تھے، تو وہ ان کی نفل ہوتی اور قوم کی فرض۔

[بخاری، کتاب الأذان، باب إذا صلی ثم أم قومًا : ۷۱۱۔ مسلم : ٤٦٥]
اسی طرح امام عصر کی پڑھا رہا ہے اور مقتدی ظہر کی ادا کر رہا ہے۔

④ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر امامت کرا رہا ہے اور مقتدی کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا ہے اور یا امام کھڑا ہے اور مقتدی بیٹھا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں ایک دن بیٹھ کر جماعت کروائی اور لوگوں نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب الرجل یأتم بالإمام ویأتم الناس بالمأموم : ۷۱۳۔ مسلم : ٤١٨]

⑤ امام قصر پڑھے اور مقتدی مکمل پڑھے۔ (تفصیل ''نماز سفر'' کے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

⑦ امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچانا:

⌘ اگر امام کی آواز تمام مقتدیوں تک نہ پہنچ رہی ہو تو مقتدیوں میں سے کوئی شخص امام کی تکبیر آخر تک پہنچائے اور جماعت بہت بڑی ہو تو فاصلے فاصلے پر کھڑے زیادہ لوگوں کو یہ فریضہ انجام دینا چاہیے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض وفات میں جماعت کروائی (اور کمزوری کی وجہ سے لوگوں تک آواز نہیں پہنچ رہی تھی)، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی آواز لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب من أسمع الناس تکبیر الإمام : ۷۱۲۔مسلم : ٤١٣/٨٥]

سپیکر کی سہولت موجود ہو تو اس میں جماعت کروانی چاہیے، تاکہ لوگ صحیح طور پر اقتدا کر سکیں، تب لوگوں تک امام کی آواز پہنچانے کی ضرورت نہیں۔

⑧ امام بھول جائے تو اسے لقمہ دینا:

⌘ دوران نماز میں اگر امام بھول جائے تو مقتدیوں کا فرض ہے کہ وہ امام کو لقمہ دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي)) [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التوجه نحو القبلة حیث کان : ٤٠١۔ مسلم : ٥٧٢]

''جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کروا دیا کرو۔''

یاد کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر امام قراءت میں سے کچھ بھول گیا تو اسے بھولا ہوا لفظ بتانا چاہیے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر قراءت مشتبہ ہو گئی، تو نماز کے بعد آپ ﷺ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تو نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟'' [أبو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الفتح علی الإمام فی الصلاۃ : ۹۰۸۔ حسن]

اس کے علاوہ کوئی غلطی ہو جائے تو مرد ''سبحان اللہ'' کہہ کر اور عورتیں تالی بجا کر آگاہ کریں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

((اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ)) [بخاری، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب التصفیق للنساء : ۱۲۰۳۔ مسلم : ۴۲۲]

''مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیے اور خواتین کو تالی بجانی چاہیے۔''

⌘ نماز سے باہر والا شخص نمازی کو اس کی غلطی پر متنبہ کر سکتا ہے۔ جب قبلہ بیت المقدس سے تبدیل ہو کر کعبہ بن گیا، تو کچھ لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا، وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، قریب سے گزرنے والے آدمی نے بلند آواز سے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبہ کی سمت نماز پڑھی ہے۔'' تو لوگوں نے نماز کے دوران ہی میں اپنا رخ پھیر لیا۔ [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان : ۳۹۹۔ مسلم : ۱۱۸۶]

⑨ امام کی تبدیلی:

⌘ امام کسی وجہ سے امامت کے قابل نہ رہے، تو اس کے پیچھے کھڑا مقتدی آگے بڑھ کر نماز مکمل کروا دے۔ عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر نماز میں قاتلانہ حملہ ہوا تو انھوں نے پیچھے کھڑے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا اور انھوں نے نماز مکمل کرائی۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ : ۳۷۰۰]

ایک جگہ دو جماعتیں:

⌘ کچھ لوگ جماعت کے بعد آئیں تو وہ دوسری جماعت کروا سکتے ہیں، بلکہ انھیں جماعت ہی سے نماز ادا کرنی چاہیے اور ائمہ مساجد کو بھی برا نہیں ماننا چاہیے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا چکے تھے، آپ نے فرمایا: ''اس شخص پر کون صدقہ کرتا ہے؟'' تو لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔'' [ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الجماعة في مسجد قد صلي فيه مرة : ۲۲۰۔ أبو داؤد : ۵۷٤۔ صحيح]

⌘ اگر بعد میں پہنچنے والا آدمی تنہا ہے تو جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لینے والوں میں سے ایک آدمی (نفل کی نیت سے) اس کے ساتھ شامل ہو جائے، تاکہ جماعت ہو سکے۔ یہ اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔ (ایضاً)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مسافر دوسری جماعت کرا سکتے ہیں، لیکن مقیم لوگوں کو جماعت کروانا جائز نہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جس صحابی کو جماعت کرانے کا حکم دیا تھا وہ وہیں کا مقیم ہی تھا اور اس کے علاوہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مسجد میں دوسری جماعت کروانا ثابت ہے۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، تعليقًا، قبل الحديث : ٦٤٥ ووصله المحدث أبو يعلى الموصلي في مسنده الصغير : ۳/٤٦٨، ح : ٤٣٣٨ و إسناده صحيح]

⌘ دیر سے آنا اور دوسری جماعت کو معمول بنا لینا جائز نہیں، اس سے پہلی جماعت (جو اصل ہے اس) کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

سنن کے لیے جگہ کی تبدیلی:

⌘ فرضوں والی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ سنن ادا کرنی چاہییں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ (فرضوں کے بعد) آگے، پیچھے یا دائیں بائیں ہو جاؤ، یعنی نفل پڑھنے کے لیے؟'' [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي صلي فيه المكتوبة : ۱۰۰٦۔ ابن ماجه : ۱٤۲۷۔ صحيح]

جماعت میں شریک ہونے کا بیان

منفرد کے ساتھ نماز میں شریک ہونا:

⌘ تنہا آدمی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرا شخص آئے تو وہ اس کے ساتھ مل جائے اور پہلا جماعت شروع کرا دے، یعنی جماعت کے لیے پہلے سے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر دائیں جانب کر دیا۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب إذا لم ينو الإمام ...... الخ : ٦٩٩۔ مسلم : ٧٦٣]

جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ:

⌘ بعد میں آنے والا شخص امام کو جس حالت میں پائے، تکبیر تحریمہ کہہ کر اسی حالت میں چلا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ وَالْإِمَامُ عَلَى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ))

[ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما ذکر فی الرجل یدرك الإمام ..... الخ: ٥٩١۔ صحیح]

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو اسے وہی کرنا چاہیے جو امام کر رہا ہو۔''

بعض لوگ آتے ہیں، امام رکوع یا سجدہ میں ہو تو وہ جماعت میں شامل ہونے کے لیے امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں، یہ غلط ہے اور بعض لوگ پہلے دعائے

استفتاح پڑھتے ہیں پھر امام والی حالت میں منتقل ہوتے ہیں، یہ بھی جائز نہیں۔

بعض لوگوں نے جماعت میں شریک ہونے کا بڑا عجیب وغریب طریقہ ایجاد کرلیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ بیچ میں شامل ہونے والا وہی رکعت پڑھے جو امام پڑھ رہا ہے اور جو رکعات گزر گئی ہیں وہ بعد میں ادا کرے۔ مثلاً: دوسری رکعت میں شریک ہونے والا اس ترتیب سے نماز ادا کرے: 2---3---4---1۔ تیسری رکعت میں شریک ہونے والا اس ترتیب سے نماز ادا کرے: 3---4---1---2۔ چوتھی رکعت میں شریک ہونے والا اس ترتیب سے نماز ادا کرے: 4---1----2---3۔ یعنی شامل ہونے والا الٹی ترتیب سے نماز پڑھے۔ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے کہ آپ جس رکعت میں بھی جماعت میں شریک ہوں، وہ آپ کی پہلی رکعت ہوگی اور باقی نماز اسی ترتیب سے مکمل کریں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)) [بخاری، كتاب الأذان، باب لايسعى إلى الصلاة وليأتها بالسكينة والوقار : ٦٣٦۔ مسلم : ٦٠٢]

''جتنی (رکعات جماعت سے) مل جائیں ادا کرلو اور جو رہ جائیں بعد میں پوری کرلو۔''

رکوع میں ملنے والے کی رکعت:

⌘ رکوع کی حالت میں جماعت میں شامل ہونے سے وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)) [بخاری، كتاب الأذان، باب لا يسعى إلى الصلاة وليأتها بالسكينة والوقار : ٦٣٦۔ مسلم : ٦٠٢]

''جس قدر نماز (امام کے ساتھ) پالو وہ پڑھ لو اور نماز کا جو حصہ رہ جائے وہ (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کرو۔''

اس حدیث کی رو سے جس شخص کا قیام اور سورۂ فاتحہ فوت ہوگئی، اس پر فرض ہے کہ

چھوٹی ہوئی چیز کو مکمل کرے اور مکمل نہ کرنے والے کی نماز کیونکر مکمل ہو سکتی ہے؟

⌘ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''جس کے فرائض قراءت وقیام فوت ہو جائیں اس پر لازم ہے کہ اسے مکمل کرے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے (پورا کرنے کا) حکم دیا ہے۔'' [جزء القراءة للبخاری : ۱۰۹]

⌘ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص رکوع میں شامل ہو تو اس کا قیام اور سورۂ فاتحہ کی قراءت فوت ہوگئی، جبکہ (رکعت شمار کرنے کے لیے) یہ دونوں فرض ہیں، ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور حدیث رسول میں حکم دیا گیا ہے کہ جو گزر جائے اس کی قضا کی جائے اور جو رہ جائے اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کیا جائے، اور ان میں سے کسی امر کی تخصیص نص شرعی کے بغیر جائز نہیں (کہ فلاں رکن کے چھوٹنے کے باوجود نماز ہو جائے گی) اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں۔'' [المحلی، أوقات الصلاة، مسئلة جاء المأموم إلى الصلاة والإمام راكع : ۲/۳۸۹]

⌘ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« لَا يَرْكَعَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَقْرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ »[جزء القراءة للبخاری : ۷۷]

''سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی شخص رکوع نہ کرے۔''

⌘ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« لَا يُجْزِيْهِ حَتّٰى يُدْرِكَ الْاِمَامَ قَائِمًا »[جزء القراءة، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم : ۲۰۔ اس کو علامہ البانی نے حسن کہا ہے]

''امام کو اگر رکوع جانے سے پہلے کھڑے نہ پالو تو تمھاری وہ رکعت نہ ہوگی۔''

⌘ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر رکعت شمار نہ کرے۔'' [المحلی، أوقات الصلاة، مسئلة جاء المأموم إلى الصلاة والإمام راكع : ۲/۳۹۰]

⌘ علامہ نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی معروف

کتاب ''جزء القراءۃ'' میں فرمایا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی اور یہ ہر اس شخص کا مذہب ہے جو قراءتِ فاتحہ خلف الامام کو واجب سمجھتا ہے اور جمہور اہل علم چونکہ قراءت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، اس اعتبار سے رکوع میں ملنے والے کی رکعت کا نہ ہونا جمہور کا مسلک ہوا۔'' [دلیل الطالب علی راجح المطالب : ۳۴۵]

⌘ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک انھی کا قول راجح ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے۔'' [تحفۃ الأحوذی، السفر، باب کراھیۃ فی الرجل یدرك الإمام ساجدًا]

قائلین کے دلائل:

⌘ اب میں آپ کے سامنے ان حضرات کے دلائل ذکر کروں گا جو رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جانے کے قائل ہیں، تاکہ قارئین کے لیے فریقین کے دلائل کا موازنہ کرنا آسان ہو اور مسئلہ کی اصل حیثیت جان لیں۔

پہلی دلیل:

ان کی پہلی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے:

((مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيُضِفْ اِلَيْهَا اُخْرٰى)) [الدارقطني، كتاب الصلاة، باب فيمن يدرك من الجمعة......الخ : ۲/ ۱۰ ، ح : ۵۷۹]

''جو شخص نمازِ جمعہ کی ایک رکعت پالے، وہ (بعد میں) ایک رکعت اور ادا کر لے۔''

اس روایت میں نمازِ جمعہ کا ذکر ہے کہ جس نے نمازِ جمعہ کی ایک رکعت پالی اس نے جمعہ پالیا، لہٰذا وہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور پڑھ لے۔ اس روایت میں رکوع پالینے سے رکعت پانے کا ذکر ہی نہیں ہے، بلکہ اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن رکوع میں ملنے سے رکعت ہونے کے قائلین نے اس حدیث سے اس طرح دلیل لی ہے کہ اس کے لفظ ''رکعة'' کو رکعت کی بجائے رکوع مراد لیا ہے، حالانکہ ''رکعة'' سے مراد رکعت ہی ہوتا ہے، رکوع نہیں اور اس کی کئی وجوہ ہیں، احادیث میں عام طور پر ''رکعة'' سے مراد رکعت

ہوتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ» [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل...... الخ : ٧٥٢]

''آخر رات میں وتر ایک رکعت ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ...... فِي الْخَوْفِ رَكْعَةً »
[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها : ١٥٧٥]

''اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی ﷺ کی زبان سے نماز فرض کی ہے.....خوف میں ایک رکعت ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ » [بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعة : ٥٧٩۔ مسلم : ٦٠٨]

''جس نے نماز فجر کی ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے پالی اس نے نماز صبح کو (بروقت) پالیا۔''

مندرجہ بالا احادیث میں ''ركعة'' سے مراد تمام علماء نے رکعت لی ہے، ذرا یہاں رکوع مراد لے کر دیکھیں۔ اگر یہاں ''ركعة'' سے رکوع مراد لیں تو آخری حدیث میں دوسری جگہ مسلم (٦٠٩) میں ''ركعة'' کی جگہ ''سجدة'' کا لفظ آتا ہے، تو وہاں کیا کریں گے؟ اگر وہاں سجدہ مراد لیں تو ان کا مسلک ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس سے معنی یہ بنے گا کہ جس نے سجدہ پالیا اس نے رکعت پالی، جبکہ رکوع سے رکعت پالینے کے قائلین اس کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ حقیقت شرعیہ کے ہوتے ہوئے مجاز مراد لینا اصولاً غلط ہے اور یہاں کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں جو اس معنی کی تائید کرتا ہو۔ جمہور علماء نے اس کا معنی یہی کیا ہے کہ جس نے طلوع شمس

سے پہلے صبح کی ایک رکعت پالی اس نے نماز کو بروقت پالیا۔ جبکہ "رکعة" کو بغیر قرینے کے ''رکوع'' کے معنی مجاز میں لے کر اس سے استدلال کرنا اپنی مطلب برآری کے سوا کچھ نہیں، جو سراسر غلط ہے۔

دوسری دلیل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْاِمَامِ قَبْلَ اَنْ يُقِيْمَ صُلْبَهُ فَقَدْ اَدْرَكَهَا)) [ابن خزيمة: ٦٨١/٢، ح: ١٥٩٥]

''جس نے امام کے ساتھ رکعت پالی، قبل اس کے کہ وہ (رکوع سے اٹھ کر) اپنی کمر سیدھی کرے، تو اس نے اس رکعت کو پالیا۔''

علامہ عبید اللہ الرحمانی اور محدث ابو جعفر عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس روایت کے الفاظ ((قَبْلَ اَنْ يُقِيْمَ صُلْبَهُ)) (امام کے کمر سیدھی کرنے سے پہلے) صرف یحییٰ بن حمید نقل کرتا ہے، اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔'' اور یحییٰ بن حمید کو امام بخاری نے مجہول قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ''قرۃ بن عبد الرحمٰن'' ہے جسے امام احمد نے منکر الحدیث، بعض نے ضعیف الحدیث اور امام ابو حاتم نے غیر قوی کہا ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔ [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو جزء القراءة: ١٣١۔ سنن الدارقطنى مع التعليق: ١/ ١/ ٣٤٧۔ المرعاة: ٩٨/٣۔ تحفة الأحوذى: ٦٢/٣]

تیسری دلیل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَيْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلَاةَ)) [أبو داود، كتاب الصلاة، باب الرجل يدرك الإمام ساجدًا كيف يصنع؟ : ٨٩٣، بعد الحديث: ٨٨٨]

''جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں، تو تم بھی سجدہ کرو اور اسے شمار

مت کرو اور جس نے رکعت پالی اس نے نماز پالی۔''

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ابی سلیمان ہے، جسے امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے اور امام ابو حاتم نے کہا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن وہ قوی نہیں۔ اس کے علاوہ یحییٰ اور زید اور ابن المقبری کے درمیان انقطاع بھی ہے۔[جزء القراءة : ۱۰۸]

اس روایت میں بھی ''رکعة'' کا لفظ ہے، جس پر تفصیل سے بات ہو چکی ہے کہ اس سے مراد رکعت ہے۔ بالفرض اگر لفظ ''رکعة'' سے رکوع ہی مراد لے لیا جائے تب بھی اس حدیث سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں رکعت کے پانے کی بات نہیں، نماز پانے کی ہے، یعنی جس نے رکوع پالیا (بشرطیکہ رکعة کا معنی رکوع ہو تو) اس نے نماز با جماعت پالی، جیسا کہ دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلَاةَ مِنَ الصَّلَوَاتِ فَقَدْ اَدْرَكَهَا اِلَّا اَنَّهٗ يَقْضِيْ مَا فَاتَهٗ))[نسائي، كتاب المواقيت، باب من أدرك من الصلاة : ٥٥٩۔ ابن حبان : ١٤٨٦]

''جس نے کسی نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی، بشرطیکہ جو اس سے رہ گئی ہے اسے پورا کرے۔''

تو اس حدیث میں رکوع (بشرطیکہ رکعة کا معنی رکوع ہو) میں ملنے والے کو، جو چھوٹ گیا ہے اسے پورا کرنے کا حکم بھی دیا جا رہا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی، بس جماعت کا ثواب یا نماز کا وقت مل جاتا ہے۔

چوتھی دلیل:

چوتھی دلیل سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا معروف واقعہ ہے، وہ خود کہتے ہیں:

((اَنَّهٗ انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَصِلَ اِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ ﴾ [بخاري، كتاب الأذان، باب إذا ركع دون الصف : ۷۸۳]

''میں نبی ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ رکوع میں تھے، تو میں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ پھر میں نے یہ بات نبی ﷺ کے سامنے ذکر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تیری حرص زیادہ کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔''

یہ روایت مذکورہ مسئلہ میں واضح نہیں، جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''رہی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث تو اس میں قائلین رکعت کے لیے اصلاً کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں کہ انھوں نے اس رکعت کو شمار کیا تھا اور نہ یہ ہے کہ انھوں نے اسے اٹھ کر نہیں پڑھا۔ لہٰذا اس حدیث سے ان کا تعلق ہی ختم ہو گیا۔ الحمد للہ!''

قائلین کے تمام دلائل میں سے ایک بھی صحیح نہیں، اگر کوئی دلیل صحیح ہے تو اس سے ان کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ یہی صحیح بات ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی اور احتیاط بھی اسی میں ہے کہ وہ رکعت بعد میں کھڑے ہو کر پڑھ لی جائے۔

اس کے علاوہ قائلینِ رکعت میں اس مسئلہ کی وجہ سے تین احادیث کی مخالفت در آئی ہے، میں نے خود ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ ایک یہ کہ ان کے ہاں سورۂ فاتحہ کی اہمیت ختم ہو گئی ہے۔ دوسرا یہ کہ جب امام رکوع میں چلا جائے تو وہ دوڑ کر آتے ہیں، جبکہ احادیث میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور تیسرا یہ کہ امام قراءت کر رہا ہو تو پیچھے کھڑے باتیں کرتے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جاتا ہے تو پھر جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں، جبکہ حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ امام جس حالت میں ہو اس کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ کی کتاب ''رکوع میں ملنے والے کی رکعت۔''

جماعت کے متفرق مسائل:

⌘ جب امام ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' کہہ چکے تو مقتدیوں کو اس وقت '' رَبَّنَا وَ لَكَ

اَلْحَمْدُ " کہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ، فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ)) [بخاری، کتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام لیؤتم بہ : ٦٨٨۔ مسلم : ٤١١]

" امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھ جاؤ اور جب وہ " سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " کہہ چکے تو تم " رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ " کہو۔ "

⌘ رکوع سے اٹھتے وقت " سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " امام اور مقتدی دونوں کہیں گے اور " رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ " بھی امام اور مقتدی دونوں کہیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: " رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے، پھر رکوع سے اٹھتے وقت: " سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " کہتے، پھر سیدھے کھڑے ہو کر " رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ " کہتے۔ " [بخاری، کتاب الأذان، باب التکبیر إذا قام من السجود : ٧٨٩۔ مسلم : ٣٩١]

آپ ﷺ کبھی امام ہوتے تھے اور کبھی مقتدی اور ہمیں اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھی، لہٰذا امام اور مقتدی دونوں کو " سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " کہنے کے بعد " رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ " کہنا چاہیے۔

⌘ ہر دعا اور تسبیح، جس رکن کی ہے، اس رکن میں پہنچ کر پڑھنا شروع کریں۔ بعض لوگ کسی رکن میں پہنچنے سے پہلے ہی اس رکن کی دعائیں شروع کر دیتے ہیں، مثلاً رکوع میں پوری طرح پہنچنے سے قبل ہی رکوع کی تسبیحات، سجدہ میں سر رکھنے سے پہلے ہی سجدہ کی دعائیں، یا دوسری رکعت میں سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

جماعت میں قراءت کا بیان

نماز فجر میں قراءت:

⌘ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز فلاں شخص سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔'' سلیمان بن یسار کہتے ہیں: ''وہ شخص ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتے اور آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتے اور عصر کی نماز ہلکی پڑھاتے اور وہ مغرب میں قصار مفصل (الزلزال سے الناس تک)، عشاء میں اوسط مفصل (الطارق سے البینة تک) اور فجر میں طوال مفصل (ق سے البروج تک) پڑھا کرتے تھے۔'' [نسائي، كتاب الافتتاح، (باب) تخفيف القيام والقراءة : ٩٨٣۔ صحيح]

⌘ ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ (۶۰) سے سو (۱۰۰) آیات تک تلاوت کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في الصبح : ٤٦١]

نماز ظہر میں قراءت:

⌘ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں تقریباً تیس (۳۰) آیات اور آخری دو میں تقریباً پندرہ (۱۵) آیات پڑھا کرتے تھے۔''
[مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر : ٤٥٢/١٥٧]

نمازعصر میں قراءت:

⌘ عصر کی پہلی دو رکعات میں سے ہر ایک میں تقریباً پندرہ (۱۵) آیات اور آخری دو میں اس سے آدھی یعنی (سات یا آٹھ) آیات پڑھی جائیں۔[مسلم : ٤٥٢/١٥٧]

نمازمغرب میں قراءت:

⌘ مغرب کی نماز میں قصار مفصل (الزلزال سے الناس تک) میں سے سورتیں پڑھی جائیں۔[نسائي، كتاب الافتتاح، باب تخفيف القيام والقراءة : ٩٨٣۔ صحيح]

⌘ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار مغرب کی نماز میں سورۂ طور اور سورۂ مرسلات جیسی لمبی سورتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔[بخاري، كتاب الأذان، باب القراءة في المغرب : ٧٦٣، ٧٦٥۔ مسلم : ٣٦٢، ٣٦٣]

نمازعشاء میں قراءت:

⌘ عشاء کی نماز میں اوسط مفصل (الطارق سے البينة تک) میں سے سورتیں پڑھی جائیں۔[نسائي، كتاب الافتتاح، باب تخفيف القيام والقراءة : ٩٨٣۔صحيح]

نمازوں میں قراءت کا قاعدہ:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کی جماعت کرائے اسے ہلکی نماز پڑھانی چاہیے، کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور بیمار لوگ ہوتے ہیں۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب إذا صلي لنفسه فليطول ما شاء : ٧٠٣۔ مسلم : ٤٦٧]

⌘ رسول اللہ ﷺ کی پہلی رکعت طویل ہوتی تھی اور دوسری رکعت پہلی کی نسبت چھوٹی ہوتی تھی، جبکہ پہلی دو رکعات دوسری دو کی نسبت لمبی ہوتی تھیں۔[بخاري، كتاب الأذان، باب القراءة في الظهر : ٧٥٨، ٧٥٩]

جہری اور سری قراءت:

⌘ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت آہستہ آواز میں کی جائے۔ ابو معمر نے خباب بن

ارت رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قراءت کرتے تھے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' ہم نے کہا: ''آپ کو قراءت کا کیسے علم ہوتا تھا؟'' انھوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی ہلنے سے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب القراءة في الظهر : ٧٦٠]

⌘ رات کی نمازوں میں امام اونچی آواز سے قراءت کرے کہ مقتدی سن سکیں۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت سنی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر في المغرب : ٧٦٥]

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز عشاء میں سورۃ التین کی تلاوت سنی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب القراءة في العشاء : ٧٦٩]

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''انھوں نے نماز فجر میں ﴿ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴾ (سورۂ تکویر) کی تلاوت سنی۔'' [مسلم، کتاب الصلاة، باب القراءة في الصبح : ٤٥٦]

⌘ اگر رات کی نمازیں دن میں بطور قضا پڑھیں، یا دن کی نمازیں رات کو بطور قضا پڑھیں، تب بھی دن کی نمازوں میں قراءت سری اور رات کی نمازوں میں جہری قراءت کرے، یعنی ان کی اصلی حالت کے مطابق۔

امام کی قراءت کا جواب دینے کا بیان:

⌘ فرض نمازوں میں آیات کا جواب دینے کی کوئی دلیل نہیں، تمام احادیث میں نفل نماز میں جواب دینے کا ذکر ہے، لہٰذا صرف نفل نماز میں جواب دینا چاہیے۔

⌘ امام کے قراءت کرنے پر مقتدی کے جواب دینے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

[احکام ومسائل از مبشر أحمد ربانی حفظه الله : ١٨٠]

سنن کا بیان

سنن کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ، اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ »[مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضل السنن الراتبة …… الخ : ۱۰۳/۷۲۸]

”جو مسلمان بندہ ہر روز اللہ کے لیے فرض کے علاوہ بارہ رکعات نفل ادا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔“

ان کی تفصیل سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چار رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں اس کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر سے پہلے۔ [ترمذي، كتاب الصلوة، باب ما جاء فيمن صلى في يوم …… الخ : ۴۱۵۔ صحيح]

⌘ نمازِ عصر سے قبل چار رکعت سنت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا »[أبو داوٗد، كتاب صلوة التطوع، باب الصلاة قبل العصر : ۱۲۷۱۔ ترمذي : ۴۳۰۔ حسن]

”اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعات ادا کرتا ہے۔“

⌘ نماز مغرب سے پہلے دو رکعات نفل پڑھنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ فِي الثَّالِثَةِ : لِمَنْ شَاءَ »[بخاري، كتاب التهجد، باب الصلاة قبل المغرب : ۱۱۸۳۔ أبو داوٗد : ۱۲۸۱]

''نماز مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھو'' اور تیسری مرتبہ فرمایا: ''جس کا دل چاہے پڑھے۔''

⌘ عشاء سے پہلے وقت ہو تو نفل نماز پڑھنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ : لِمَنْ شَاءَ)) [بخاری، كتاب الأذان، باب بين كل أذانين صلاة لمن شاء : ٦٢٧۔ مسلم : ١٩٤٠]

''ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنی چاہیے، ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنی چاہیے'' پھر تیسری مرتبہ فرمایا: ''جو چاہے پڑھے۔''

سنن کے مسائل:

⌘ سنن دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى)) [أبو داؤد، كتاب صلاة التطوع، باب صلاة النهار : ١٢٩٥۔ نسائی : ١٦٦٦۔ ابن ماجه : ١٣٢٢۔ صحيح]

''رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو رکعات ہے۔''

⌘ ابو داؤد (۱۲۷۰) کی جس روایت میں چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھنے کا ذکر ہے اسے شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، لہٰذا سنن دو دو کر کے پڑھنا ہی افضل ہے۔

⌘ سنن گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ)) [بخاری، كتاب الأذان، باب صلاة الليل : ٧٣١۔ مسلم : ٧٨١]

''بلاشبہ آدمی کی افضل نماز گھر میں پڑھی جانے والی ہے، سوائے فرض نماز کے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد والی سنن کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ [ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الركعتين ...... الخ : ٤٣١]

فجر کی سنن کی فضیلت و اہمیت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو سنتیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے افضل ہیں۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر ......الخ : ٧٢٥]

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نفل نمازوں میں سب سے زیادہ اہتمام فجر کی سنن کا فرماتے تھے۔'' [بخاری، كتاب التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر ...... الخ : ١١٦٩۔ مسلم : ٧٢٤/٩٤]

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ (فجر کی) اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعات سنن (سفر اور حضر میں) کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔'' [بخاری، كتاب التهجد، باب المداومة على ركعتي الفجر : ١١٥٩]

فجر کی سنن پڑھنے کا طریقہ:

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے پہلے دو رکعات بالکل ہلکی پڑھتے تھے۔'' [بخاری، كتاب التهجد، باب ما يقرأ في ركعتي الفجر : ١١٧٠۔ مسلم : ٧٢٤/٩٢]

⌘ رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتے تھے۔ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر ......الخ : ٧٢٦]

فجر کی سنن کے بعد لیٹنا:

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی اکرم ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔'' [بخاری، كتاب التهجد، باب الضجعة على الشق الأيمن بعد ركعتي الفجر : ١١٦٠۔ مسلم : ١٧١٨]

جماعت کے دوران میں سنن پڑھنا:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ))[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع فى نافلة ...... الخ : ٧١٠، ٧١٢]

”جب نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں ہوتی۔“

یعنی جماعت کے دوران میں پڑھی گئی سنن مقبول نہیں ہوں گی۔

⌘ فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو بھی سنن نہیں پڑھنی چاہییں۔ مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے، جبکہ نماز کی اقامت ہو چکی تھی اور وہ ابھی فجر سے پہلے والی دو رکعات پڑھ رہا تھا، آپ ﷺ نے اسے کچھ کہا لیکن ہمیں علم نہ ہوا کہ کیا کہا ہے؟ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے اسے گھیر لیا اور پوچھا: ”رسول اللہ ﷺ نے تجھے کیا کہا تھا؟“ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی صبح کی چار رکعات پڑھنے لگ جائے۔“[مسند أحمد : ٥/٣٤٥، ح : ٢٢٩٩١۔ بخاری : ٦٦٣۔ مسلم : ٧١١]

⌘ سنتوں کے دوران میں جماعت کھڑی ہو جائے تو سنن چھوڑ دیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ صبح کی نماز کی اقامت ہو گئی اور ایک آدمی کھڑا فجر کی سنن پڑھ رہا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کے کپڑوں سے پکڑ کر کھینچا اور فرمایا: ”کیا تو صبح کی چار رکعات پڑھے گا۔“[مسند أحمد : ١/٢٣٨، ح : ٢١٣٠۔ حسن]

جماعت کھڑی ہوتی ہے اور بعض بھائی آ کر سنن ادا کرنے لگ جاتے ہیں کہ ان کے نزدیک سنن کی اہمیت ہے، لیکن فرض اور جماعت کی کوئی اہمیت ہی نہیں اور بعض اوقات ان کی رکعت بھی نکل جاتی ہے۔

فجر کی سنن کی قضا:

⌘ نماز فجر قضا ہو جائے، تب بھی پہلے سنتیں ادا کی جائیں، پھر فرض ادا کیے جائیں۔ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کی نماز فجر قضا ہو گئی کہ سورج طلوع ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے پہلے سنن پڑھیں، پھر فجر کی جماعت کروائی۔[مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ...... الخ : ٦٨١۔ بخاری : ٥٩٥]

⌘ اگر فجر کی سنتیں جماعت سے پہلے نہ پڑھ سکیں تو فرضوں کے بعد پڑھی جا سکتی ہیں۔ سیدنا قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور اقامت ہو گئی تھی تو میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، پھر جب نبی ﷺ نے نماز ختم کی تو مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھنے لگا ہوں تو فرمایا: ''اے قیس! کیا دو نمازیں اکٹھی پڑھنے لگے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھیں (وہ پڑھنے لگا ہوں)۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب کوئی حرج نہیں۔''[ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فیمن تفوتہ الرکعتان ...... الخ : ٤٢٢۔ أبوداوٗد : ١٢٦٧۔ صحیح]

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فجر کی جماعت کھڑی ہو جاتی تو سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔

⌘ اگر فجر کی سنتیں ادا کرنے کا وقت نہ ملے تو وہ طلوع آفتاب کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فجر کی سنن کی قضا طلوع آفتاب کے بعد ہی کی جا سکتی ہیں، طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا جائز نہیں اور وہ اس کی دلیل میں جو روایت پیش کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے، پھر وہ قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف بھی ہے۔

وہ دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں آئے، جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور انھوں نے ابھی تک فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں، تو وہ جماعت میں شامل ہو گئے، پھر وہ اپنی جگہ بیٹھے رہے، جب سورج طلوع ہو گیا تو انھوں نے فجر کی

سنتیں پڑھیں۔ لیکن یہ روایت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ فجر کی سنتیں قضا ہو جائیں تو طلوع آفتاب سے پہلے نہیں پڑھنی چاہییں، یا لازمی طور پر طلوع آفتاب کے بعد ادا کرنی چاہییں اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کھڑی ہو تو سنتیں ادا کرنا درست نہیں، بلکہ جماعت کے ساتھ شامل ہونا چاہیے، جبکہ ہمارے بھائی اس مسئلے پر عمل کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ روایتیں فجر کی قضا سنتیں طلوع آفتاب سے پہلے ادا کرنے کی مخالف نہیں ہیں، لہٰذا فجر کی سنتیں قضا ہونے کی صورت میں انھیں وقت ملتے ہی فوراً ادا کرنا چاہیے۔

فوت شدہ نمازوں کی قضا

⌘ ہر نماز اپنے وقت پر فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ [النساء : ۱۰۳]

''بلاشبہ نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر ادا کرنا فرض ہے۔''

⌘ لیکن اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی نماز رہ جائے تو اسے بعد میں ادا کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوۂ احزاب کے موقع پر جو نمازیں رہ گئی تھیں ان کی بعد میں قضائی دی تھی۔

⌘ قضا نماز کو جب ادا کرنے کا موقع ملے تو فوراً ادا کرنا چاہیے، مزید لیٹ نہیں کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے موقع پر فوت شدہ نمازوں کو وقت ملتے ہی فوراً ادا کیا۔

سونے یا بھولنے کی وجہ سے قضا نماز کا مسئلہ:

⌘ جو شخص نماز کے وقت سویا تھا، یا وہ نماز پڑھنا بھول گیا تو وہ جب بھی بیدار ہو، یا اسے جب بھی یاد آئے تو وہ اسی وقت نماز ادا کرے، اس کے لیے وہی وقت نماز کا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص سو جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ یاد آنے پر فوراً نماز ادا کر لے۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة ...... الخ : ۳۱۵/ ۶۸۴]

قضا نماز کی سنن کا مسئلہ:

⌘ نماز فجر قضا ہو جائے تو اس کے ساتھ سنن بھی ادا کریں۔ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز فجر قضا ہو گئی، تو طلوع آفتاب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پہلے سنن ادا کیں، پھر جماعت کروائی۔ [مسلم، كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة...... الخ : ٦٨١]

⌘ باقی نمازیں قضا ہونے پر ان کی سنن ادا کرنا جائز ہے، ضروری نہیں۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر فوت شدہ نمازوں کی سنن ادا کرنے کا ذکر کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔

نمازیں جمع کرنے میں ترتیب:

⌘ جب نمازیں جمع کریں تو انھیں ترتیب سے پڑھیں، کیونکہ جنگ خندق میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی تو آپ نے پہلے عصر کی نماز پڑھی، پھر مغرب پڑھی۔ [مسلم، كتاب المساجد، باب الدليل لمن قال الصلوة الوسطىٰ هي صلوة العصر : ٦٣١ ـ بخاری : ٩٤٥]

⌘ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قضا نمازوں میں ترتیب ضروری نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا مجرد فعل وجوب کی دلیل نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ نمازیں ترتیب سے ہٹ کر ادا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، لہٰذا خیر اسی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے نمازوں کو ترتیب ہی سے ادا کیا جائے۔

قضائے عمری کا مسئلہ:

ایک شخص نے سستی کی وجہ سے کئی سال تک نماز ادا نہیں کی، پھر ہدایت ملنے پر اس نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اب پچھلے برسوں میں ترک کی ہوئی نمازوں کی قضا کو ''قضائے عمری'' کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ توبہ کرنے والے شخص کو چھوڑی ہوئی تمام نمازوں کی قضا کرنی چاہیے اور وہ اس کا طریقہ یہ بتاتے ہیں کہ ایسا شخص ہر نماز کے ساتھ

اسی وقت کی ایک قضا نماز ادا کرے، چونکہ وقت تھوڑا ہوتا ہے، لہٰذا صرف فرض ادا کرے، سنن ونوافل چھوڑ دے۔ اسی طرح عورت اپنے حیض اور نفاس کے ایام کا حساب لگا کر اتنے دن علیحدہ کر لے اور باقی ایام کی قضا کرے۔

قضائے عمری کا دوسرا طریقہ جو بہت زیادہ آسان ہے اور صوبہ سرحد میں رائج ہے، وہ یہ کہ رمضان کے آخری جمعہ کی نماز کے بعد سابقہ فجر کی چھوڑی ہوئی تمام نمازوں کی طرف سے ایک فجر پڑھ لو، ظہر کی چھوڑی ہوئی تمام نمازوں کی طرف سے ایک نماز ظہر پڑھ لو، اسی طرح دیگر نمازیں بھی، یعنی تمام چھوڑی ہوئی نمازوں کی طرف سے پانچ نمازیں پڑھ لو، تمام کی قضا ہو جائے گی۔

شریعت اسلامیہ میں قضائے عمری کا تصور تک نہیں ہے، جبکہ اس کے برعکس ہمیں دلائل ملتے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''پھر ان (انبیائے کرام) کے بعد نالائق لوگ ان کے جانشین بنے، جنھوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے، وہ عنقریب گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہ ہو گی۔''
>
> [مریم : ٥٩، ٦٠]

اس آیت میں نماز ضائع کرنے والوں کے جنت میں داخلے کے لیے سابقہ کوتاہیوں سے توبہ اور ایمان وعمل کی اصلاح کو ضروری قرار دیا گیا ہے، سابقہ نمازیں دہرانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کے علاوہ شریعت اسلامیہ نے حیض اور نفاس والی عورت کو ایام حیض ونفاس میں چھوڑی ہوئی نمازیں معاف کر دی ہیں، کیونکہ ان نمازوں کی ادائی مشکل تھی، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ شریعت تیس پینتیس نمازیں تو چھوڑ دے لیکن تیس پینتیس برس کی نمازوں کی قضا کا حکم دے۔ یہ اصول کے خلاف ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جب باقاعدہ نماز شروع کرے تو اسے پہلے ترک کی ہوئی نمازوں کی توبہ کرنی چاہیے، پہلی نمازیں ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

مریض اور معذور کی نماز

مریض اور معذور کی نماز:

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ﴾ [التغابن : ١٦]

''جس قدر تم میں طاقت ہو اسی قدر اللہ سے ڈرو، اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت کرو۔''

⌘ مریض اور معذور جس طرح آسانی سے نماز ادا کر سکتا ہو، اسی طرح نماز ادا کرے۔

عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّهٗ كَانَ يَرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ اِذَا جَلَسَ ...... فَقَالَ اِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِيْ)) [بخاری، کتاب الأذان، باب سنة الجلوس فی التشهد : ٨٢٧]

''انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہیں (تو وجہ بتاتے ہوئے) فرمانے لگے: ''یہ اس لیے کہ میری ٹانگیں میرا بوجھ نہیں اٹھاتیں۔''

اس سے ثابت ہوا کہ معذور آدمی کو جیسے سہولت ہو اسی طرح نماز پڑھنا جائز ہے۔

⌘ ممکن ہو تو کھڑے ہو کر نماز ادا کرے، ورنہ بیٹھ کر، بیٹھنے کی بھی استطاعت نہیں تو لیٹ کر محض سر کے اشارے سے نماز ادا کر لے۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب إذا لم يطق قاعدا صلى على جنب : ١١١٧]

⌘ جس ہیئت میں بآسانی بیٹھ سکتا ہے اسی طرح بیٹھے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ اسی طرح کرسی وغیرہ پر بھی بیٹھ سکتا ہے۔

⌘ بیٹھے ہوئے آدمی میں کھڑے ہونے کی طاقت پیدا ہوگئی تو کھڑا ہو جائے اور لیٹے ہوئے میں بیٹھنے کی طاقت آ گئی تو وہ بیٹھ جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز شروع کرتے، جب قراءت میں سے تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر ان کی قراءت کرتے، پھر رکوع اور سجدہ کرتے۔'' [بخاری، کتاب التقصیر، باب إذا صلی قاعدا ...... الخ : ۱۱۱۹۔ مسلم : ۱۱۲/ ۷۳۱]

⌘ کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھڑا ہونا جائز ہے۔ [أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یعتمد فی الصلاۃ علی عصا : ۹۴۸۔صحیح]

⌘ رکوع یا سجدہ میں پوری طرح جھک نہ سکے تو جس قدر ممکن ہو جھکے اور سجدہ میں رکوع کی نسبت زیادہ جھکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کو تکیہ پر سجدہ کرتے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا:

''اگر تجھ میں طاقت ہے تو زمین پر نماز پڑھ، ورنہ اشارے سے پڑھ لے اور سجدہ میں رکوع کی نسبت زیادہ جھک۔'' [السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلوۃ، باب الإیماء بالرکوع والسجود إذا عجز عنهما : ۳۰۶/۲، ح : ۳٦٦۹]

⌘ جو شخص جماعت میں حاضر ہونے سے معذور ہو وہ گھر میں نماز ادا کر سکتا ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی تھے۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب صلاۃ القاعد : ۱۱۱۳۔ مسلم : ٤۱۲]

نمازِ جمعہ کا بیان

یوم جمعہ کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيْهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ))

[مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة : ١٨/٨٥٤]

''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے، اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔''

⌘ جمعہ مسلمانوں کے لیے عید ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے جمعہ والے دن عید آنے پر فرمایا:

((عِيْدَانِ اجْتَمَعَا فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ)) [أبو داؤد، كتاب الجمعة، باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد : ١٠٧٢۔ صحيح]

''بلاشبہ ایک دن میں دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَيِّدُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ)) [مستدرك حاكم : ٢٧٧/١، ح : ١٠٢٦۔ إسناده حسن لذاته، ابن أبي الزناد صدوق، حسن الحديث]

''جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔''

جمعہ کے دن قبولیت دعا کی گھڑی:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا یُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ یَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ)) [بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء فی الساعة التی فی یوم الجمعة : ٦٤٠٠۔ مسلم : ٨٥٢/١٤]

"جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسے حالت نماز میں پالے تو اس میں وہ جو بھی اللہ سے دعائے خیر کرے گا، وہ پوری ہوگی۔"

⌘ اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((هِیَ مَا بَیْنَ اَنْ یَجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تُقْضَی الصَّلَاةُ))

[مسلم، کتاب الجمعة، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة : ٨٥٣]

"دعا کی قبولیت کا یہ وقت امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے نماز کے اختتام تک ہوتا ہے۔"

اس گھڑی سے متعلق دو احادیث اور بھی ہیں، ابن ماجہ (۱۱۳۹) اور مسند احمد (۴۵۱/۵، ح: ۲۳۸۴۳) کی صحیح حدیث میں ہے: ((هِیَ آخِرُ سَاعَاتِ النَّهَارِ)) "یہ دن کی آخری گھڑی ہے۔" اور ابو داؤد (۱۰۴۸) کی صحیح حدیث میں ہے: ((فَالْتَمِسُوْهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ)) "اسے عصر کے بعد کی آخری گھڑی میں تلاش کرو۔" تو ان مختلف احادیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ گھڑی زوال آفتاب سے لے کر غروب آفتاب کی گھڑیوں میں سے کوئی گھڑی ہے۔ (واللہ اعلم)

نماز جمعہ کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَصَلّٰی مَا قُدِّرَ لَهٗ، ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَعَهٗ، غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی،

وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ »[مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة : ٨٥٧]
''جو شخص غسل کرے، پھر جمعہ کے لیے آئے اور توفیق کے مطابق نماز پڑھے، پھر خطبہ ختم ہونے تک خاموش رہے، پھر امام کے ساتھ نماز ادا کرے، تو اس کے گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک کے اور مزید تین دنوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشَى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ، فَاسْتَمَعَ، وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ، اَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا »[أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب في الغسل للجمعة : ٣٤٥ ـ ترمذى : ٤٩٦ ـ ابن ماجه : ١٠٨٧ ـ صحيح]
''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور خوب اچھی طرح غسل کرے، پھر وہ جلدی مسجد جائے، پیدل چلے اور سوار نہ ہو، امام کے نزدیک بیٹھے، دل جمعی سے خطبہ سنے اور کوئی بے ہودہ کام نہ کرے، تو اسے ہر قدم پر ایک سال کے روزوں کا اور اس کی راتوں کے قیام کا ثواب ہوگا۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کرے، پھر مسجد کی طرف جائے، تو گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا، پھر جو دوسری گھڑی میں جائے تو اس نے گویا گائے صدقہ دی، جو تیسری گھڑی میں جائے تو اس نے گویا سینگوں والا مینڈھا صدقہ کیا، جو چوتھی گھڑی میں جائے تو اس نے گویا ایک مرغی صدقہ دی اور جو پانچویں گھڑی میں جائے تو اس نے گویا ایک انڈہ صدقہ کیا، پھر جب امام منبر پر آ جائے تو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر کے مسجد میں آ کر خطبہ سننے لگتے ہیں۔'' [بخاری، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة : ٨٨١، ٩٢٩ ـ مسلم : ٨٥٠]

نماز جمعہ کی فرضیت:

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الجمعة : ٩]

''اے اہل ایمان! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (خطبہ و نماز) کی طرف دوڑ پڑو اور کاروبار چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

⌘ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحُ الْجُمُعَةِ))[أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب في الغسل للجمعة : ٣٤٢۔ صحيح]

''ہر بالغ شخص پر جمعہ کے لیے جانا فرض ہے۔''

فرضیتِ جمعہ سے مستثنیٰ لوگ:

⌘ غلام، عورت، بچے اور مریض پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً، عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَرِيْضٌ))[أبو داوٗد، كتاب الجمعة، باب الجمعة للمملوك والمرأة : ١٠٦٧۔ صحيح۔ مستدرك حاكم : ٢٨٨/١، ح : ١٠٦٢]

''ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ ادا کرے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، غلام، عورت، بچہ اور مریض۔''

⌘ مندرجہ بالا تمام لوگوں کو جمعہ پڑھنے کی اجازت ہے، بلکہ اگر ان کے لیے جمعہ ادا کرنا ممکن ہو تو انھیں جمعہ ادا کرنا چاہیے، تاکہ ان کی بھی تربیت ہو۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں یہ سب لوگ جمعہ میں حاضر ہوتے تھے۔

⌘ جمعہ میں عورتوں کے جانے کی وہی شرائط ہیں جو عام نماز کے لیے مسجد میں جانے کی ہیں۔

⌘ نماز جمعہ کے ساتھ ظہر احتیاطی پڑھنے کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا، یہ ناجائز ہے۔

جمعہ کی رخصت:

⌘ مندرجہ ذیل حالتوں میں جمعہ چھوڑنے کی رخصت ہے:

① حالت سفر میں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوران حج میں میدان عرفات میں جمعہ ادا نہیں کیا، بلکہ نماز ظہر پڑھی تھی۔[مسلم، كتاب الحج، باب حج النبي ﷺ : ١٢١٨]

② خوف کی حالت میں۔[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة : ٥٥١]

③ بارش کی وجہ سے مسجد میں جانا مشکل ہو۔[بخاري، كتاب الجمعة، باب الرخصة إن لم يحضر الجمعة في المطر : ٩٠١۔ مسلم : ٦٩٩]

④ عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو عید پڑھنے والوں کے لیے جمعہ کی رخصت ہے۔ البتہ امام کو جمعہ پڑھانا چاہیے، تاکہ جو جمعہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ محروم نہ رہ جائیں۔ [أبو داوٗد، كتاب الجمعة، باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد : ١٠٧٠۔ نسائي : ١٥٩٢۔ صحيح]

⌘ جو لوگ نماز جمعہ میں شریک نہ ہو سکیں، انھیں نماز ظہر ادا کرنی چاہیے۔

شرعی عذر کے بغیر جمعہ ترک کرنا:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ »[مسلم، كتاب الجمعة، باب التغليظ في ترك الجمعة : ٨٦٥]

”لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافل ہو جائیں گے۔“

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ»[أبوداوٗد، کتاب الجمعة، باب التشديد فی ترك الجمعة: ١٠٥٢۔ ترمذی : ٥٠٠۔ نسائی : ١٣٧٠۔ ابن ماجه : ١١٢٥۔ صحيح]

''جس شخص نے محض سستی کی وجہ سے تین جمعے چھوڑ دیے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ » [مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد فی...... الخ : ٦٥٢]

''یقیناً میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر جا کر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو بلا عذر جمعہ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔''

جمعہ کے دن نماز فجر کی قراءت:

⌘ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔'' [بخاری، كتاب الجمعة، باب ما يقرأ فی صلاة الفجر يوم الجمعة : ٨٩١۔ مسلم : ٨٨٠]

جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهٗ مِنَ النُّوْرِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ »[مستدرك حاكم : ٢/٣٦٨، ح : ٣٣٩٢۔ إرواء الغليل : ٦٢٦۔ صحيح]

''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف تلاوت کرے، تو اسے آئندہ جمعہ تک نور میں سے روشنی نصیب ہوگی۔''

یوم جمعہ کے ممنوعات:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ »[بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعة...... الخ : ۱۹۸۵۔ مسلم : ۱۱۴۴]

”تم میں سے کوئی جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے، ہاں اگر وہ اس سے پہلے دن کا، یا بعد والے دن کا روزہ ساتھ ملا لے (تو پھر ٹھیک ہے)۔“

⌘ جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے خاص نہیں کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنَ اللَّيَالِيْ »[مسلم، کتاب الصیام، باب کراھة إفراد یوم ...... الخ : ۱۴۸/۱۱۴۴]

”جمعہ کی رات کو قیام کے لیے مخصوص نہ کرو۔“

نماز جمعہ کہاں ادا ہو سکتی ہے؟:

⌘ نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے کوئی شرط نہیں، بس استطاعت رکھنے والے مسلمانوں پر جمعہ ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تخصیص کے فرمایا:

”اے اہل ایمان! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (خطبہ و نماز) کی طرف دوڑ پڑو اور کاروبار چھوڑ دو۔“ [الجمعة : ۹]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے بھی کسی شرط کا ذکر کیے بغیر فرمایا:

« عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحُ الْجُمُعَةِ »[أبو داؤد، کتاب الطھارة، باب فی الغسل للجمعة : ۳۴۲۔ صحیح]

”ہر بالغ شخص پر نماز جمعہ کے لیے جانا فرض ہے۔“

بعض لوگوں نے نماز جمعہ کے لیے کئی شرائط لگا رکھی ہیں، مثلاً اسلامی حکومت ہو، شہر ہو، کم سے کم چالیس آدمی جمعہ پڑھنے والے ہوں۔ اگر ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو گی تو نماز جمعہ نہیں ہو گا۔ یہ تمام شرائط خودساختہ ہیں، ان کا کتاب و سنت سے کوئی تعلق نہیں

ہے، بلکہ یہ شرعی دلائل کے خلاف ہیں۔آیئے ! ہم ان شرائط کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

① کافر ممالک میں جمعہ:

جمعہ کے انعقاد کے لیے اسلامی حکومت کا ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ جمعہ ہر اس جگہ ہوسکتا ہے جہاں مسلمان موجود ہوں اور جمعہ پڑھنے کی استطاعت رکھتے ہوں، خواہ وہ اسلامی ملک ہو یا غیر اسلامی۔ مندرجہ ذیل روایات اس بات پر شاہد ہیں:

① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پہلے (مکہ میں) جمعہ پڑھنے کی اجازت دی گئی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (کفار کی شدید مخالفت کی وجہ سے) مکہ میں جمعہ کی ادائیگی ممکن نہ تھی، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو، جو مدینہ میں نمائندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، خط لکھ (کر جمعہ ادا کرنے کا حکم) دیا، تو سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں جمعہ کا آغاز کر دیا'' [إرواء الغليل : ٦٨/٣، تحت الحديث : ٦٠١- حسن]

② مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر بستی بنی بیاضہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل ہی سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ شروع کر دیا تھا۔ [ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب في فرض الجمعة : ١٠٨٢- أبو داؤد : ١٠٦٩- حسن- المنتقى : ٢٥٤/١، ٢٥٥، ح : ٢٩١- مستدرك حاكم : ٢٨٠/١، ٢٨١، ح : ١٠٣٨]

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ بنو سالم کی بستی میں پڑھایا تھا۔ [أخبار المدينة النبوية : ٦٨/١]

مندرجہ بالا تینوں روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے اسلامی حکومت کی موجودگی لازمی نہیں، کیونکہ اس وقت مدینہ میں اسلامی حکومت کے ابتدائی خدوخال بھی نہیں تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مکہ میں اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ ادا نہیں کیا گیا، تو اس کا جواب حدیث میں موجود ہے کہ مکہ میں جمعہ ادا نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی قوت و استطاعت نہ تھی، نہ کہ اس کی وجہ اسلامی حکومت کا عدم قیام تھی۔

④ دیہات وغیرہ میں جمعہ:

جمعہ کے انعقاد کے لیے شہر کا ہونا شرط نہیں، بلکہ جمعہ ہر اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں مسلمان موجود ہوں اور جمعہ پڑھنے کی استطاعت رکھتے ہوں، خواہ وہ شہر ہو یا چند گھروں پر مشتمل بستی ہو۔ بنی بیاضہ اور بنو سالم میں جمعہ کا ذکر گزر چکا، مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

① مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلے بحرین کے گاؤں "جواثی" میں مسجد عبد القیس میں جمعہ شروع ہوا۔ [بخاری، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرىٰ و المدن : ۸۹۲، ۴۳۷۱۔ أبو داؤد : ۱۰۶۸]

② رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی بنیاد پر رزیق بن حکیم رضی اللہ عنہ نے ابن شہاب کو اپنے کھیت میں کام کرنے والے ملازموں کو جمعہ پڑھانے کا حکم دیا۔ [بخاری، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرىٰ والمدن : ۸۹۳]

③ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بحرین سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر جمعہ کے متعلق پوچھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((جَمِّعُوا حَيْثُمَا كُنْتُمْ)) [مصنف ابن أبي شيبة : ۱/۴۴۰، ح : ۵۰۶۸۔ علامہ الالبانی نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

"تم جہاں کہیں بھی رہ رہے ہو، وہیں جمعہ پڑھو۔"

④ ثقہ و متقن محدث امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہر شہر اور گاؤں کہ جہاں نماز کی جماعت ہو، وہاں کے رہنے والوں کو جمعہ کا حکم دیا گیا اور اہل شہر اور اس کے ساحلی علاقوں کے لوگ سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں جمعہ پڑھا کرتے تھے اور (شہر اور ساحلی دیہات) دونوں جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔" [السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۳/۲۵۴، ح : ۵۶۱۲]

لہٰذا مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ دیہات و کھیت وغیرہ جس جگہ بھی مسلمان ہوں اور وہ جمعہ پڑھ سکتے ہوں تو انھیں جمعہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس بعض لوگوں کا

نظریہ ہے کہ دیہاتوں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں، جمعہ کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے اور ان کے نزدیک شہر وہ ہے کہ جس کی بڑی مسجد میں وہ سب لوگ نہ سما سکیں جن پر جمعہ واجب ہو، اگرچہ فعلاً وہ مسجد نہ آئیں۔[الفقه على المذاهب الأربعة : ۱/ ۳۷۹]

ان کی دلیل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے:

((لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ))[عبد الرزاق: ٥١٧٥۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۱/ ٤٣٩، ح : ٥٠٥٩]

''جمعہ اور عید صرف شہر میں ہو سکتے ہیں۔''

یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جو سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کے مخالف ہے، بلکہ مذکورہ مرفوع روایات کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا مرفوع روایات کے مقابلے میں کیونکر اسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ ان دلائل کے نا درست ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ ان دلائل کو ماننے والے آج خود دیہاتوں میں جمعہ پڑھا رہے ہیں۔

③ میدان میں جمعہ:

⌘ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد کا ہونا ضروری نہیں ہے، کسی بھی ایسی جگہ نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے جہاں لوگ جمع ہو سکتے ہوں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ بنو سالم کی بستی میں پڑھایا تھا۔[أخبار المدينة النبوية : ۱/ ٦٨]

④ بحری جہاز میں جمعہ:

⌘ مسافر ہونے کی بنا پر بحری جہاز والوں کے لیے جمعہ ضروری نہیں ہے، لیکن اگر وہ جمعہ ادا کرنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں، اس لیے کہ اگر وہاں دیگر نمازیں ادا ہو سکتی ہیں تو جمعہ بھی ادا ہو سکتا ہے۔

⑤ فوجی چھاؤنیوں میں جمعہ:

⌘ فوجی چھاؤنیوں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ (۹) میں تمام مسلمانوں کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں چند لوگوں (عورت، بچے، غلام، مریض) کو جمعہ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، اس میں فوجی چھاؤنیوں کا ذکر نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے جمعہ کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ جمعہ ایسی جگہ ہوسکتا ہے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت ہو۔ یہ شرط قرآن وسنت میں کہیں موجود نہیں ہے، لہٰذا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

⑥ نماز جمعہ کے لیے نمازیوں کی تعداد:

بعض علماء نے جمعہ کے انعقاد کے لیے نمازیوں کی تعداد کا تعین کیا ہے، پھر ان کا آپس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض چالیس کی شرط لگاتے ہیں، بعض بارہ اور بعض کے نزدیک تین اور بعض کے نزدیک ایک مقتدی کا ہونا ضروری ہے۔ علامہ الالبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جمعہ کے انعقاد کے لیے قرآن وسنت نے کوئی عدد متعین نہیں کیا۔ اگر کسی حدیث میں عدد کی شرط عائد کی گئی ہے تو وہ ضعیف ہے۔'' [إرواء الغليل : ٦٩/٣]

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جمعہ عام نماز کی طرح ہے، جس طرح عام نماز کے لیے تعداد کی شرط نہیں اسی طرح جمعہ کے لیے بھی کوئی شرط نہیں۔ بس خطبہ دینے والا اور سننے والا موجود ہو تو جمعہ منعقد ہو جائے گا۔'' [نيل الأوطار : ٢٧٦/٣، بعد الحديث : ١١٨٨]

⑦ خطبہ جمعہ کے لیے حاکم وقت کا ہونا:

⌘ بعض لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ حاکم وقت پڑھائے، یا اس کا مقرر کردہ خطیب ہو، یا اس نے اجازت دی ہو۔ یہ شرط بھی قرآن وسنت سے ثابت نہیں اور جو لوگ یہ شرط لگاتے ہیں آج وہ خود اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔

نماز جمعہ کا وقت:

- سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ، وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ» [بخاری، کتاب الجمعة، باب إذا اشتد الحر يوم الجمعة : ٩٠٦]

''اگر سردی زیادہ پڑتی تو رسول اللہ ﷺ جمعہ جلدی پڑھا دیتے لیکن جب گرمی زیادہ ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے۔''

- سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ»
[مسلم، كتاب الجمعة، باب صلاة الجمعة حين تزول الشمس : ٨٥٩]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زوال شمس ہوتے ہی جمعہ ادا کرتے تھے۔''

- اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھتے، پھر واپس جاتے تو دیواروں کا سایہ اتنا نہیں ہوتا تھا کہ ہم اس میں آرام کر سکتے۔''
[بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الحديبية: ٤١٦٨ - مسلم : ٨٦٠/٣٢]

جمعہ کی اذان کا مسئلہ:

- دور نبوت میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَأُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ» [بخاری، کتاب الجمعة، باب التأذين عند الخطبة : ٩١٦]

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں جمعہ کے

دن جمعہ کی پہلی اذان (اور دوسری اذان اقامت ہے) اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا، پھر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں جب مدینہ کی آبادی بڑھ گئی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے (جمعہ کی اذان سے پہلے) مقام زوراء میں ایک اذان دی جانے لگی اور بعد میں یہی دستور جاری رہا۔"

اس اذان کا مقصد لوگوں کو متنبہ کرنا تھا کہ جمعہ کا وقت قریب آ گیا ہے، تاکہ لوگ اپنے کاروبار سمیٹ لیں اور تیار ہو جائیں۔ اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک انتظامی معاملہ تھا، اگر آج بھی ایسی صورت بن جاتی ہے تو ایک اذان مسجد سے باہر کسی جگہ دی جا سکتی ہے، لیکن مسجد ہی میں دو اذانوں سے بچنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

جمعہ کے آداب

جمعہ کے لیے طہارت:

- جو شخص جمعہ پڑھنے کے لیے جائے اسے غسل کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ »[بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة...... الخ : ۸۷۷۔ مسلم : ۸٤٤]

”جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔“

- بوجہ مجبوری کوئی شخص غسل کی بجائے صرف وضو کر لے تو بھی جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَوَضَّأَ فَبِهَا وَنِعْمَتْ ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ»

[أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب في الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة : ۳٥٤۔ ترمذی : ٤۹۷۔ نسائی : ۱۳۸۱۔ حسن]

”جو شخص (جمعہ کے دن) وضو کرے تو یہ صحیح اور اچھا ہے اور جو غسل کرے تو یہ افضل ہے۔“

- محض سستی کی وجہ سے جمعہ کا غسل ترک نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا اور اسے افضل قرار دیا ہے۔
- مسواک کرنی چاہیے اور خوشبو میسر ہو تو لگانی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَ اَنْ يَسْتَنَّ، وَاَنْ

يَمَسَّ طِيبًا إِنْ وَجَدَ »[بخاري، كتاب الجمعة، باب الطيب للجمعة : ٨٨٠۔ مسلم : ٨٤٦]

''جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور اگر خوشبو میسر ہو تو لگائے۔''

⌘ جمعہ کے روز خوبصورت لباس پہننا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر ممکن ہو تو جمعہ کے لیے اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے (یعنی ایک سوٹ) اور بنا رکھنے میں کیا حرج ہے؟'' [أبو داؤد، كتاب الجمعة، باب اللبس للجمعة : ١٠٧٨۔ ابن ماجه : ١٠٩٥، ١٠٩٦۔ صحيح]

مسجد کی طرف جانے کے آداب:

⌘ یہ ''مسجد کی طرف جانے کے آداب'' اور ''جماعت کی طرف جانے کے آداب'' کے عناوین کے تحت مسجد اور جماعت کے ابواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسجد میں بیٹھنے کے آداب:

⌘ مسجد میں بیٹھنے کے آداب اسی عنوان کے تحت ''مساجد کا بیان'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

جمعہ کے لیے جلدی اور پیدل جانا:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور خوب اچھی طرح غسل کرے، جلدی مسجد جائے، پیدل چلے اور سوار نہ ہو، امام کے نزدیک بیٹھے، دل جمعی سے خطبہ سنے اور کوئی بے ہودہ کام نہ کرے، تو اسے ہر قدم پر ایک سال کے روزوں کا اور اس کی راتوں کے قیام کا ثواب ہو گا۔'' [أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب في الغسل للجمعة : ٣٤٥۔ ترمذي: ٤٩٦۔ نسائي : ١٣٩٩۔ ابن ماجه : ١٠٨٧۔ صحيح]

امام کے قریب بیٹھنے کا ثواب:

⌘ جس قدر ممکن ہو امام کے قریب بیٹھنا چاہیے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں مذکور

ہے۔مزید آپ ﷺ نے فرمایا:

« تَقَدَّمُوْا فَأْتَمُّوْا بِیْ، وَلْیَأْتَمَّ بِکُمْ مَنْ بَعْدَکُمْ، لَا یَزَالُ قَوْمٌ یَتَأَخَّرُوْنَ حَتّٰی یُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِی النَّارِ »[مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف ...... الخ : ٤٣٨۔ أبو داؤد : ٦٧٩۔ صحیح]

''آگے آ کر میرے قریب بیٹھا کرو اور جو لوگ تمھارے بعد آئیں وہ تمھارے قریب بیٹھیں، جو لوگ پچھلی صفوں میں رہنا پسند کرتے ہیں، اللہ انھیں (ہر معاملے میں) پیچھے کر دے گا، حتیٰ کہ جہنم سے نکالنے میں بھی۔''

خطبہ کے دوران میں تحیۃ المسجد ادا کرنا:

⌘ خطبہ شروع ہو تو بھی تحیۃ المسجد ادا کر کے بیٹھنا چاہیے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''اے سلیک! کھڑا ہو اور مختصر سی دو رکعات ادا کر۔'' پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم جمعہ کے روز آؤ اور امام خطبہ دے رہا ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) لازمی طور پر مختصر سی دو رکعات ادا کیا کرو۔''[مسلم، کتاب الجمعة، باب التحیة و الإمام یخطب : ٥٩/٨٧٥]

⌘ بعض لوگ خطبہ شروع ہو جائے تو دو رکعات (تحیۃ المسجد) نہیں پڑھتے، وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: ''جب امام منبر پر چڑھ جائے تو نماز جائز ہے نہ بات چیت۔'' لیکن یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔[موضوع اور منکر روایات : ٣٩]

خطبہ سننے کے آداب:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أَتَی الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ، وَ زِیَادَةُ ثَلَاثَةِ أَیَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰی

فَقَدْ لَغَا ﴾[مسلم، کتاب الجمعة، باب فضل من استمع و أنصت فی الخطبة : ٢٧/ ٨٥٧]

''جو شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر جمعہ کے لیے آئے، غور سے خطبہ سنے اور خاموش رہے، تو اس کے اگلے جمعہ تک کے اور مزید تین دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو کنکری (یا تنکے) وغیرہ سے کھیلا اس نے فضول کام کیا۔''

⌘ دوران خطبہ میں بولنے والے کو زبان سے خاموش کروانا بھی لغو (لا یعنی) کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ))

[بخاری، کتاب الجمعة، باب إنصات یوم الجمعة : ٩٣٤۔ مسلم : ٨٥١]

''خطبہ جمعہ کے دوران میں اگر تو نے اپنے ساتھی سے کہا ''خاموش ہو جا!'' تو تو نے بھی لغو کام کیا۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَغَا وَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهٗ ظُهْرًا))[أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب فی الغسل للجمعة : ٣٤٧۔ حسن]

''جس نے لغو کام کیا یا لوگوں کی گردنیں پھلانگیں، اسے صرف نماز ظہر کا ثواب ملے گا (جمعہ کے ثواب سے محروم رہے گا)۔''

⌘ جب خطبہ شروع ہو جائے تو نماز اور تلاوت ختم کر دینی چاہیے۔

⌘ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ خطبہ کے دوران میں نعرے بازی ہوتی ہے، یہ خطبہ کے منافی ہے۔

⌘ بعض لوگ خطبہ کے دوران میں آتے ہیں اور ساتھ والے سے خیر خیریت دریافت کرنے لگتے ہیں، یہ خطبہ کے منافی ہے۔

⌘ بعض لوگ خطبہ کے دوران میں مسواک کرنے لگتے ہیں۔ یہ بھی خطبہ کے منافی ہے۔

⌘ خطبہ کے دوران میں گوٹھ مار کر بیٹھنا منع ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے خطبہ کے دوران میں رانوں کو پیٹ سے جوڑ کر اور بازوؤں سے گھٹنے پکڑ کر

بیٹھنے سے منع فرمایا۔'' [ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء في كراهية الاحتباء والإمام يخطب : ٥١٤ـ حسن]

✽ سامعین کو خطیب کی طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہیے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ » [مسند أحمد : ٢١/٣، ح : ١١١٧٤]

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔''

خطیب سے بات کرنا جائز ہے:

✽ خطبہ کے دوران میں کسی ضرورت سے مقتدی امام سے مخاطب ہو سکتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هَلَكَ الْكُرَاعُ وَهَلَكَ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا، فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا »[بخاری، کتاب الجمعة، باب رفع اليدين في الخطبة : ٩٣٢ـ مسلم : ٨٩٧]

''نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: ''اے اللہ کے رسول ! گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہو گئیں، آپ اللہ سے بارش کی دعا کریں۔'' تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔''

خطبہ دینے کے آداب

جمعہ کے دو خطبے:

✽ جمعہ کے دو خطبے ہوتے ہیں، دونوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا چاہیے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا))[مسلم، كتاب الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيها من الجلسة : ٨٦٢]

''نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔''

خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے:

✽ خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے۔ ایک مرتبہ دوران خطبہ میں شام سے تاجروں کا ایک قافلہ آیا تو لوگ اس کی طرف چلے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ﴾ [الجمعة : ١١]

[مسلم، كتاب الجمعة، باب في قوله تعالى...... الخ ٨٦٣]

''جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو ادھر بھاگ گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔''

✽ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَجْلِسُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا، فَمَنْ نَبَّأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ

كَذَبَ، فَقَدْ وَاللّٰهِ ! صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلَاةٍ »[مسلم، كتاب الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيهما من الجلسة : ٨٦٢/٣٥]

''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ (جمعہ) دیتے تھے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے، لہٰذا جو شخص تجھے یہ کہے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ جمعہ دیتے تھے، تو بلاشبہ اس نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم ! میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں ادا کی ہیں۔''

⌘ شرعی عذر کے بغیر بیٹھ کر خطبہ دینا جائز نہیں۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر خطبہ دینے والے کے متعلق فرمایا:

« أُنْظُرُوا إِلَى هٰذَا الْخَبِيثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا »[مسلم، كتاب الجمعة، باب في قول الله تعالى ...... الخ : ٨٦٤]

''اس خبیث کو دیکھو، بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔''

⌘ جمعہ و عیدین کے علاوہ عام وعظ بیٹھ کر کرنا جائز ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیٹھ کر ہمیں خطبہ دیا اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔'' [بخاری، كتاب الجمعة، باب استقبال الناس الإمام إذا خطب : ٩٢١۔ مسلم : ١٠٥١/١٢٣]

⌘ منبر بننے کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔[بخاری : ٩١٩]

خطبہ کے دوران میں ٹیک لگانا:

⌘ خطبہ میں عصا و لاٹھی وغیرہ پر ٹیک لگانا مسنون ہے۔ سیدنا حکم بن حزن الکلفی فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی دن رہے، اس دوران میں جمعہ کے لیے بھی حاضر ہوئے، آپ ﷺ (خطبہ کے لیے) لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے کھڑے ہوئے''

[أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الرجل يخطب على القوس : ١٠٩٦۔ حسن]

كَذَبَ، فَقَدْ وَاللّٰهِ ! صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلَاةٍ))[مسلم، کتاب الجمعة، باب ذکر الخطبتين قبل الصلاة وما فيها من الجلسة : ٨٦٢/٣٥]

''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ (جمعہ) دیتے تھے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے، لہٰذا جو شخص تجھے یہ کہے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ جمعہ دیتے تھے، تو بلاشبہ اس نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں ادا کی ہیں۔''

⌘ شرعی عذر کے بغیر بیٹھ کر خطبہ دینا جائز نہیں۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر خطبہ دینے والے کے متعلق فرمایا:

((أُنْظُرُوا إِلَى هٰذَا الْخَبِيثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا))[مسلم، کتاب الجمعة، باب فی قول الله تعالٰی ...... الخ : ٨٦٤]

''اس خبیث کو دیکھو، بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔''

⌘ جمعہ وعیدین کے علاوہ عام وعظ بیٹھ کر کرنا جائز ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیٹھ کر ہمیں خطبہ دیا اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔'' [بخاری، کتاب الجمعة، باب استقبال الناس الإمام إذا خطب : ٩٢١۔ مسلم : ١٠٥١/١٢٣]

⌘ منبر بننے کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔[بخاری : ٩١٩]

خطبہ کے دوران میں ٹیک لگانا:

⌘ خطبہ میں عصا و لاٹھی وغیرہ پر ٹیک لگانا مسنون ہے۔ سیدنا حکم بن حزن الکلفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی دن رہے، اس دوران میں جمعہ کے لیے بھی حاضر ہوئے، آپ ﷺ (خطبہ کے لیے) لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے کھڑے ہوئے۔''
[أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب الرجل يخطب على القوس : ١٠٩٦۔ حسن]

خطیب کے اوصاف:

⌘ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور آپ جوش میں آ جاتے تھے۔ گویا رسول اللہ ﷺ ہمیں کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہیں جو صبح یا شام ہم پر حملہ کرنے والا ہے۔'' [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة و الخطبة : ٨٦٧]

خطبہ جمعہ کے اوصاف:

⌘ رسول اللہ ﷺ وعظ سے پہلے مندرجہ ذیل خطبہ پڑھتے تھے:

« إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، أَمَّا بَعْدُ ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا و كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ »[مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة : ٨٦٧، ٨٦٨۔ نسائی : ١٥٧٩]

''بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ حمد و ثنا کے بعد ! یقیناً بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور یقیناً بہترین راہنمائی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اور تمام کاموں میں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر

گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔“

- اور رسول اللہ ﷺ خطبہ کے آخر میں یہ الفاظ کہتے تھے:

«اَقُوْلُ هٰذَا وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ» [ابن حبان : ٣٨٢٨۔ إسناده صحيح]

”میں نے یہی کہنا تھا، اب میں اپنے لیے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔“

- رسول اللہ ﷺ خطبہ میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيهما من الجلسة : ٨٦٢]
- رسول اللہ ﷺ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا اور نماز بھی درمیانی ہوتی تھی۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة : ٨٦٦]
- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لمبی نماز اور مختصر خطبہ آدمی کی سمجھداری کی دلیل ہے۔“ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة : ٨٦٩]
- عمارہ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو منبر پر خطبہ کے دوران میں دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو تباہ کرے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ صرف شہادت والی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔“ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة : ٨٧٤]

غیر عربی میں خطبہ جمعہ:

خطبہ مسنونہ کے علاوہ دینی احکام سامعین کی مروج زبان میں بتانے چاہییں۔ بعض لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ جمعہ کا خطبہ لازمی طور پر عربی زبان میں ہونا چاہیے۔ یہ شرط خطبہ کے مقصد سے متصادم ہے۔ خطبہ کا مقصد وعظ و نصیحت کرنا اور لوگوں کی تربیت کرنا ہے، اسی لیے قرآن مجید میں خطبہ کو ’ذکر‘ کہا گیا ہے۔ فرمان رب العالمین ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾

[الجمعة : ٩]

”اے اہل ایمان! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (خطبہ ونماز) کی طرف دوڑ پڑو۔“

اس آیت مبارکہ میں خطبہ کو تذکیر ونصیحت کا نام دیا گیا ہے اور وعظ ونصیحت تبھی ہو سکتی ہے جب سامعین خطیب کی بات سمجھیں۔ اسی لیے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جن اقوام کی طرف مبعوث کیا گیا، ان کی زبان میں بھیجا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ [إبراهيم : ٤]

”ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی قوم کی زبان میں بھیجا، تاکہ وہ انھیں (احکام الٰہی) کھول کھول کر بتائے۔“

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ دوسری اقوام کو ان کی زبان میں دعوت دیتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عبرانی سیکھنے کا حکم دیا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فارسی جانتے تھے اور فارسی زبان والوں کو فارسی ہی میں مسائل سمجھاتے تھے۔ [أبو داؤد، كتاب الطلاق، باب من أحق بالولد : ٢٢٧٧۔ صحيح]

اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما غیر عربوں کو مترجم کے ذریعے مسائل سمجھاتے تھے۔ [بخاري، كتاب الأحكام، باب ترجمة الحكام ......الخ : ٧١٩٥]

انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کی قوم کی زبان میں بھیجنے کا مقصد لوگوں کو احکام الٰہی سمجھانا تھا اور بالکل یہی مقصد خطبہ جمعہ کا ہے۔ اب اگر خطبہ ایسی زبان میں ہو جسے سامعین سمجھ ہی نہیں سکتے تو کیا اس سے لوگوں کی تربیت ہو سکے گی؟

باقی رہی یہ بات کہ قرون اولیٰ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ کہیں غیر عربی زبان میں خطبہ دیا گیا ہو تو اس کا سبب یہ ہے کہ قرون اولیٰ میں اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ مزید یہ کہ احناف کے ہاں بھی خطبہ کے لیے عربی زبان ضروری نہیں، فتاویٰ شامی میں ہے:

”مصنف نے خطبہ کے عربی میں ہونے کی قید نہیں لگائی، کیونکہ باب ”صفة الصلوة“ میں گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط نہیں، خواہ سامعین عربی پر قادر ہی ہوں،

برخلاف صاحبین کے، کیونکہ ان کے نزدیک عربی میں ہونا شرط ہے، مگر کوئی عربی سے عاجز ہو تو پھر ان کے نزدیک بھی غیر عربی میں جائز ہے۔" [فتاویٰ شامی : ۵٤۳/۱]

خطبہ جمعہ سے پہلے مروجہ تقریر:

جن لوگوں نے غیر عربی زبان میں خطبہ ممنوع قرار دیا، جب انھوں نے دیکھا کہ اس سے خطبہ کا مقصد ہی پورا نہیں ہو رہا تو انھوں نے غیر عربی زبان میں جمعہ کا خطبہ دینے کی بجائے خطبہ سے پہلے تقریر کے نام سے ایک تیسرے خطبہ کی بدعت جاری کرلی، جو سراسر اسلام میں اضافہ ہے، بلکہ حدیث رسول ﷺ کے صریحاً خلاف ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ......نَهٰى عَنِ التَّحَلُّقِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ » [أبو داوٗد، كتاب الجمعة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة : ۱۰۷۹۔ ترمذی : ۳۲۲۔ حسن]

"رسول اللہ ﷺ نے خطبہ جمعہ سے پہلے مجلس قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

خطبہ منقطع کرنا:

- کسی ضرورت سے امام بیچ میں خطبہ چھوڑ سکتا ہے۔ سیدنا ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ خطبہ دے رہے تھے، میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! میں اجنبی آدمی ہوں، آپ کے پاس دین کے متعلق سوالات پوچھنے آیا ہوں، کیونکہ میں دین کے متعلق نہیں جانتا۔" تو رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ چھوڑ کر میرے پاس آ گئے، پھر ایک لوہے کی کرسی لا کر میرے پاس رکھ دی گئی، آپ ﷺ اس پر بیٹھ کر مجھے وہ تعلیم دینے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی تھی، پھر واپس جا کر آپ نے باقی خطبہ دیا۔" [مسلم، كتاب الجمعة، باب حديث التعليم في الخطبة : ۸۷٦]

خطبہ میں دعا کرنا:

⌘ کسی ضرورت کے پیشِ نظر خطبہ میں دعا کی جا سکتی ہے، جیسا کہ ایک شخص نے دورانِ خطبہ میں بارش کی دعا کرنے کی درخواست کی، تو آپ ﷺ نے اسی وقت دعا کر دی۔
[بخاری، کتاب الجمعة، باب الاستسقاء فی الخطبة یوم الجمعة : ۹۳۳]

نمازِ جمعہ کی رکعات:

⌘ جمعہ میں فرض نماز دو رکعت ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
((صَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ......عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [نسائی، کتاب الجمعة، باب عدد صلاة الجمعة : ۱٤۲۱۔ ابن ماجه : ۱۰٦۳۔ صحیح]
''محمد ﷺ کی زبان سے جمعہ کی دو رکعات فرض کی گئی ہیں۔''

⌘ نمازِ جمعہ میں قراءت بلند آواز سے کی جائے گی۔ سیدنا ابن ابی رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ پڑھی، اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون پڑھی، پھر فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو جمعہ کی نماز میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة : ۸۷۷]

⌘ نمازِ جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون کی قراءت مسنون ہے، اسی طرح پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ کی قراءت بھی مسنون ہے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة : ۸۷۷، ۸۷۸]

فرضوں سے پہلے نوافل:

⌘ خطبہ سے پہلے نوافل کی تعداد مقرر نہیں، کوئی جتنے چاہے پڑھ لے۔ رسول اللہ ﷺ نے بغیر تعداد مقرر کیے فرمایا:

« مَنِ اغْتَسَلَ، ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ، فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهٗ » [مسلم، کتاب الجمعة، باب فضل من استمع و أنصت فی الخطبة : ۸۵۷]

''جو غسل کرے، پھر جمعہ کے لیے آئے اور جتنی مقدر ہو نماز پڑھے۔''

⌘ خطبہ شروع ہو جائے تو صرف دو مختصر سی رکعات پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا » [مسلم، کتاب الجمعة، باب التحية و الإمام يخطب : ۸۷۵/۵۹]

''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ (بیٹھنے سے پہلے) لازمی طور پر مختصر سی دو رکعات ادا کر لے۔''

فرضوں کے بعد سنن:

⌘ نماز جمعہ کے بعد دو رکعات بھی ثابت ہیں اور چار رکعات بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا » [مسلم، کتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة : ۸۸۱]

''جب تم میں سے کوئی نماز جمعہ ادا کرے تو وہ اس کے بعد چار رکعات پڑھے۔''

⌘ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ جمعہ کے بعد دو رکعات اپنے گھر میں ادا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة : ۷۲، ۸۸۲/۷۱]

⌘ جمعہ کے بعد والی سنن گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ [مسلم : ۸۸۲]

⌘ فرضوں کے فوراً بعد اسی جگہ سنن ادا نہ کریں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (نفل) نماز کو (فرض) نماز کے ساتھ نہ جوڑیں، بلکہ (اذکار یا) باتیں کر کے (فرق کر لیں) یا جگہ تبدیل کر لیں۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة : ۸۸۳]

جمعہ کس کو حاصل ہوگا؟:

⌘ جس شخص نے نماز جمعہ کی ایک رکعت مکمل پالی، اس نے جمعہ پالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اِلَيْهَا اُخْرىٰ))[ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فيمن أدرك من الجمعة ركعة : ١١٢١، ١١٢٣۔ الدارقطني : ١٢/٢، ح : ١٥٩٠۔ صحيح]

''جس نے نماز جمعہ کی ایک رکعت پالی (اس نے نماز جمعہ پالیا) لہٰذا اسے اس کے ساتھ دوسری رکعت ادا کر لینی چاہیے۔''

⌘ جو کسی وجہ سے جمعہ ادا نہ کر سکے اسے ظہر کی مکمل نماز پڑھنی چاہیے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اِذَا اَدْرَكْتَ رَكْعَةً فَأَضِفْ اِلَيْهَا اُخْرىٰ))[مصنف ابن أبي شيبة : ٤٦٢/١، ح : ٥٣٤٦۔ إسناده صحيح]

''اگر تم جمعہ کی ایک رکعت پالو تو اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لو''

اور اگر کسی شخص کی دوسری رکعت بھی فوت ہوگئی اور وہ رکوع، سجدہ یا تشہد میں ملا تو اسے صحیح قول کے مطابق جمعہ کی بجائے ظہر کی چار رکعات ادا کرنی چاہییں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اِذَا اَدْرَكَ الرَّجُلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً صَلّٰى اِلَيْهَا رَكْعَةً اُخْرٰى فَاِنْ وَجَدَهُمْ جُلُوْسًا صَلّٰى اَرْبَعًا)) [مصنف عبد الرزاق : ٢٣٤/٣، ح : ٥٤٧١۔ المحلى لابن حزم : ٢٨٥/٣۔ بيهقي : ٢٠٤/٣۔ الأوسط لابن المنذر : ١٠١/٤۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٥٣٣٤]

''جب آدمی جمعہ والے دن ایک رکعت پالے تو وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ادا کرے، لیکن اگر وہ لوگوں کو جلسہ کی حالت میں پائے تو چار رکعات (نمازِ ظہر) ادا کر لے۔''

اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جس آدمی نے جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے اور جس کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں وہ چار رکعات (نمازِ ظہر) اذا کرے۔'' [مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فیمن أدرك من الجمعۃ رکعۃ: ۲/ ۴۲۰، ح: ۳۱۷۱۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے]

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں'' احکام و مسائل (۲۹۰، ۲۹۱)'' از الشیخ ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ۔

جمعہ کے ساتھ احتیاطی ظہر بدعت ہے:

جن جگہوں میں فقہ حنفی کے مطابق جمعہ کی شروط پوری نہیں ہوتیں، وہاں حنفی علماء لوگوں کو نماز جمعہ پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز بھی احتیاطاً پڑھنے کا حکم دیتے ہیں کہ نا معلوم جمعہ ہوا ہے یا نہیں۔ یہ طریقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام یا تابعین عظام میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز جمعہ نفل ہوئی، تو کیا جمعہ کی دو اذانیں، خطبہ اور اس کے لیے اس قدر اہتمام سب کچھ فضول ہے؟ اس کی نظیر شریعت میں کہیں نہیں ملتی اور یہ پیچیدہ صورتحال اس لیے پیدا ہوئی کہ کسی شرعی نص کے بغیر نماز جمعہ کے لیے مختلف شرطیں عائد کر دی گئیں۔ لہٰذا نماز جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنا بدعت ہے۔

نفل نمازوں کا بیان

نفل نماز کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاعْلَمُوْا اَنَّ خَيْرَ اَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ))[ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب المحافظة على الوضوء: ٢٧٧۔صحيح]

''جان لو، تمھارے اعمال میں سے بہترین عمل نماز ہے۔''

⌘ سیدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دوسری چیزیں لے کر حاضر ہوا، تو آپ نے (خوش ہو کر) فرمایا: ''مانگ جو ضرورت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ))[مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه: ٤٨٩]

''تو کثرت سے نوافل ادا کر کے اس میں میرا تعاون کر۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً))[نسائي، كتاب التطبيق، باب ثواب من سجد لله سجدة: ١١٤٠۔ ترمذی: ٣٨٨۔ ابن ماجه: ١٤٢٣۔ صحيح]

''جب بھی بندہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کا ایک درجہ

بلند کرتا اور اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔"

نوافل کے اوقات:

⌘ اس کی تفصیل "نمازوں کے ممنوع اوقات" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نوافل پڑھنے کا طریقہ:

⌘ نفل نماز دو دو رکعات کر کے پڑھنی چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى)) [أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب في صلاة النهار : ١٢٩٥۔ ترمذی : ٥٩٧۔ابن ماجه : ١٣٢٢۔ صحيح]

"دن اور رات میں (نفل) نماز دو، دو رکعات پڑھنی چاہیے۔"

نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ)) [بخاری، كتاب الأذان، باب صلاة الليل : ٧٣١۔ مسلم : ٧٨١]

"فرضوں کے علاوہ (نفل) نماز گھر میں پڑھنا آدمی کے لیے افضل ہے۔"

نوافل بیٹھ کر ادا کرنا:

⌘ نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔

⌘ نوافل بلا عذر بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے، لیکن اس سے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ))

[بخاری، كتاب التقصير، باب صلاة القاعد : ١١١٥]

"اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے تو اسے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نسبت آدھا ثواب ملے گا۔"

⌘ نوافل بیٹھ کر پڑھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نوافل بیٹھ کر شروع کیے جائیں، جب قراءت ختم کرنے میں چند آیات رہ جائیں تو کھڑے ہو جائیں، پھر رکوع وسجود کیے جائیں۔ دوسری رکعت میں بھی ایسے ہی کیا جا سکتا ہے ۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب إذا صلی قاعدًا ثم صح أو وجد خفة تمم ما بقی : ۱۱۱۹۔ مسلم : ۱۱۳/ ۷۳۱]

نوافل سواری پر:

⌘ نفل نماز سفر میں سواری پر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

⌘ سواری پر نوافل پڑھتے ہوئے قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں، جس طرف سواری کا رخ ہے ادھر ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ، يُوْمِیءُ إِيْمَاءً صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَ يُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ))[بخاری، کتاب الوتر، باب الوتر فی السفر : ۱۰۰۰۔ مسلم : ۳۹/ ۷۰۰]

”نبی ﷺ سفر میں رات کی (یعنی نفل) نماز سواری پر پڑھ لیتے تھے، اسی طرف جدھر سواری کا رخ ہوتا، (رکوع وسجود) اشارہ سے کرتے تھے، لیکن فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے، وتر بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے۔“

⌘ نماز شروع کرتے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے، پھر جدھر سواری کا رخ ہو جائے، جائز ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَنْ يَتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ))[أبو داؤد، کتاب صلاۃ السفر، باب التطوع علی الراحلة والوتر : ۱۲۲۵۔ حسن]

”رسول اللہ ﷺ سفر میں نفل پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کو قبلہ رخ کرتے اور اللہ اکبر کہہ کر (نماز شروع کر دیتے) پھر سواری کا رخ جدھر بھی ہوتا، نماز

پڑھتے رہتے۔"

⌘ رکوع و سجود سر کے اشارے سے کریں، سجدے میں رکوع کی نسبت سر زیادہ جھکائیں۔

[أبوداوٗد، كتاب صلاة السفر، باب التطوع على الراحلة والوتر : ۱۲۲۷۔ ترمذی : ۳۵۱۔ صحیح]

نفل نماز میں قراءت کا بیان:

⌘ قراءت کے مسائل "نماز کا مسنون طریقہ" کے باب میں "قراءت کے مسائل" کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

⌘ اگر نفل نماز باجماعت ادا کر رہے ہیں تو جماعت کے باب میں "قراءت کے مسائل" کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی مندرجہ ذیل ہیں:

قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرنا:

⌘ نفل نماز میں بھی قراءت زبانی کرنی چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا، لیکن ایک موقوف روایت سے مصحف سے دیکھ کر قراءت کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، صحیح بخاری میں ہے:

((كَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ)) [بخاری، كتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولى، تعليقاً، قبل الحديث : ۶۹۲]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا غلام ذکوان قرآن سے دیکھ کر امامت کرواتا تھا۔"

قرآن مجید کی بعض آیات کا جواب دینا:

⌘ قرآن مجید میں بعض آیات ایسی ہیں جنھیں پڑھنے کے بعد ان کا جواب بھی دینا چاہیے۔

مثلاً سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ)) [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ...... الخ : ۷۷۲]

"رسول اللہ ﷺ تسبیح والی آیت سے گزرتے تو "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہتے،

جب سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ" پڑھتے تھے۔"

⌘ سورۃ القیامہ کی آخری آیت ﴿ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴾ کے جواب میں "سُبْحَانَكَ فَبَلٰى" پڑھنا چاہیے۔ [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب الدعاء في الصلاة : ٨٨٤۔ صحيح]

⌘ سورۃ الاعلیٰ کی پہلی آیت کے جواب میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" پڑھنا جائز ہے۔ [أبوداوٗد، كتاب الصلاة، باب الدعاء في الصلاة : ٨٨٣۔ صحيح]

⌘ کسی بھی حساب والی آیت کے جواب میں "اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا يَسِيْرًا" پڑھنا چاہیے۔ [صحيح ابن خزيمة : ١/ ٣٦٢، ٣٦٣، ح : ٨٤٩۔ صحيح ابن حبان : ٧٣٧٢۔ امام حاکم اورامام ذہبی نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

⌘ علی رضی اللہ عنہ جب سورۂ واقعہ کی درج ذیل آیات تلاوت فرماتے تو ان کا جواب دیتے تھے:

﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ۝ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴾ [الواقعة : ٥٨، ٥٩]

جواباً فرماتے: « بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! »

" بلکہ اے رب ! تو ہی (پیدا کرنے والا) ہے، اے رب ! تو ہی (خالق) ہے، اے رب ! تو ہی (خالق) ہے۔"

﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴾ [الواقعة : ٦٣، ٦٤]

جواباً فرماتے: « بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! »

﴿ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ﴾ [الواقعة : ٦٨، ٦٩]

جواباً فرماتے: « بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! »

﴿ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝ أَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ﴾ [الواقعة : ٧١، ٧٢]

جواباً فرماتے: «بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ ! بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّ!»

[مستدرك حاكم : ٤٧٧/٢، ح : ٣٧٨٠، إسناده حسن لذاته، شداد بن جابان الصنعانی صدوق، حسن الحدیث، ذکره ابن حبان فی الثقات (٤٤١/٦) ووثقه الحاکم والذهبی بتصحیح حدیثه، مستدرك حاكم : ٤٧٧/٢، ح : ٣٧٨٠]

* باقی ہر نفل نماز کی قراءت کے خاص مسائل اس کے عنوان میں آئیں گے۔ (ان شاء اللہ)

نمازِ تہجد کا بیان

تہجد کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ»

[مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم : ١١٦٣]

''فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِيءُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِيءُ الْمَاءُ النَّارَ، وَ صَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ»[ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلاة : ٢٦١٦۔ ابن ماجه : ٣٩٧٣۔ صحیح]

''کیا میں تمھاری رہنمائی خیر کے دروازوں کی طرف نہ کروں؟ روزہ (یہ گناہوں سے بچاؤ کے لیے) ڈھال ہے، صدقہ، یہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے اور آدمی کا رات کے دوران میں نماز (تہجد) پڑھنا۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

« يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ ؟ مَنْ يَسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهٗ ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ ؟ » [بخاری، کتاب التہجد، باب الدعاء والصلاة

من آخر الليل : ١١٤٥ـ مسلم : ٧٥٨]

''ہر روز جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے اور فرماتا ہے: ''ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے سوال کرنے والا کہ میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی مجھ سے معافی کا طالب کہ میں اسے معاف کر دوں؟''

⌘ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی لمبی نماز تہجد پڑھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سوج جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں، حالانکہ آپ کے تمام گناہ معاف کر دیے گئے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لیغفر لك الله......الخ ﴾ : ٤٨٣٦ـ مسلم : ٢٨١٩/٨٠]

تہجد کے لیے میاں بیوی کا ایک دوسرے کو اٹھانا:

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جو رات کو اٹھا، پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنی بیوی کو نماز کے لیے جگایا، اگر عورت (غلبۂ نیند کے باعث) نہ جاگی تو خاوند نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور اس عورت پر بھی اللہ رحمت فرمائے جو رات کو اٹھی، پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنے خاوند کو نماز کے لیے جگایا، اگر خاوند (غلبۂ نیند کے باعث) نہ جاگا تو بیوی نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔''

[أبو داؤد، کتاب التطوع، باب قیام اللیل : ١٣٠٨ـ نسائی : ١٦١١ـ ابن ماجه : ١٣٣٦ـ صحیح]

تہجد کا وقت:

⌘ نماز تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے اذان فجر تک ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ

مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ...... اِلَى الْفَجْرِ ﴾ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ ...... الخ: ۷۳۶/۱۲۲]

''رسول اللہ ﷺ عشاء کے بعد سے (اذان) فجر تک کے درمیانی وقت میں نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَحَبُّ الصَّلَاةِ اِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ......وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ ﴾[بخاری، کتاب التھجد، باب من نام عند السحر : ۱۱۳۱۔ مسلم : ۱۱۵۹/۱۸۹]

''اللہ تعالیٰ کو داؤد علیہ السلام کی نماز سب سے زیادہ پسند ہے...... وہ نصف رات تک آرام کرتے، پھر ایک تہائی رات تک تہجد پڑھتے اور جب رات کا چھٹا حصہ رہ جاتا تو وہ سو جاتے۔''

⌘ رات کا آخری حصہ سب سے افضل ہے۔

⌘ تہجد رات کے پہلے حصہ میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

⌘ تہجد کے لیے اس سے پہلے سونا شرط نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ خَافَ اَنْ لَا يَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَقُوْمَ آخِرَهُ فَلْيُوْتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَاِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ، وَذٰلِكَ اَفْضَلُ ﴾[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب من خاف أن ...... الخ : ۱۷۶۷]

''جسے خدشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ نہ سکے گا اسے رات کے پہلے حصہ میں نماز وتر پڑھ لینی چاہیے اور جسے آخری حصہ میں اٹھنے کی امید ہو وہ آخری حصہ میں نماز وتر ادا کرے، بلاشبہ آخر رات کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ سب سے افضل ہے۔''

تہجد سے پہلے:

⌘ رسول اللہ ﷺ جب تہجد کے لیے اٹھتے تو مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے:
« اَللّٰهُ اَكْبَرُ » ، « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » ، « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ » ، « سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ » ، « اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ » ، « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » ، « اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ » یہ سب کلمات رسول اللہ ﷺ دس دس مرتبہ پڑھتے اور نسائی کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ ایک مرتبہ یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ » [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح ؟ : ٥٠٨٥ـ نسائی، كتاب قيام الليل، باب ذكر ما يستفتح به القيام : ١٦١٨ـ صحيح]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص رات کو اٹھے اور یہ کلمات پڑھ کر جو دعا کرے گا وہ پوری ہوگی، نماز پڑھے گا تو قبول ہوگی:
« لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ » [بخاری، كتاب التهجد، باب فضل من تعار من الليل فصلى : ١١٥٤]

⌘ رسول اللہ ﷺ تہجد کے لیے اٹھتے تو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھا کرتے تھے۔ [بخاری، كتاب العمل فی الصلاة، باب استعانة اليد فی الصلاة إذا كان من أمر الصلاة : ١١٩٨ـ مسلم: ١٧٨٩]

تہجد کی دعائے استفتاح:

⌘ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز میں ثنا کی جگہ یہ دعا پڑھتے تھے:
« اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ،

اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَ مَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ﴾ [بخاری، کتاب التهجد، باب التهجد بالليل : ۱۱۲۰، ۶۳۱۷۔ مسلم : ۷۶۹]

''اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے (سب کو) تو ہی قائم رکھنے والا ہے، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے (سب کی) بادشاہی تیرے لیے ہے، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو ہی روشن کرنے والا ہے زمین وآسمان کو، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو ہی بادشاہ ہے زمین وآسمان کا، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو حق ہے اور (دنیا وآخرت کے متعلق) تیرا وعدہ حق ہے (آخرت میں) تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تمام انبیاء حق ہیں اور محمد (ﷺ) حق ہیں، قیامت حق ہے، اے اللہ! میں تیرے سامنے جھک گیا، میں صرف تیرے ساتھ ایمان لایا، میں نے صرف تجھی پر بھروسا کیا، میں نے صرف تیری طرف رجوع کیا، صرف تیری ہی مدد سے (دشمنوں سے) جھگڑتا ہوں، میں نے صرف تجھے ہی اپنا حاکم مانا، لہٰذا تو میرے اگلے پچھلے اور ظاہر و پوشیدہ (تمام) گناہ معاف کر دے، تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں ہے۔''

تہجد میں قراءت کے مسائل:

⌘ قراءت کے مسائل ''نماز کا مسنون طریقہ'' کے باب میں ''قراءت کے مسائل'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں، باقی مندرجہ ذیل ہیں:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ »[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب أفضل الصلاة طول القنوت : ۷۵٦]

''افضل نماز وہ ہے جس میں قیام طویل ہو۔''

⌘ ایک رات میں پورا قرآن پڑھنا جائز نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« لَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِيْ لَيْلَةٍ »

[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل ومن......الخ : ۷٤٦]

''میں نہیں جانتی کہ نبی ﷺ نے کبھی ایک رات میں پورا قرآن پڑھا ہو۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

« اِقْرَإِ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ، قَالَ اِنِّيْ أُطِيْقُ اَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ فِيْ ثَلَاثٍ » [بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم و إفطار یوم : ۱۹۷۸]

''ایک ماہ میں ایک قرآن ختم کیا کرو۔'' انھوں نے عرض کی: ''میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔'' تو آپ ﷺ مسلسل کم کرتے رہے، بالآخر تین دن میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دی۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ » [ترمذی، کتاب القراءات، باب فی کم أقرأ القرآن ؟ : ۲۹٤۹۔ صحیح]

''جس آدمی نے تین دن سے کم دنوں میں قرآن مجید کو ختم کیا، اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔''

⌘ انفرادی نماز تہجد میں سری قراءت بھی جائز ہے اور جہری بھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((رُبَّمَا اَسَرَّ بِالْقِرَاءَةِ وَرُبَّمَا جَهَرَ)) [ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی القراءة باللیل : ٤٤٩۔ ابن ماجه : ١٣٥٤۔ صحیح]

''رسول اللہ ﷺ تہجد میں کبھی سری قراءت کرتے تھے اور کبھی جہری۔''

⌘ تہجد کی جماعت میں قراءت جہری ہی کرنی چاہیے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک رات میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ شروع کی، میں نے سوچا کہ سو آیات پر رکوع کریں گے، مگر آپ پڑھتے چلے گئے، میں نے خیال کیا کہ سورۂ بقرہ کو دو رکعات میں تقسیم کر دیں گے، لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی تو میں نے سوچا ایک رکعت میں مکمل سورت پڑھیں گے۔''

[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل : ٧٧٢]

رکعاتِ تہجد کی تعداد اور پڑھنے کا طریقہ:

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کبھی سات، کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعات تہجد پڑھتے تھے۔''

[بخاری، کتاب التهجد، باب کیف صلاة النبی ﷺ ......الخ : ١١٣٩]

⌘ اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

((مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً)) [بخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ : ١١٤٧۔ مسلم : ٧٣٨]

''رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار وتر کے بعد بھی دو رکعات پڑھتے تھے۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ ...... الخ : ١٢٦ / ٧٣٨]

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نماز تہجد پڑھنے لگو تو شروع میں دو رکعتیں ہلکی پڑھو۔“ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعاءه بالليل : ٧٦٨]

⌘ ساری رات تہجد پڑھنا جائز نہیں، بلکہ کچھ وقت سونا بھی چاہیے۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

«يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَ إِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَ إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا » [بخاري، كتاب الصوم، باب حق الجسم في الصوم : ١٩٧٥]

”اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر صحیح ملی ہے کہ تو ہر روز دن کو روزہ رکھتا ہے اور تمام رات تہجد پڑھتا ہے؟“ میں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! ایسا ہی ہے۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہ کر، روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر، تہجد پڑھا کر اور سویا بھی کر، بلاشبہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔“

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَ إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ » [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم ...... الخ : ٧٨٢۔ بخاري: ٦٤٦٥]

”اے لوگو! اپنی استطاعت کے مطابق اعمال کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے اکتاتا نہیں، بلکہ تم اعمال کرتے اکتا جاؤ گے، (سنو!) اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔“

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ))[بخاری، کتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد في العبادة : ۱۱۵۰۔ مسلم : ۱۸۳۱]

”تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ جب تک دل لگے تو نماز پڑھے، جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔“

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے کبھی ساری رات نماز نہیں پڑھی۔“ [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض : ۷٤٦]

تہجد کی جماعت:

⌘ تہجد کی نماز تنہا پڑھنی چاہیے۔

⌘ تہجد کی جماعت کبھی کبھار جائز ہے۔

⌘ ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو، دوسرا شخص آئے اور وہ پہلے کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو پہلا جماعت شروع کرا دے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”نبی اکرم ﷺ تہجد پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے اٹھا اور جا کر بائیں جانب کھڑا ہو گیا، تو آپ نے مجھے سر سے پکڑ کر اپنے دائیں جانب کر دیا (کیونکہ مقتدی دائیں جانب ہوتا ہے)۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب إذا لم ينو الإمام أن يؤم......الخ : ٦٩٩۔ مسلم : ٧٦٣]

تہجد کی قضا:

⌘ سیدنا ابو ذر، یا سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

”کسی نے تہجد پڑھنے کی نیت کی، لیکن پھر وہ بھول جاتا ہے یا سو جاتا ہے، تو اس کے لیے نیت کے مطابق ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور نیند اللہ کی طرف سے اس کے لیے صدقہ ہے۔“ [ابن خزيمة : ۱۹۷/۲، ح : ۱۱۷۵۔ إسناده صحيح]

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ» [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل و من نام عنه أو مرض : ٧٤٧]

''جو شخص نیند کی وجہ سے اپنا رات کا وظیفہ یا رات کی کوئی عبادت نہ کر سکے اور وہ اسے فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے، تو اس کے لیے اتنا ہی ثواب لکھ دیا جاتا ہے گویا اس نے وہ رات میں پڑھا۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ کی نمازِ تہجد رات کو اگر کسی وجہ سے رہ جاتی تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعات ادا کرتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کو جب بھی رات کے وقت جاگ نہ آتی، یا آپ بیمار ہوتے تو دن میں بارہ رکعات پڑھ لیتے۔

[مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب جامع صلوة الليل و من نام عنه أو مرض ١٤١/ ٧٤٦]

تراویح کا بیان

نماز تراویح کا حکم:

⌘ نماز تراویح نفل نماز ہے، فرض اور واجب نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز (تراویح) پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر دوسری رات بھی آپ نے نماز پڑھی، تو مقتدی بہت زیادہ ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی رات لوگ جمع ہوئے لیکن آپ (نماز کے لیے) باہر نہ آئے، صبح کو فرمایا:

((قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ)) [بخاري، كتاب التهجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل والنوافل من غير إيجاب : ١١٢٩ ـ مسلم : ٧٦١]

''میں نے دیکھا جو تم نے کیا اور میں محض اس ڈر سے باہر نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔''

⌘ بعض لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جس نے تراویح نہ پڑھی اس کا روزہ نہیں ہوگا اور جس نے تراویح پڑھ لی اس پر روزہ رکھنا ضروری ہو جاتا ہے، اگرچہ شریعت نے (مرض، سفر یا نابالغ ہونے کی وجہ سے) اسے چھوٹ ہی دی ہو، نتیجتاً جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھنا ہوتا وہ تراویح بھی نہیں پڑھتے۔ یہ دونوں باتیں بالکل غلط اور جہالت کا نتیجہ ہیں۔

تراویح کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))[بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۰۹۔ مسلم : ۷۵۹]

''جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا (نماز تراویح پڑھی) اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

تراویح کی جماعت:

تراویح نفل ہے، تنہا اور با جماعت دونوں طرح جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین دن تراویح کی جماعت کروائی، پھر اس خوف سے چھوڑ دی کہ کہیں فرض نہ ہو جائے، جیسا کہ اوپر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں مذکور ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دور تک یہی طریقہ کار رہا، ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کو مسجد گئے تو دیکھا کہ لوگ اکیلے اکیلے اور کہیں دو چار آدمی مل کر جماعت کرا رہے ہیں، تو فرمانے لگے: ''اگر میں انھیں ایک امام پر جمع کر دوں تو اچھا ہو گا۔'' پھر اسی پروگرام کے تحت انھوں نے سب کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں جمع کر دیا۔ [بخاری، کتاب صلوۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۰۹، ۲۰۱۰۔ مسلم : ۷۵۹/۱۷۴]

بعض علماء کا کہنا ہے کہ نماز تراویح تنہا ادا کرنے کی نسبت با جماعت ادا کرنا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے محض فرض ہو جانے کے خوف سے جماعت ترک کی اور پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت کا اہتمام کروایا اور آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

''جو شخص امام کے ساتھ قیام (رمضان) کرتا ہے اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب شهر رمضان، باب فی قیام شهر رمضان : ۱۳۷۵۔ ابن حبان : ۲۵۴۷۔ مسند أحمد : ۱۵۹/۵، ۱۶۰، ح ۲۱۴۷۶۔ صحیح]

بعض علماء کا کہنا ہے کہ نماز تراویح گھر میں ادا کرنا افضل ہے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ

نے تین راتیں نماز تراویح پڑھائی اور اگلی رات نہ پڑھائی تو فرمایا: ''مجھے تم لوگوں کا (نماز کے لیے) جمع ہونا معلوم ہے، لیکن اے میرے صحابہ! تم اپنے گھروں میں نماز ادا کرو، کیونکہ آدمی کی نماز سوائے فرض نماز کے، گھر میں افضل ہے۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب صلوة الليل : ٧٣١]

لہٰذا اگر اضافی کام، یعنی جماعت اور سماعِ قرآن وغیرہ کا انتظام صرف مسجد میں ہو، گھر میں کوئی اہتمام نہ کر سکے تو ان کاموں کی وجہ سے مسجد میں قیام افضل ہوگا۔

تراویح کی رکعات:

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ آٹھ رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے، ان میں سے کسی نے بھی نماز تراویح آٹھ رکعات سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی۔ بعض لوگوں نے اس مسئلہ کو بھی اختلافی بنا دیا ہے، حالانکہ یہ مسئلہ احادیث میں بالکل واضح ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

پہلی حدیث:

ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں نماز کیسے ہوتی تھی؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ رمضان اور اس کے علاوہ دنوں میں (تراویح اور وتروں سمیت) گیارہ رکعات سے زیادہ کبھی نہیں پڑھتے تھے۔'' [بخاري، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان : ٢٠١٣، ١١٤٧ ـ مسلم : ٧٣٨]

ایک اشکال اور اس کا ازالہ:

یہ حدیث بالکل واضح ہے، بیس رکعات تراویح کے قائلین کے لیے اس کا انکار مشکل تھا، لہٰذا انھوں نے ایک اشکال پیدا کر دیا کہ اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں برابر پڑھی جانے والی نماز کا ذکر ہے اور وہ تہجد ہے، لہٰذا اس حدیث میں تہجد کی رکعات بتلائی گئی ہیں، تراویح کی نہیں۔

اس کا جواب اسی حدیث میں موجود ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ ابو سلمہ رحمہ اللہ نے رمضان میں پڑھی جانے والی نماز کے متعلق سوال پوچھا تھا اور وہ تراویح کی نماز ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی جواب اسی کے متعلق دیا، لیکن ساتھ علم کے لیے ایک اضافی بات بتا دی کہ رمضان کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ دوسری بات یہ کہ قرآن وسنت میں رات کی نماز کے مختلف صفاتی نام لیے گئے ہیں، مثلاً تہجد، صلاۃ اللیل، قیام اللیل اور (رمضان میں پڑھنے کی وجہ سے) قیام رمضان وغیرہ، اسی طرح تراویح نماز تہجد ہی کا ایک نام ہے، یہ نام بعد میں پڑا، قرآن وحدیث میں کہیں مذکور نہیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام دنوں کی نسبت رمضان میں اس کے کثرت ثواب کی وجہ سے قیام اللیل کا زیادہ اہتمام کرتے تھے، اس سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے تراویح کو ایک الگ اور مستقل نماز سمجھ لیا۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیجیے مگر تھوڑا، رات کا نصف حصہ، یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ کیجیے۔'' [المزمل : ۱ تا ٤]

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام اللیل کا حکم دیا گیا ہے، اس میں سال کی تمام راتیں شامل ہیں، خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان اور یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں ایک ہی نماز پڑھتے تھے، رمضان کی راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دیو بندی عالم انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں: ''جن راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح پڑھائی ان راتوں میں تہجد کی نماز نہیں پڑھی۔''
[فیض الباری : ۲/ ٤۲۰۔ عرف الشذی : ۳۲۹]

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کو صلاۃ اللیل اور قیام اللیل کا نام دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں تین دن تراویح کی جماعت کروائی، لیکن چوتھی رات باہر نہ نکلے، پھر وجہ بتاتے ہوئے فرمایا:

« اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُکْتَبَ عَلَیْکُمْ صَلَاۃُ اللَّیْلِ »[بخاری، کتاب الأذان، باب إذا کان بین الإمام وبین القوم حائط أو سترة : ۷۲۹۔ مسلم : ۱۷۸/ ۷٦۱]

''مجھے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں صلاۃ اللیل تم پر فرض نہ کر دی جائے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

« یَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ »

[بخاری، کتاب التهجد، باب ما یکره من ترك قیام اللیل لمن کان یقومه : ۱۱۵۲۔ مسلم : ۱۸۵/ ۱۱۵۹]

''اے عبداللہ! فلاں آدمی کی طرح نہ ہونا کہ جو قیام اللیل کرتا تھا، پھر چھوڑ دیا۔''

③ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان کی تیئیسویں کو تہائی رات تک قیام کرایا اور پچیسویں کو آدھی رات تک اور ستائیسویں کو اس وقت تک تراویح پڑھائی کہ سحری فوت ہونے کا ڈر پیدا ہو گیا۔'' [أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی قیام شهر رمضان: ۱۳۷۵۔ ترمذی : ۸۰٦۔ نسائی: ۱۳٦۵۔ ابن ماجه: ۱۳۲۷۔ صحیح]

رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز کو عشاء کے بعد سے صبح سحری تک پڑھایا، لہٰذا ثابت ہوا کہ عشاء کے بعد سے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔

④ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اول رات تراویح پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ''رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں (یعنی رات کا آخری حصہ) وہ بہتر ہے رات کے اس حصے سے جس میں قیام کرتے ہیں (یعنی رات کا ابتدائی حصہ)۔'' [بخاری، کتاب صلوة التراویح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۱۰]

⑤ دیوبندی عالم انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں: ''عام طور پر (حنفی) علماء یہ کہتے ہیں کہ تراویح اور صلاۃ اللیل (تہجد) دو مختلف قسم کی نمازیں ہیں۔ لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں ایک ہیں...... صفات کے اختلاف کو نوعی اختلاف کی دلیل بنانا میرے نزدیک درست نہیں۔ حقیقت میں یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔ اول شب میں پڑھنے

کی وجہ سے اس کا نام تراویح ہوا اور آخری شب میں ادا کرنے کی وجہ سے اس کا نام تہجد ہوا اور جب ان دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف بھی ہے تو اس لحاظ سے اگر اس کے دو نام ہوں تو کیا تعجب ہے؟ ہاں! ان دونوں نمازوں کا متغائر النوع ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح کے ساتھ ساتھ نماز تہجد بھی ادا فرمائی (جبکہ یہ کہیں ثابت نہیں)۔" [فیض الباری : ۲/ ۴۲۰]

⑥ دیوبندی عالم رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں: "اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قیام رمضان (تراویح) اور قیام اللیل (تہجد) فی الواقع دونوں ایک ہی نماز ہیں کہ جو رمضان میں مسلمانوں کی آسانی کے لیے اول شب میں مقرر کر دی گئی ہے، مگر اب بھی عزیمت اسی میں ہے کہ آخر شب میں ادا کی جائے۔" [لطائف قاسمیہ : ۱۳-۱۷۔ مکتوب سوم]

⑦ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو "موطا امام محمد" میں "باب قیام شهر رمضان" کے تحت ذکر کیا ہے۔

⑧ دیوبندی عالم ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فتح القدیر شرح ہدایہ (۲۰۵/۱) میں لکھتے ہیں:

" اَنَّهُ مُخَالِفٌ لِلْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا "

"بیس رکعت والی روایت اس صحیح حدیث کے خلاف ہے، جس میں ہے کہ ابوسلمہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔"

لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مذکور نماز سے مراد نماز تراویح ہی ہے اور علمائے احناف بھی اسے تسلیم کرتے ہیں اور اس میں بیان کردہ رکعات نماز تراویح ہی کی ہیں۔

دوسری حدیث:

سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی میں تین راتیں تراویح کی جماعت کروائی، ان تین راتوں کا واقعہ بیان کرتے ہوئے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے

ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ماہ رمضان میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔'' [ابن حبان : ۲۴۰۹۔ ابن خزیمة : ۱/ ۴۵۳، ح : ۱۰۷۰۔ مسند أبي يعلى : ۱۸۰۲۔ المعجم الصغير للطبراني : ۵۲۵]

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی ''صحیح'' میں بیان کیا ہے، جو ان کے نزدیک صحیح ہونے کی علامت ہے اور ابن حجر نے اس حدیث کو ''فتح الباری'' میں بیان کر کے سکوت فرمایا ہے اور احناف کا یہ اصول ہے کہ ابن حجر کا سکوت فرمانا اس حدیث کے حسن ہونے کی علامت ہے۔ [دیکھیے اعلاء السنن کا مقدمہ]

ان کے علاوہ امام الذہبی نے اس کی سند کو بہترین، جبکہ الاعظمی اور الالبانی نے اسے حسن کہا ہے۔ حنفی علماء میں سے علامہ عینی حنفی نے ''عمدة القاری (۵۹۷/۳)'' میں، علامہ زیلعی حنفی نے ''نصب الرایہ (۲۹۳/۱)'' میں، ملا علی قاری حنفی نے ''مرقاة'' میں، علامہ ابن ہمام حنفی نے ''فتح القدیر'' میں اور علامہ عبد الحی حنفی لکھنوی نے ''تعلیق الممجد'' میں بیان کیا اور اسے قابل عمل قرار دیا ہے۔

تیسری حدیث:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ہی فرماتے ہیں: ''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی: ''اللہ کے رسول! آج رات (یعنی رمضان کی رات) مجھ سے ایک کام سرزد ہو گیا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابی! کون سا کام؟'' عرض کرنے لگے: ''میرے گھر کی خواتین نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں، لہٰذا ہم آپ کے ساتھ تراویح پڑھیں گی، تو میں نے انھیں آٹھ رکعات (تراویح) اور وتر پڑھائے۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''گویا رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند کیا اور کچھ نہیں کہا۔'' [مسند أبي يعلى : ۱۸۰۱، والنسخة الأخرى : ۱۹۷/۲، ۱۹۸، ح : ۱۷۹۵۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے]

چوتھی حدیث:

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم

داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات تراویح پڑھایا کریں۔'' [موطأ إمام مالك، كتاب الصلوة في رمضان، باب ما جاء في قيام رمضان : ٤۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٤٩٦/٢، ح : ٤٦١٦۔ مصنف ابن أبي شيبة : ١٦٤/٢، ح : ٧٦٧٠۔ شرح معاني الآثار للطحاوي : ١٦١٠]

یہ حدیث اس قدر صحیح ہے کہ میرے علم کے مطابق اس حدیث پر کسی نے کلام نہیں کیا۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز تراویح پڑھی ہے اس کی تعداد صرف اور صرف گیارہ رکعات ہے، اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔

بیس رکعات تراویح کے دلائل اور ان کی حیثیت:

آٹھ رکعات تراویح کے دلائل کے بعد ہم بیس رکعات تراویح کے قائلین کے دلائل پیش کرتے ہیں اور ان کی اسنادی حیثیت پیش کرتے ہیں، تاکہ قارئین کرام کو فیصلہ کرنے میں آسانی رہے۔ بیس رکعات تراویح کے قائلین کے دلائل تین طرح کے ہیں، یعنی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ وتابعین کے آثار اور اجماع امت اور یہ مندرجہ ذیل ہیں۔

① حدیث نبوی:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ » [مصنف ابن أبي شيبة : ١٦٦/٢، ح : ٧٦٩١۔ طبراني كبير، عن مقسم عن ابن عباس : ١٢١٠٢۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٤٩٦/٢، ح : ٤٦١٥ و قال الإمام البيهقي "تفرد به أبو شيبة إبراهيم بن عثمان العبسي الكوفي وهو ضعيف"]

''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔''

اس مرفوع حدیث کی سند پر اگر مفصل بحث ہو اور اس پر محدثین کرام کے اقوال کو پیش کیا جائے تو بات طویل ہو جائے گی، لہٰذا میں اس کے بارے میں صرف حنفی محققین کے اقوال پیش خدمت کرتا ہوں۔

① علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: ''یہ روایت امام ابو بکر بن ابی شیبہ کے دادا ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول (علت والی) ہے، کیونکہ اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اور ابن عدی نے ''الکامل'' میں اسے لین (کمزور) قرار دیا ہے۔ پھر یہ روایت اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے (جس میں ہے کہ ابو سلمہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اور اسے ہم نے آٹھ رکعات کی پہلی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے)۔'' [نصب الرایہ شرح الهدایه]

② ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر شرح الہدایہ میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یہ روایت ابو شیبہ کی وجہ سے ضعیف ہے، تمام محدثین اس کے ضعف پر متفق ہیں اور پھر یہ ایک صحیح حدیث (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا) کی مخالف بھی ہے۔''

③ علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے: ''امام ابن ابی شیبہ کے دادا قاضی واسط ابوشیبہ کی امام شعبہ نے تکذیب کی ہے اور امام احمد، ابن معین، بخاری اور نسائی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام ابن عدی نے اس کی بیان کردہ اس روایت کو اس کی مناکیر میں سے قرار دیا ہے۔''

④ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

" لَمْ يَثْبُتْ رِوَايَةُ عِشْرِيْنَ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا هُوَ الْمُتَعَارِفُ اِلَّا فِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَهُوَ ضَعِيْفٌ وَقَدْ عَارَضَهُ حَدِيْثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ " [فتح سر المنان]

''جو بیس تراویح مشہور و معروف ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور جو ابن ابی شیبہ میں بیس رکعات والی روایت ہے وہ ضعیف ہے اور یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے بھی مخالف ہے۔''

ان کے علاوہ مذکورہ روایت کو علامہ عبد الحی لکھنوی، انور شاہ کشمیری اور محمد زکریا کاندھلوی جیسے علمائے احناف نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ [نماز تراویح : ۳۶، ۳۷]

علمائے احناف کے مندرجہ بالا بیانات سے واضح ہوگیا کہ مذکورہ روایت سخت ضعیف اور استدلال کے لائق نہیں ہے۔

اس کے علاوہ سنن ابی داؤد کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے:

((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ، فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلّٰى فِيْ بَيْتِهٖ، فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ أُبَيٌّ أَبَقَ)) [أبو داود، كتاب الصلاة، باب القنوت في الوتر: ١٤٢٩]

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع کیا اور وہ لوگوں کو بیس راتیں تراویح پڑھاتے تھے اور دعائے قنوت صرف نصف اخیر میں کرتے تھے اور جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امامت چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھتے اور لوگ کہتے کہ ابی (رضی اللہ عنہ) بھاگ گئے ہیں۔''

اس روایت میں محل استشہاد یہ ہے کہ بعض نسخوں میں '' عِشْرِيْنَ لَيْلَةً '' کی جگہ ''عِشْرِيْنَ رَكْعَةً'' ہے۔ جیسے جامع المسانید والسنن (۱/۵۵) اور سیر اعلام النبلاء (۱/۴۰۰، ۴۰۱) میں ''عِشْرِيْنَ رَكْعَةً'' ہے۔ لیکن یہ روایت قابل عمل نہیں ہے۔ اس میں انقطاع ہے، کیونکہ حسن بن ابی الحسن البصری نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ [جامع المسانيد والسنن: ٤٨/١٨]

② صحابہ وتابعین کے آثار:

مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''نماز تراویح'' میں بیس رکعات تراویح والوں کے دلائل کے طور پر صحابہ وتابعین کے دس (۱۰) آثار تحریر کیے ہیں اور ہر ایک کی اسنادی حیثیت بھی واضح کی ہے اور آخر پر سب کی مجموعی حیثیت بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''انفرادی حیثیت سے تو بیس تراویح سے متعلقہ تمام آثار کی حالت ذکر کی جا چکی ہے کہ وہ ضعیف اور ناقابل حجت واستدلال ہیں، جبکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حدیث یا اثر ایک سند

سے تو ضعیف ہو لیکن اس کی بعض دیگر اسناد یا طرق ایسے بھی ہوں جن سے اس کی سند میں پایا جانے والا ضعف زائل ہوسکتا ہو، یا ضعف کا سبب ختم ہوسکتا ہو تو پھر ان احادیث یا آثار کی مجموعی حیثیت باہم مل کر تقویت اختیار کر جاتی ہے، لیکن بیس تراویح سے متعلقہ آثار باہم تقویت کی افادیت سے بھی عاری ہیں۔ چنانچہ علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ، جو دور حاضر میں بلاشبہ فن حدیث کے صف اول کے ماہر ہیں، وہ اپنی کتاب " صلوة التراويح " میں زیر عنوان: " هٰذِهِ الرِّوَايَاتُ لَا يُقَوِّىْ بَعْضُهَا بَعْضًا " لکھتے ہیں: ''(سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے، یا ان کے عہد خلافت سے متعلقہ) سابقہ روایات اپنی کثرت کے باوجود ایک دوسرے سے مل کر بھی تقویت اختیار نہیں کرتیں'' پھر آگے تفصیل سے وجوہات بیان کی ہیں۔'' [نماز تراويح : ٦٦، ٦٧]

③ اجماع امت:

بعض علماء کے حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیس رکعات پر اجماع امت ہو چکا ہے۔ صحیح حدیث کے مقابلے میں اجماع ہو ہی نہیں سکتا۔ اجماع کا اصول ہی یہ ہے کہ جہاں کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ملے وہاں اجماع کیا جاتا ہے، جبکہ تراویح کی تعداد کے متعلق صحیح احادیث موجود ہیں، جیسا کہ ہم نے ذکر کی ہیں۔

حافظ ابن حجر، علامہ عینی، امام شوکانی اور علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتابوں میں عہد خلافت راشدہ کے بعد والے مختلف لوگوں سے پندرہ مختلف اعداد پر عمل کرنا ثابت کیا ہے۔ اگر علمائے امت کا مختلف پندرہ اعداد پر عمل ہوتا رہا ہے تو اجماع کہاں اور کب ہوا؟

رکعات تراویح کی تعداد علمائے احناف کی نظر میں:

① علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر آپ سوال کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز تراویح تین راتوں میں پڑھائی تھی اس میں تعداد کا ذکر نہیں تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہمیں رمضان میں وتر کے علاوہ آٹھ تراویح پڑھائی تھیں۔" [عمدة القارى : ٥٩٧/٣]

② امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو موطأ امام محمد میں" باب قيام شهر رمضان" کے تحت ذکر کیا ہے اور اس کے آخر پر فرمایا: "ہمارا ان تمام احادیث پر عمل ہے۔"

اس پر مستزاد یہ کہ بیس رکعات کا ذکر تک نہیں کیا اور مولانا عبد الحئ حنفی لکھنوی نے "تعليق الممجد شرح موطأ امام محمد " میں اس حدیث کے بارے میں فرمایا: "یہ حدیث بہت صحیح ہے۔"

③ امام ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں: "ان تمام (دلائل) کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کا قیام (تراویح) سنت ہے، جو وتر سمیت گیارہ رکعات باجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔" [فتح القدير شرح الهدايه]

④ علامہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: "دراصل تراویح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، وہ (وتروں سمیت) گیارہ رکعات ہی ثابت ہے۔" [مرقاة شرح مشكوة : ١٧٥/٢]

⑤ علامہ عبد الحئ حنفی لکھنوی نے اپنی تین کتابوں میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے آٹھ رکعات تراویح ہی کو سنت قرار دیا ہے۔ [التعليق الممجد على موطأ إمام محمد : ١٣٨۔ عمدة الرعاية على شرح الوقاية : ٢٠٧/١۔ تحفة الأخيار : ٢٨۔ حاشية هداية : ١٥١/١]

⑥ محمد زکریا کاندھلوی (فضائل اعمال کے مصنف) نے لکھا ہے: "محدثین کے اصول کے مطابق بیس رکعات تراویح کی تعداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔" [أوجز المسالك شرح موطأ إمام مالك : ٣٩٠/١]

⑦ علامہ انور شاہ کشمیری اپنی تین کتابوں میں آٹھ رکعات تراویح کو سنت قرار دیتے ہیں، بلکہ بیس رکعات والی روایت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ بات تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح پڑھی ہے۔" [العرف الشذى : ٣٠٩۔ فيض البارى : ٤٢٠/١۔ كشف الستر : ٢٧]

⑧ بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے: ''جیسا کہ آج کل بیس رکعات تراویح کو سنت بتایا جا رہا ہے، یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ان کے حکم کے بموجب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل رہا، جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے حال سے خوب واقف تھیں۔'' [فتح سر المنان فی تائید مذہب النعمان : ۳۲۷۔ الحق الصریح للقاسمی]

⑨ علامہ نجم الدین نے لکھا ہے: ''ہمارے مشائخ کے اصول کے مطابق آٹھ رکعات تراویح سنت ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے وتر سمیت گیارہ رکعات تراویح ہی ثابت ہے۔''
[بحر الرائق : ۷۲/۲]

⑫⑪⑩ علامہ طحطاوی ''حاشیہ در المختار (۲۹۵/۱)'' میں، ابوالسعود ''شرح کنز الدقائق (۲۶۵)'' میں اور مولانا محمد حسن نانوتوی حاشیہ کنز الدقائق میں لکھتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے بیس تراویح نہیں پڑھیں، بلکہ آٹھ رکعات پڑھی ہیں۔''

⑬ شیخ عبدالحق دہلوی نے تین کتابوں میں لکھا ہے: ''صحیح یہی ہے کہ نبی ﷺ نے گیارہ رکعات تراویح پڑھی ہیں، جیسا کہ قیام اللیل میں ان کی عادت مبارکہ تھی۔'' [ما ثبت بالسنۃ : ۲۹۲۔ مدارج النبوۃ : ۴۶۵/۱۔ نفحات رشید بحوالہ مسلك الختام: ۲۸۹/۱]

⑭ احمد علی سہارنپوری نے لکھا: ''صحیح حدیث کی رو سے وتر سمیت نماز تراویح کی صرف گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں۔'' [عین الهدایہ : ۵۶۲۔ حاشیہ بخاری شریف : ۱۵۴/۱]

⑮ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے عمل سے (تراویح کی) گیارہ رکعات ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔'' [مصفی شرح موطأ مع مسوی : ۱۷۷/۱]

تراویح کے مسائل:

⌘ جب یہ ثابت ہو گیا کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے، تو تراویح کے مسائل وہی ہیں جو تہجد کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔

نمازِ وتر کا بیان

اس نماز کو وتر اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ طاق ہوتی ہے، یہ قیام اللیل کا حصہ ہے اور اس کے آخر پر پڑھی جاتی ہے، اسی نسبت سے قیام اللیل کو بھی وتر کہا جاتا ہے۔

نماز وتر کی اہمیت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ »[أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب کم الوتر ؟ : ۱٤۲۲۔ نسائی : ۱۷۱۱۔ ابن ماجه : ۱۱۹۰۔ صحیح]

''وتر ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَمَدَّکُمْ بِصَلَاةٍ، وَهِيَ خَيْرٌ لَّکُمْ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ، وَهِيَ الْوِتْرُ »[أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب استحباب الوتر : ۱٤۱۸۔ ترمذی : ٤٥۲۔ ابن ماجه : ۱۱٦۸۔ صحیح]

''اللہ تعالیٰ نے (نیکیاں حاصل کرنے میں) ایک نماز کے ذریعے تمھاری مدد فرمائی ہے، وہ نماز تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے۔''

⌘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ کَهَيْئَةِ الْمَکْتُوْبَةِ، لٰکِنَّهٗ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »[نسائی، کتاب قیام اللیل، باب الأمر بالوتر : ۱٦۷۷۔

ابن ماجه : ١١٦٩ـ صحيح]

''وتر فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہے، بلکہ یہ سنت ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا ہے۔''

⌘ وتر سفر و حضر ہر دو حال میں پڑھنے چاہئیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ سفر میں نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے، اسی طرف کو جدھر سواری کا رخ ہوتا، (رکوع و سجود) اشارہ سے کرتے تھے، لیکن فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے، وتر بھی سواری پر پڑھتے تھے۔'' [بخاری، كتاب الوتر، باب الوتر في السفر : ١٠٠٠ـ مسلم : ٣٩/ ٧٠٠]

نماز وتر کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ)) [ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء أن الوتر ليس بحتم : ٤٥٣ـ أبوداؤد : ١٤١٦ـ صحيح]

''اللہ تعالیٰ وتر (اکیلا) ہے اور نماز وتر کو پسند فرماتا ہے۔''

نماز وتر کا وقت:

⌘ وتر قیام اللیل کا حصہ ہے، نماز عشاء کا حصہ نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے ہاں سمجھا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلَى اَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ)) [ترمذی، كتاب الوتر، باب ما جاء في فضل الوتر : ٤٥٢ـ أبوداؤد : ١٤١٨ـ صحيح]

''اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے نماز وتر کا وقت نماز عشاء سے طلوع فجر تک مقرر کیا ہے۔''

⌘ وتر عشاء کے بعد سے فجر تک کسی وقت بھی ادا کیے جا سکتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهُ اِلَى السَّحَرِ » [بخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر : ۹۹۶۔ مسلم : ۷٤٥]

''رسول ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور اخیر میں آپ کا وتر پڑھنا صبح کے قریب پہنچا۔''

⌘ تہجد نہ بھی ادا کرنی ہو تو بھی وتر پڑھنے چاہییں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی اکرم ﷺ تہجد پڑھتے اور میں بستر پر آپ کے سامنے سوئی ہوتی، جب آپ وتر کا ارادہ کرتے تو مجھے جگا دیتے تو میں بھی وتر پڑھتی۔'' [بخاری، کتاب الوتر، باب إیقاظ النبی ﷺ أهله بالوتر : ۹۹۷۔ مسلم : ٥١٢/٢٦٨]

⌘ نماز وتر کا افضل وقت رات کا آخری پہر ہے، لیکن آخری پہر بیدار نہ ہونے والے کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ خَافَ اَنْ لَا يَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهُ [ثُمَّ لِيَرْقُدْ] وَ مَنْ طَمِعَ اَنْ يَقُوْمَ آخِرَهُ، فَلْيُوْتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ، وَذٰلِكَ اَفْضَلُ » [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب من خاف أن لا یقوم ...... الخ : ۷٥٥، ۱٦٣/ ۷٥٥]

''جسے رات کے آخری حصہ میں بیدار ہونے کی امید نہ ہو، وہ پہلے حصہ میں وتر پڑھ کر سو جائے اور جسے لالچ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں قیام کرے تو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصے کی نماز میں (فرشتے) حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔''

⌘ تہجد پڑھنے والے کو سب سے آخر میں وتر پڑھنے چاہییں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا » [بخاری، کتاب الوتر، باب لیجعل آخر صلاته وترًا : ۹۹۸۔ مسلم : ۷٥١/١٥١]

''نماز تہجد کے آخر پر وتر پڑھو۔''

✽ کسی مجبوری کی وجہ سے وتر رہ جائیں تو نماز فجر سے پہلے وتر پڑھے جا سکتے ہیں۔ محمد بن المنتشر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: ''کیا اذان کے بعد وتر پڑھنا جائز ہے؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''ہاں! اور اقامت کے بعد بھی (یعنی جماعت کے بعد، کیونکہ اقامت کے بعد نماز جائز نہیں)۔'' [نسائی، کتاب قیام اللیل، باب الوتر بعد الأذان : ١٦٨٦۔ صحیح]

وتر کے بعد نماز:

✽ کوئی شخص رات کو وتر پڑھ کر سو گیا، پھر اسے صبح تہجد کے وقت جاگ آ گئی تو وہ دو رکعت نماز پڑھ سکتا ہے، کیونکہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر نماز پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعات (وتر سمیت) پڑھتے تھے...... پھر سلام پھیرنے کے بعد دو رکعات بیٹھ کر ادا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل ومن...... الخ : ٧٤٦]

✽ وتر کے بعد نماز جائز ہے، لیکن اس کے بعد دوبارہ وتر پڑھنا جائز نہیں۔ قیس بن طلق فرماتے ہیں: ''رمضان میں ایک دن سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ ملنے کے لیے ہمارے پاس تشریف لائے اور افطاری ہمارے ساتھ کی، پھر ہمیں رات کو تراویح اور وتر پڑھائے، پھر مسجد کی طرف گئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی تراویح پڑھائی، جب وتر باقی رہ گیا تو دوسرے آدمی کو آگے کرتے ہوئے فرمایا: ''اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ''ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب فی نقض الوتر : ١٤٣٩۔ نسائی : ١٦٨٠۔ ترمذی : ٤٧٠۔ صحیح]

اس روایت میں اگرچہ وتر کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ نماز پڑھنے کا جواز ہے، لیکن یہ روایت موقوف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو رکعت پڑھنا ہی ثابت ہے، اس لیے دو رکعت پر اکتفا کرنے ہی میں خیر ہے۔

رکعاتِ وتر کی تعداد:

- نماز وتر کی مختلف رکعات صحیح احادیث سے ثابت ہیں، یعنی ایک رکعت، تین رکعات، پانچ رکعات، سات رکعات اور نو رکعات۔ انھیں پڑھنے کا طریقہ درج ذیل ہے۔

ایک رکعت پڑھنے کا طریقہ:

- ایک رکعت وتر کا طریقہ یہ ہے کہ ایک رکعت پڑھیں اور سلام پھیر دیں۔
- بعض لوگ ایک رکعت وتر کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، جبکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

  «صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلّٰى» [بخاری، کتاب الوتر، باب ما جاء في الوتر: ۹۹۰]

  ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے، پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو وہ ایک رکعت پڑھ لے، وہ ایک رکعت اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔''

بعض لوگ ایک عجب اعتراض کرتے ہیں کہ نبی ﷺ تو تہجد کے ساتھ ایک وتر پڑھتے تھے، تہجد کے بغیر ایک وتر ثابت کرو، تو سیدنا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد صرف ایک رکعت وتر پڑھا اور وہاں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام بھی موجود تھا، اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر انھیں یہ واقعہ بتایا، تو انھوں نے فرمایا: ''انھیں چھوڑ دو، وہ صحابی رسول ہیں (اور ایک روایت میں ہے) اور وہ فقیہ ہیں۔''
[بخاری، کتاب المناقب، باب ذکر معاویة رضی الله عنه: ۳۷۶۴، ۳۷۶۵]

تین رکعات پڑھنے کا طریقہ:

- تین رکعات وتر پڑھتے ہوئے مغرب کی مشابہت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُوتِرُوا بِثَلَاثٍ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ))[مستدرك حاكم : ۳۰۴/۱، ح : ۱۱۳۸۔ ابن حبان : ۲۴۲۹۔ اس حدیث کو امام حاکم اور الذہبی نے بخاری و مسلم کی شرط پر، جبکہ شعیب الارنؤوط نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

''تین رکعات وتر نہ پڑھو اور نماز مغرب کی مشابہت نہ کرو۔''

⌘ مغرب کی مشابہت سے دو طریقوں سے بچا جا سکتا ہے، ایک یہ کہ تین رکعات اکٹھی پڑھی جائیں، بیچ میں تشہد نہ بیٹھا جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعات وتر ادا کیے اور بیچ میں کوئی تشہد نہیں کیا۔ [مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب صلوة الليل ...... الخ : ۷۳۷]

لہٰذا تین رکعات بھی اس طرح پڑھی جائیں کہ بیچ میں تشہد نہ بیٹھا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ کہ دو رکعات الگ پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے، پھر ایک رکعت الگ پڑھی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رات کی نماز دو دو رکعات پڑھو، جب ختم کرنے لگو تو ایک رکعت پڑھ لو۔''

[بخاری، کتاب الوتر، باب ما جاء في الوتر : ۹۹۳۔ مسلم : ۷۴۹]

پانچ رکعات وتر پڑھنے کا طریقہ:

⌘ پانچ رکعات وتر میں صرف آخری رکعت میں تشہد بیٹھیں اور سلام پھیر دیں، بیچ میں ہرگز تشہد نہ بیٹھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ رکعات وتر پڑھتے، تو صرف آخری رکعت میں تشہد بیٹھتے تھے۔''[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل ...... الخ : ۷۳۷]

سات رکعات وتر پڑھنے کا طریقہ:

⌘ سات رکعات وتر پڑھنے کے دو طریقے بیان ہوئے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((صَلَّى سَبْعَ رَكَعَاتٍ، لَا يَقْعُدُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) [نسائي، كتاب قيام الليل، باب كيف الوتر بسبع ؟ : ۱۷۱۹۔ صحيح]

''رسول اللہ ﷺ سات رکعات وتر پڑھتے، صرف آخر پر تشہد بیٹھتے تھے۔''

⌘ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ سات رکعات وتر اس طرح پڑھتے کہ چھٹی رکعت پر تشہد بیٹھتے لیکن سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے، پھر ساتویں رکعت ادا کرتے، پھر سلام پھیرتے۔'' [نسائی، کتاب قیام اللیل، باب کیف الوتر بسبع ؟ : ١٧٢٠ ۔ صحیح]

نو رکعات پڑھنے کا طریقہ:

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نو رکعات وتر پڑھتے اور صرف آٹھویں رکعت پر تشہد بیٹھتے، اللہ کا ذکر کرتے، اس کی تعریف کرتے اور اس سے دعا کرتے، پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے، پھر نویں رکعت ادا کرتے، پھر بیٹھتے، اللہ کا ذکر کرتے، اس کی تعریف کرتے اور اس سے دعا کرتے، پھر سلام پھیرتے۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل...... الخ : ٧٤٦]

وتروں میں قراءت:

⌘ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ وتروں (کی پہلی رکعت) میں سورۃ الاعلیٰ، (دوسری رکعت میں) سورۃ الکافرون اور (تیسری رکعت میں) سورۃ الاخلاص پڑھا کرتے تھے۔'' [ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فیما یقرأ فی الوتر : ١١٧١، ١١٧٢ ۔ أبو داوٗد : ١٤٢٣ ۔ نسائی : ١٧٣٠ ۔ صحیح]

قنوتِ وتر کب کرنی چاہیے؟:

⌘ نماز وتر میں قنوت رکوع سے پہلے کرنی چاہیے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ »

[ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فی القنوت قبل الرکوع و بعدهٗ : ١١٨٢ ۔ صحیح ۔ بخاری : ١٠٠٢ ۔ مسلم : ٦٧٧/٣٠١]

''رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں قنوت رکوع سے پہلے کیا کرتے تھے۔''

قنوتِ وتر کی دعائیں:

✽ قنوت وتر کے لیے مندرجہ ذیل دعائیں ثابت ہیں:

① « اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ، وَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ » [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب القنوت فی الوتر : ١٤٢٥۔ نسائی : ١٧٤٦۔ ترمذی : ٤٦٤۔ ابن ماجه : ١١٧٨۔ بیھقی : ٢٠٩/٢۔ صحیح]

”اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں میں شامل کر لے جنھیں تو نے ہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل کر لے جنھیں تو نے عافیت بخشی ہے اور مجھے اپنا دوست بنا کر ان لوگوں میں شامل کر لے جنھیں تو نے اپنا دوست بنایا ہے اور جو کچھ تو نے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور اس شر سے مجھے محفوظ رکھ جس کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے، بلاشبہ تو ہی فیصلے صادر کرتا ہے، تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا، وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا جس کا تو والی بن جائے اور وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا جس کا تو دشمن بن جائے۔ اے ہمارے رب! تو ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے۔“

② قنوتِ وتر میں یہ دعا بھی ثابت ہے:

« اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ، اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ » [أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب القنوت فی الوتر : ١٤٢٧۔ نسائی : ١٧٤٨۔ ترمذی : ٣٥٦٦۔ ابن ماجه : ١١٧٩۔ صحیح]

اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور تیری

بخشش کے ساتھ تیری پکڑ سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ تجھ سے، میں تیری مکمل ثنا بیان نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی ثنا بیان کی ہے۔"

- سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ دعائے قنوت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے تھے۔ [صحیح ابن خزیمة : ۱/۲٦۸، ح : ۱۱۰۰۔ إسناده صحيح]

وتروں کے بعد کی دعا:

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر سے جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ یہ کلمات پڑھتے:

«سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ»

"پاک ہے بادشاہ، نہایت پاک۔"

تیسری مرتبہ ذرا لمبا کر کے اور بلند آواز سے پڑھیں۔ [أبو داؤد، كتاب الوتر، باب في الدعاء بعد الوتر : ۱٤۳۰۔ نسائي : ۱۷۳۵، ۱۷۳٤۔ صحيح]

وتر کی قضا:

- اگر رات کو وتر رہ جائیں تو بعد میں پڑھ لینے چاہییں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا ذَكَرَهُ»

[أبو داؤد، كتاب الوتر، باب في الدعاء بعد الوتر : ۱٤۳۱۔ صحيح]

"جو شخص وتروں کے لیے بیدار نہ ہو سکا، یا وتر پڑھنا بھول گیا، تو جب اسے یاد آئے ضرور پڑھے۔"

- رات کو نیند کی وجہ سے وتر وغیرہ رہ جائیں تو طلوع آفتاب کے بعد ادا کر لے۔ تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ» [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض : ۷٤۷]

"جس شخص کا رات کا کوئی ورد یا کوئی اور چیز سونے کی وجہ سے رہ جائے، تو وہ

نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لے، تو اس کے لیے ایسے ہی شمار ہو گا جیسے اس نے وہ عمل رات ہی میں کیا۔"

* جس آدمی کی نماز تہجد رہ جائے اور وہ دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« اِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ اَوْ مَرِضَ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً »

[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض : ١٤١/٧٤٦]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی جاگ نہ آتی، یا آپ بیمار ہوتے تو دن میں بارہ رکعات پڑھ لیتے۔"

نمازِ اشراق

اس نماز کے مختلف اوصاف کی وجہ سے مختلف تین نام ہیں:

اشراق: سورج طلوع ہونے کا وقت۔

ضحیٰ : روشنی ہونے کی وجہ سے۔

اوابین: وہ وقت جب اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگ جائیں۔

اشراق کی اہمیت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِىءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى» [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى...... الخ : ٧٢٠]

”جب کوئی آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے لیے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے، پس ”سبحان اللہ“ کہنا صدقہ ہے، ”الحمد للہ“ کہنا صدقہ ہے، ”لا الہ الا اللہ“ کہنا صدقہ ہے، ”اللہ اکبر“ کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے نماز اشراق کی دو رکعات کافی ہیں۔“

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَ مَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ » [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى فضل المشى إلى الصلاة : ٥٥٨۔ حسن]

''جو شخص گھر سے باوضو فرض نماز کے لیے نکلے اسے احرام باندھ کر حج کو جانے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جو باوضو نماز ضحیٰ کے لیے نکلتا ہے اور صرف اسی مقصد کے لیے نکلا تو اسے عمرہ کے لیے جانے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔''

⌘ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوتَ : صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ » [بخارى، كتاب التهجد، باب صلاة الضحى فى الحضر : ١١٧٨۔ مسلم: ٧٣١]

''میرے دوست (رسول اللہ ﷺ) نے مجھے تین کاموں کی وصیت فرمائی، جنھیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا، وہ یہ کہ ہر ماہ تین روزے رکھوں، نماز اشراق کا اہتمام کروں اور سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔''

⌘ نماز ضحیٰ اور اشراق ہی نماز اوابین ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُحَافِظُ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى إِلَّا أَوَّابٌ، قَالَ وَهِيَ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ»

[ابن خزيمة : ٥٢٥/١، ح : ١٢٢٤۔ مستدرك حاكم : ٣١٤/١، ح : ١١٨٢۔ امام حاکم اور امام الذہبی نے اسے ''صحيح على شرط مسلم'' کہا اور علامہ الالبانی نے حسن کہا ہے]

''بہت زیادہ نیک آدمی ہی نماز اشراق کی حفاظت کر سکتا ہے اور یہی نماز اوابین ہے۔''

اشراق کا وقت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَلَاةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ »[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الأوابين حين ترمض الفصال : ٧٤٨]

”نمازِ اوابین (اشراق) کا وقت وہ ہے جب اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگتے ہیں۔“

نماز اشراق کا وقت مکمل طلوع آفتاب سے لے کر زوال تک ہے۔

نمازِ اشراق کی رکعات:

⌘ نماز اشراق کی دو، چار، چھ اور آٹھ رکعات ثابت ہیں، جتنی چاہیں پڑھ لیں۔[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى...... الخ : ٧١٩، ٣٣٦، بعد الحديث : ٧١٩، ٧٢١۔ إرواء الغليل : ٤٦٣۔ صحيح]

سفر میں نمازِ اشراق:

⌘ سفر میں بھی نماز اشراق ادا کرنی چاہیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ”میرے دوست (رسول اللہ ﷺ) نے مجھے تین کاموں کی وصیت فرمائی، جنھیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا، وہ یہ کہ ہر ماہ تین روزے رکھوں، نمازِ اشراق کا اہتمام کروں اور سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔“[بخاري، كتاب التهجد، باب صلاة الضحى في الحضر : ١١٧٨۔ مسلم : ٧٢١]

نماز تسبیح کا بیان

⌘ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے عباس! اے میرے چچا جان! کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کچھ عنایت نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کوئی تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ کو دس اچھی خصلتوں والا نہ بنا دوں؟ کہ جب آپ یہ عمل کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، خطأً اور عمداً کیے گئے تمام چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف فرما دے؟ (وہ عمل یہ ہے کہ) جب آپ چار رکعات نفل ادا کریں گے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھیں اور جب آپ قراءت سے فارغ ہو جائیں تو قیام ہی کی حالت میں یہ کلمات پندرہ (۱۵) بار پڑھیں: «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ» پھر آپ رکوع میں جائیں (اور رکوع کی تسبیحات سے فارغ ہو کر) رکوع ہی میں ان کلمات کو دس بار پڑھیں، پھر آپ رکوع سے اٹھ کر (سمع اللہ لمن حمدہ وغیرہ سے فارغ ہو کر) ان کلمات کو دس بار دہرائیں، پھر سجدہ میں جائیں (اور تسبیحات سے فارغ ہو کر) ان کلمات کو دس بار پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور جلسہ کی دعا پڑھ کر) دس بار انھی کلمات کو پڑھیں اور پھر دوسرے سجدہ میں چلے جائیں پھر دس بار یہ تسبیح پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور جلسۂ استراحت میں) دس بار یہ تسبیح

دہرائیں۔ یہ ایک رکعت میں کل پچھتر (۷۵) تسبیحات ہوئیں، اسی طرح ان چاروں رکعات میں یہ دہرائیں۔ اگر آپ طاقت رکھتے ہوں تو یہ نماز تسبیح روزانہ ایک بار پڑھیں، اگر آپ ایسا نہ کر سکیں تو ہر جمعہ میں (یعنی ہر ہفتہ میں) ایک بار ادا کر لیں، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار، اگر سال میں بھی ایک بار ادا نہ کر سکتے ہوں تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں۔'' [أبو داؤد، کتاب التطوع، باب صلاۃ التسبیح : ۱۲۹۷۔ ترمذی : ۴۸۲۔ ابن ماجہ : ۱۳۸۶۔ صحیح]

- ان چار رکعتوں میں درمیانہ تشہد بھی کیا جائے گا اور تشہد میں تسبیحات تشہد کے بعد پڑھنی چاہییں۔
- نماز تسبیح کی جماعت سنت سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا اسے فرداً فرداً ہی ادا کرنا چاہیے۔

سبھی نمازیں

نمازِ استخارہ کا بیان:

⌘ کوئی بھی اہم کام کرنا ہو تو اس سے پہلے لازمی طور پر استخارہ کرنا چاہیے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام کاموں میں استخارہ کرنے کی تعلیم اس طرح دیتے جس طرح ہمیں قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

« إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ »

[بخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی: ۱۱٦۲، بعد الحديث : ۱۱۷۱]

''تم میں سے کوئی شخص جب کسی اہم کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعات پڑھے، پھر یہ (استخارہ کی) دعا پڑھے۔''

⌘ استخارہ یہ ہے کہ گویا بندہ اپنے کسی کام میں اللہ تعالیٰ، جو علام الغیوب ہے، اس سے مشورہ کر رہا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام نکاح ملنے پر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

« مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي، فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا »[مسلم، كتاب النكاح، باب زواج زينب بنت جحش : ۳۵۰۲]

''میں اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر کچھ نہیں کروں گی۔'' پھر وہ (استخارہ کے لیے) نماز پڑھنے لگیں۔''

⌘ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر مندرجہ ذیل دعا پڑھ لیں:

« اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ

فَضۡلِكَ الۡعَظِيۡمِ، فَإِنَّكَ تَقۡدِرُ وَلَا أَقۡدِرُ، وَ تَعۡلَمُ وَلَا أَعۡلَمُ، وَأَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ، اَللّٰهُمَّ إِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ أَنَّ هٰذَا الۡأَمۡرَ خَيۡرٌ لِّيۡ فِيۡ دِيۡنِيۡ وَمَعَاشِيۡ وَعَاقِبَةِ أَمۡرِيۡ فَاقۡدُرۡهُ لِيۡ، وَ يَسِّرۡهُ لِيۡ ثُمَّ بَارِكۡ لِيۡ فِيۡهِ، وَ إِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ أَنَّ هٰذَا الۡأَمۡرَ شَرٌّ لِّيۡ فِيۡ دِيۡنِيۡ وَمَعَاشِيۡ وَعَاقِبَةِ أَمۡرِيۡ فَاصۡرِفۡهُ عَنِّيۡ وَاصۡرِفۡنِيۡ عَنۡهُ، وَاقۡدُرۡ لِيَ الۡخَيۡرَ حَيۡثُ كَانَ، ثُمَّ أَرۡضِنِيۡ بِهٖ ›› [بخاری، كتاب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى : ۱۱٦۲، بعد الحديث: ۱۱۷۱]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعے خیر مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری قدرت کے ذریعے طاقت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیرا عظیم فضل مانگتا ہوں، بلاشبہ تو قدرت رکھتا ہے میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! تیرے علم کے مطابق اگر یہ کام (اپنے کام کا نام لے) میرے لیے میرے دین، میری معاش اور میرے کام کے انجام میں بہتر ہے تو اسے میرا مقدر بنا دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے، پھر میرے لیے اس میں برکت ڈال دے اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین، میری معاش اور میرے کام کے انجام میں برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور بھلائی کو جہاں بھی ہو میرے مقدر میں کر دے، پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔''

اس دعا کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور اپنے کام کا نام لے۔''

- استخارہ دن اور رات کے کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب ضرورت پڑی تو فوراً استخارہ کے لیے کھڑی ہو گئیں۔
- بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب آدمی سونے لگے تو دو رکعت نماز پڑھے اور استخارہ کی مخصوص دعا پڑھے اور قبلہ رخ ہو کر سو جائے، اگر ایک روز میں دل مطمئن نہ ہو تو مسلسل سات روز تک ایسا ہی کرے، حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

- استخارہ ضرورت مند آدمی کو خود کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص جب کسی اہم کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعات پڑھے؛ پھر یہ (استخارہ کی) دعا پڑھے۔" [بخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی : ۱۱٦۲، بعد الحدیث : ۱۱۷۱]

- بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بنا لیا ہے کہ فلاں بزرگ سے استخارہ کروائیں گے تو ہمیں کوئی پکی بات مل جائے گی۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے استخارہ کو کاروبار بنا لیا ہے اور جگہ جگہ اس کے اڈے بن گئے ہیں۔ ان کے استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کچھ دعائیں پڑھ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں، کچھ دیر کے بعد سائل کو جواب دے دیتے ہیں اور انھوں نے اسے مکاشفہ کا نام دے رکھا ہے۔ بعض ٹیلی ویژن چینل اس کی تشہیر کر رہے ہیں۔ جاہل اور کمزور عقیدہ لوگوں کی اکثریت اس فراڈ کا شکار ہو رہی ہے۔ اسے شیطانی کھیل کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا اور یہ لوگوں کے ایمان کے لیے زہر ہلاہل سے زیادہ خطرناک ہے۔
- بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بنا لیا ہے کہ استخارہ کرنے سے آدمی کو رات خواب میں صحیح صورتحال نظر آ جاتی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ استخارہ کرنے سے اللہ تعالیٰ آدمی کا سینہ کھول دیتا ہے اور کسی ایک جانب اس کی توجہ مبذول کر دیتا ہے اور جو چیز اس کے لیے بہتر ہوتی ہے اس کے لیے آسانیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں اور رہی بات خواب کی تو خواب بھی آ سکتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں۔
- استخارہ ایک کام کے لیے ایک سے زیادہ دفعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔
- استخارہ کے ساتھ ساتھ اصحاب الخیر سے مشورہ بھی کرتے رہنا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ﴾ [آل عمران : ۱۵۹]

"اپنے کام میں ان (اپنے اصحاب) سے مشورہ کیجیے، پھر جب آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسا (کر کے کام) کیجیے۔"

نمازِ استسقاء کا بیان

قحط سالی کیوں ہوتی ہے؟:

⌘ قحط سالی، یعنی بارش نہ ہونا عذاب الٰہی ہے، اس کے اسباب میں سے ماپ تول میں کمی کرنا اور زکاۃ ادا نہ کرنا ہے۔

⌘ گناہوں کے باوجود بارش حیوانات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرُ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا » [مستدرك حاكم :٤/٥٤٠، ح : ٨٦٢٣۔ إسناده حسن لذاته، حفص بن غيلان صدوق، ثقة، حسن الحديث، وثقه الجمهور]

''جب کوئی قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے تو اسے قحط سالی، سخت محنت اور سلطان کے جبر وستم کے ذریعے عذاب دیا جاتا ہے اور جب لوگ زکاۃ ادا نہ کریں تو بارش روک دی جاتی ہے اور اگر حیوانات نہ ہوتے تو (ایسے لوگوں پر) قطعاً بارش نہ ہوتی۔''

قحط سالی کے وقت کرنے کے کام:

⌘ شریعت نے ایسے کام بھی بتائے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ختم ہوجاتا ہے، اس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور بارش برستی ہے، مثلاً:

① گناہوں کی معافی مانگنا اور استغفار کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴾

[نوح : ۱۰، ۱۱]

"پس میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔"

② اللہ کا ڈر اور تقویٰ اختیار کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾

[الأعراف : ۹۶]

"اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے، تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔"

③ معاشرے میں قرآن وسنت کا نفاذ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ﴾ [المائدة : ٦٦]

"اگر یہ (یہود ونصاریٰ) تورات، انجیل اور دوسری کتب کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی تھیں، انھیں نافذ کرتے، تو ضرور اپنے اوپر کی جانب سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔"

④ زیادہ سے زیادہ صدقہ کرنا چاہیے، کیونکہ صدقہ اللہ کے غصہ کو ختم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا واقعہ بیان فرمایا جو اپنے باغ کے پھل کے تین حصے کرتا تھا، ایک باغ پر خرچ کرتا، دوسرا گھر کے اخراجات کے لیے رکھتا اور تیسرا حصہ اللہ کے راستے میں دے دیتا تھا، اسی وجہ سے خاص اس کے باغ کو سیراب کرنے کے لیے بادل بارش برساتا تھا۔ [مسلم، كتاب الزهد، باب فضل الإنفاق على المساكين وابن السبيل : ۲۹۸٤]

⑤ پھر عجز وانکسار کے ساتھ اللہ سے بارش کی دعا مانگنی چاہیے۔ آج مسلمان بارش کے لیے دعا کرتے ہیں، نماز استسقاء ادا کرتے ہیں لیکن بارش نہیں ہوتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ

ہم دعا تو کرتے ہیں لیکن خود کو بدلنے اور گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ضروری ہے کہ سب سے پہلے مرض کے اصل اسباب کو دور کیا جائے۔

بارش طلب کرنے کے طریقے:

⌘ بارش طلب کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک دعا کرنا اور دوسرا نماز ادا کرنا اور اسی کو نماز استسقاء کہا جاتا ہے۔

بارش کے لیے دعا کرنے کے مواقع:

⌘ اگر مسلمانوں کو بارش کی ضرورت ہو تو اس کے لیے اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دیہاتی آدمی جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا (اور آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے)، اس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! جانور ہلاک ہو گئے، اہل و عیال تباہ ہو گئے اور لوگ مصیبت میں پڑ گئے (لہٰذا آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہم پر بارش برسائے)۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔'' [بخاری، كتاب الاستسقاء، باب رفع الناس أيديهم مع الإمام في الاستسقاء : ١٠٢٩، ١٠١٤۔ مسلم : ٨٩٧]

⌘ ضرورت کے وقت کسی بھی وقت بارش کی دعا کی جا سکتی ہے۔ سیدنا کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ سے بارش کی دعا کریں۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔'' [ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في الدعاء في الاستسقاء : ١٢٦٩۔ مستدرك حاكم : ٣٢٨/١، ح : ١٢٢٦]

⌘ بارش کی دعا خطبہ جمعہ میں کی جائے تو بہتر ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے کہنے پر خطبہ جمعہ کے درمیان دعا کی۔

دعائے استسقاء کا طریقہ:

⌘ بارش کے لیے انفرادی طور پر دعا مانگنا بھی جائز ہے، جیسا کہ اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ ایک آدمی کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ نے بارش کی دعا مانگی تھی۔

⌘ بارش کی دعا اجتماعی طور پر کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے دوران میں منبر پر دعا فرمائی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دعا کی۔

⌘ بارش کی دعا کسی نیک آدمی سے بھی کروائی جا سکتی ہے، جیسا کہ ایک صحابی کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی۔

⌘ دعائے استسقاء میں اس قدر ہاتھ اٹھانے چاہییں کہ آدمی کی بغلیں نظر آنے لگیں، سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ، حَتّٰى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ))[مسلم، كتاب الاستسقاء، باب رفع اليدين بالدعاء في الاستسقاء : ٨٩٥]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس قدر ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔''

استسقاء کی دعائیں:

⌘ استسقاء کے لیے درج ذیل دعائیں ثابت ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے:

① ((اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا))[بخاري، كتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء في المسجد الجامع : ١٠١٣]

''اے اللہ! ہمیں پانی پلا، اے اللہ! ہمیں پانی پلا، اے اللہ! ہمیں پانی پلا۔''

② ((اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ))
[أبو داود، كتاب صلوة الاستسقاء، باب رفع اليدين في الاستسقاء : ١١٦٩۔ صحيح]

''اے اللہ! ہمیں پانی پلا، ہمارے اوپر ایسی بارش نازل کر جو ہماری تشنگی ختم کر دے، ہلکی پھوار بن کر غلہ اگانے والی، نفع بخش ہو، نقصان دینے والی نہ ہو، جلدی آنے والی ہو نہ کہ دیر لگانے والی۔''

③ « اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ »
[أبو داؤد، كتاب صلوة الاستسقاء، باب رفع اليدين في الاستسقاء : ١١٧٦۔ حسن]

''اے اللہ! اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلا اور اپنی رحمت پھیلا دے اور اپنے مردہ (بنجر) شہروں کو زندہ (آباد) کر دے۔''

④ « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ »
[أبو داؤد، كتاب صلوة الاستسقاء، باب رفع اليدين في الاستسقاء : ١١٧٣۔ حسن]

''تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے، بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اے اللہ! تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم فقیر و محتاج ہیں، ہمارے اوپر بارش برسا اور جو بارش تو برسائے اسے ہمارے لیے ایک مدت تک قوت اور (مقاصد تک) پہنچنے کا ذریعہ بنا۔''

نماز استسقاء کا وقت:

⌘ نمازِ استسقاء کا وقت طلوع آفتاب کے فوراً بعد ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
''لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے قحط سالی کی شکایت کی، تو آپ ﷺ کے حکم سے عیدگاہ میں منبر رکھ دیا گیا اور آپ نے لوگوں کے نکلنے کے لیے ایک دن مقرر کر دیا، اس دن رسول اللہ ﷺ اس وقت نکلے جب سورج طلوع ہو چکا تھا،

پس آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، پھر اللہ کی کبریائی اور حمد وثنا کی...... پھر یہ دعا کرنے لگے:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ، اَللّٰهُمَّ ! اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ، اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ »

''تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے، بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اے اللہ! تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم فقیر ومحتاج ہیں، ہمارے اوپر بارش برسا اور جو بارش تو برسائے اسے ہمارے لیے ایک مدت تک قوت اور (مقاصد تک پہنچنے کا) ذریعہ بنا۔''

پھر آپ نے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر لوگوں کی طرف پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر کو پلٹایا، پھر لوگوں کی طرف چہرہ کیا، پھر نیچے اتر کر دو رکعات نماز پڑھائی۔'' [أبو داوٗد، کتاب صلوة الاستسقاء، باب رفع الیدین فی الاستسقاء : ۱۱۷۳۔ حسن]

نماز استسقاء کہاں ادا کرنی چاہیے؟:

- نمازِ استسقاء آبادی سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے۔

نماز استسقاء کے آداب:

- نمازِ استسقاء کے لیے تمام لوگوں کو جمع ہونا چاہیے۔ [أبو داوٗد، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب رفع الیدین فی الاستسقاء : ۱۱۷۳]

⌘ پرانے کپڑوں میں، عجز و انکسار کی حالت میں جانا چاہیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا »

[أبو داؤد، كتاب صلوة الاستسقاء، باب جُمَّاع أبواب صلاة الاستسقاء وتفريعها : ١١٦٥۔ ترمذي : ٥٥٨۔ نسائي : ١٥٠٧۔حسن]

''رسول اللہ ﷺ نماز استسقاء کے لیے پرانے کپڑوں میں اور عجز و انکسار کی حالت میں باہر گئے۔''

⌘ نماز استسقاء کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہے۔ [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء قائما : ١٠٢٢]

⌘ سب سے پہلے امام منبر پر بیٹھ کر خطبہ دے، جس میں اللہ کی تعریفیں ہوں اور اپنی کمزوری اور بے بسی کا اعتراف ہو، جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے۔

⌘ پھر قبلہ رخ ہو کر امام (اوپر لی ہوئی) اپنی چادر پلٹے، جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے۔

⌘ امام کے ساتھ لوگ بھی اپنی چادریں الٹ دیں۔ [مسند أحمد : ٤١/٤، ح : ١٦٥٧٩۔ إرواء الغليل : ٦٧٦۔حسن]

چادر پلٹنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ دائیں ہاتھ سے کمر کے پیچھے سے چادر کا نیچے والا بایاں کنارہ پکڑیں اور بائیں ہاتھ سے کمر کے پیچھے سے چادر کا نیچے والا دایاں کنارہ پکڑ کر اس طرح پلٹیں کہ چادر کا دایاں کنارہ بائیں طرف، بایاں کنارہ دائیں طرف، اوپر والا نیچے اور نیچے والا اوپر ہو جائے۔ اگر یہ مشکل ہو تو دوسرا طریقہ اختیار کر لیں۔ وہ یہ کہ دائیں ہاتھ سے گردن کے اوپر سے چادر کا بایاں کنارہ پکڑ لیں اور بائیں ہاتھ سے گردن کے اوپر سے چادر کا دایاں کنارہ پکڑ لیں۔ اس طرح پلٹیں کہ دایاں بائیں کندھے پر اور بایاں دائیں کندھے پر آ جائے۔ [أبو داؤد، كتاب صلاة الاستسقاء، باب جُمَّاع أبواب صلاة الاستسقاء و تفريعها : ١١٦٣، ١١٦٤۔ صحيح]

چادر پلٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس طرح ہمارے حالات پلٹ دے۔

⌘ پھر امام دعا کرائے، تفصیل اوپر موجود ہے۔

⌘ رسول اللہ ﷺ استسقاء میں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کر کے دعا کرتے تھے۔

[مسلم، کتاب الاستسقاء، باب رفع اليدين بالدعاء في الاستسقاء : ٨٩٦]

⌘ دعا قبلہ رخ کھڑے ہو کر کرنی چاہیے، جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے۔

نماز استسقاء کا طریقہ:

⌘ پھر دو رکعات نماز استسقاء ادا کی جائے۔

⌘ نمازِ استسقاء میں قراءت جہری ہوگی، عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں:

«صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، يَجْهَرُ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ »[بخاري، كتاب الاستسقاء، باب الجهر بالقراءة في الاستسقاء : ١٠٢٤]

”آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعات نماز پڑھائی اور اس میں جہری قراءت کی۔“

⌘ نمازِ استسقاء نمازِ عید کی طرح دو رکعت ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يُصَلِّيْ فِي الْعِيْدِ » [أبو داؤد، كتاب الاستسقاء، باب جُمَّاع أبواب صلاة الاستسقاء وتفريعها : ١١٦٥۔ ترمذي : ٥٥٨۔ نسائي : ١٥٠٩۔حسن۔ هشام بن اسحاق صدوق، حسن الحديث وثقه الترمذي و ابن خزيمة و ابن حبان و ابن الجارود بتصحيح حديثه۔ ابن حبان : ٢٨٦٢۔ ابن خزيمة : ٣٣١/٢۔ المنتقى لابن الجارود : ٢٥٣]

”رسول اللہ ﷺ نے نماز استسقاء کی دو رکعات عید کی طرح پڑھائیں۔“

بارش ہوتے وقت کی دعا:

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بارش دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

« اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا »[بخاري، كتاب الاستسقاء، باب ما يقال إذا أمطرت : ١٠٣٢]

”اے اللہ! اس بارش کو (ہمارے لیے) نفع بخش بنا دے۔“

بارش میں نہانا:

⌘ بارش کا پانی بابرکت ہے، اس میں نہانا مسنون ہے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش ہونے لگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اوپر کا کپڑا اتار دیا، یہاں تک کہ آپ پر بارش پڑنے لگی، ہم نے پوچھا: ''آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ »[مسلم، كتاب الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء : ٨٩٨]

''اس لیے کہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کے پاس سے ابھی ابھی آ رہا ہے۔''

بارش روکنے کی دعا:

⌘ بارش ضرورت سے زیادہ ہونے لگے کہ زحمت بننے لگے، تو یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

«اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ »[بخاري، كتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء في خطبة الجمعة غير مستقبل القبلة : ١٠١٤ـ مسلم : ٨٩٧]

''اے اللہ ! اب ہمارے اردگرد بارش برسا، ہم سے اسے روک دے، ٹیلوں، پہاڑوں، پہاڑی وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔''

آندھی سے اللہ کی پناہ مانگنا:

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب آندھی وغیرہ کے آثار پیدا ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا، نہایت پریشانی میں کبھی اندر آتے اور کبھی باہر جاتے، جب بارش برسنے لگتی تو آپ خوش ہو جاتے۔ ایک دفعہ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ''(میں اس لیے پریشان ہوتا ہوں) کہیں یہ بادل قوم عاد کی طرح نہ ہو جائے کہ جب انھوں نے بادل کو اپنی طرف آتا دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا (حالانکہ وہ ان کے لیے عذاب کا باعث بن گیا)۔'' [مسلم : ٨٩٩]

⌘ اور آندھی کو دیکھ کر آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

«اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا، وَخَیْرَ مَا فِیْھَا، وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا، وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ »[مسلم، کتاب الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الریح...... الخ : ٨٩٩]

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس کی خیر کا اور جو اس میں ہے اس کی خیر کا اور اس کے ذریعے جو بھیجا جائے اس کی خیر کا اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جو اس کے ذریعے بھیجا جائے۔''

کافروں کے لیے بارش نہ ہونے کی دعا:

⌘ چونکہ قحط سالی اللہ کا عذاب ہے، لہٰذا کافروں اور دین کے دشمنوں کے لیے قحط سالی کی دعا کی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ دین کے دشمنوں کے لیے قحط سالی کی دعا ان الفاظ میں کرتے تھے:

«اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰی مُضَرَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا سِنِیْنَ كَسِنِیْ یُوْسُفَ»
[بخاری، کتاب الاستسقاء، باب دعاء النبی ﷺ ...... الخ : ١٠٠٦]

''اے اللہ! مضر قبیلہ کو سختی سے پکڑ لے۔ اے اللہ! ان کے سال یوسف علیہ السلام کے سے سال بنا دے (یعنی ان پر ایسا قحط نازل فرما، جیسا اس وقت نازل فرمایا تھا)۔''

مضر قبیلہ کی جگہ اپنے موجودہ دشمن کا نام لینا چاہیے۔

نمازخسوف کا بیان

نمازخسوف اس وقت ادا کی جاتی ہے جب سورج یا چاند کو گرہن لگے۔خسوف کے لیے کسوف کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے،بعض نے ان میں فرق کیا ہے کہ سورج گرہن کے لیے کسوف اور چاند گرہن کے لیے خسوف کا لفظ استعمال ہوتا ہے،لیکن قرآن و حدیث میں دونوں لفظ ایک ہی چیز کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

نمازخسوف کی اہمیت:

⌘ سورج اور چاند کو کسی کی پیدائش یا موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں،ان کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اِنَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ، وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ)) [بخاری، کتاب الکسوف، باب قول النبی ﷺ ...... الخ : ١٠٤٨۔ مسلم : ٩٠١]

”شمس وقمر اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انھیں کسی کی موت یا پیدائش پر گرہن نہیں لگتا، دراصل اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے (کہ جو ذات انھیں عارضی طور پر بے نور کر سکتی ہے وہ انھیں مستقل طور پر بھی بے نور کرنے پر قادر ہے)۔“

گرہن کے وقت کے اعمال:

⌘ گرہن لگے تو فوراً ذکر، نماز، صدقہ، دعا اور استغفار میں مصروف ہو جانا چاہیے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

«فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا » وَ فِي رِوَايَةٍ : « فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ »[بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الکسوف : ١٠٤٤، ١٠٥٩۔ مسلم : ٢١١٧]

''جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو، تکبیرات کہو، نماز ادا کرو اور صدقہ دو۔'' اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''اللہ کے ذکر، دعا اور توبہ واستغفار میں مصروف ہو جاؤ۔''

⌘ گرہن ختم ہونے تک نماز اور دعا میں مشغول رہنا چاہیے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللّٰهَ حَتّٰى يَنْكَشِفَ مَا بِكُمْ »[بخاری، کتاب الکسوف، باب الصلاة فی کسوف الشمس : ١٠٤٠۔ مسلم : ٩١١]

''جب گرہن دیکھو تو نماز ادا کرو اور اللہ سے دعائیں کرو، حتیٰ کہ گرہن ختم ہو جائے۔''

نماز خسوف کی جماعت:

⌘ گرہن لگے تو نماز باجماعت کا اعلان کیا جائے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو نماز باجماعت کا اعلان کیا گیا۔'' [بخاری، کتاب الکسوف، باب النداء بـ« الصلاة جامعة » فی الکسوف : ١٠٤٥۔ مسلم : ٩٠١/٥]

⌘ نمازِ کسوف میں مرد، عورتیں اور بچے، سب کو جمع ہونا چاہیے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''سورج کو گرہن لگا تو میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، دیکھا کہ لوگ نماز ادا کر رہے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز پڑھ رہی ہیں۔'' [بخاری، کتاب الکسوف، باب صلاة النساء مع الرجال فی الکسوف : ١٠٥٣۔ مسلم : ٩٠٥]

نماز خسوف کا طریقہ:

⌘ نماز خسوف کی دو رکعات ہیں، جنھیں پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر کھڑے

ہوں اور لمبا قیام کریں، سورۂ بقرہ کے مساوی قراءت کریں، پھر لمبا رکوع کریں، پھر (دوسری مرتبہ) قیام کریں، جو پہلے قیام سے ذرا چھوٹا ہو، پھر رکوع کریں، جو پہلے رکوع سے ذرا چھوٹا ہو، پھر کھڑے ہوں، پھر دو سجدے کریں (یہ ایک رکعت ہوئی) اسی طرح دوسری رکعت پوری کریں۔ [بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الکسوف : ۱۰۴۴، ۱۰۵۲۔ مسلم : ۹۰۱]

⌘ نماز خسوف میں جہری قراءت کی جائے گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے نماز خسوف میں جہری قراءت کی۔" [بخاری، کتاب الکسوف، باب الجهر بالقراءة فی الکسوف : ۱۰۶۵۔ مسلم : ۹۰۱/۵]

⌘ ہر رکعت میں تین اور چار رکوع کرنا بھی جائز ہے۔ [مسلم، کتاب الکسوف، باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلاة...... الخ : ۹۰۴/۱۰، ۹۰۸، ح : ۲۱۱۱]

⌘ نماز تب ختم کرنی چاہیے جب گرہن ختم ہو جائے۔ [بخاری : ۱۰۴۰۔ مسلم : ۹۱۱]

⌘ نماز خسوف میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت ہے۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلَاةِ، رَافِعٌ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يُسَبِّحُ وَيَحْمَدُ وَ يُهَلِّلُ وَ يُكَبِّرُ وَ يَدْعُو »[مسلم، کتاب الکسوف، باب ذکر النداء بصلاة الکسوف ...... الخ : ۹۱۳/۲٦]

"میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نماز خسوف پڑھ رہے تھے، آپ ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کر رہے تھے، لا الہ الا اللہ کہہ رہے تھے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کر رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔"

⌘ رسول اللہ ﷺ نماز خسوف کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے، اس میں تقویٰ کی نصیحت، اللہ کے عذاب کا خوف، گناہوں کا ڈر، ذکر اور صدقہ وغیرہ کی ترغیب دیتے تھے۔ [بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الکسوف : ۱۰۴۴، ۱۰۵۲۔ مسلم : ۹۰۱]

نماز آفات

⌘ آفات اس لیے آتی ہیں کہ انسان اپنی اصلاح کر لیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾

[السجدة : ٢١]

''ہم انھیں (قیامت کے) بڑے عذاب سے پہلے ہلکے عذاب کا مزا بھی ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

⌘ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ)) [بخاری، کتاب الکسوف، باب الذکر فی الکسوف : ١٠٥٩۔ مسلم : ٩١٢]

''جو اللہ کی طرف سے یہ نشانیاں (آفات) ظاہر ہوتی ہیں، یہ کسی کے مرنے یا پیدائش کی وجہ سے نہیں آتیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا جب تم ان میں سے کوئی چیز دیکھو تو فوراً ذکر و اذکار، دعا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگو۔''

⌘ زلزلہ وغیرہ کے موقع پر ادا کی جانے والی نماز دو رکعات ہے اور ہر رکعت میں تین رکوع کیے جائیں۔ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ صَلّٰى فِي الزَّلْزَلَةِ بِالْبَصْرَةِ فَاَطَالَ الْقُنُوْتَ ثُمَّ

رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقُنُوتَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقُنُوتَ ثُمَّ رَكَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ فِي الثَّانِيَةِ فَفَعَلَ كَذٰلِكَ، فَصَارَتْ صَلَاتُهُ سِتَّ رَكَعَاتٍ وَ اَرْبَعَ سَجَدَاتٍ...... ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰكَذَا صَلَاةُ الْآيَاتِ »[السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٤٣/٣، ح : ٦٣٨٢ و إسناده صحيح۔ مصنف عبد الرزاق : ١٠١/٣، ح : ٤٢٢٩۔ الأوسط لابن المنذر : ٣١٤/٥، ٣١٥]

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زلزلہ کے موقع پر بصرہ میں نماز پڑھائی، لمبا قیام کیا، پھر رکوع کیا، پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا، پھر رکوع کیا، پھر قیام کیا، پھر رکوع کیا، پھر سجدے کیے، پھر اسی طرح دوسری رکعت پڑھائی۔ تو ان کی (دو رکعت) نماز میں چھ رکوع اور چار سجدے ہوئے۔ پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”نماز آفات ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے۔“

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ دونوں رکعات میں چھ رکوع پر اتفاق ہے، یعنی ہر رکعت میں تین رکوع ہیں۔

- باقی طریقہ وہی ہے جو نماز کسوف کا ہے۔
- آفات کے ظاہر ہونے پر صرف سجدہ کرنا بھی جائز ہے۔ تفصیل سجود کے باب میں ”سجدۂ آفات“ کے ضمن میں دیکھیں۔

نمازِ سفر کا بیان

نماز قصر کی اہمیت:

⌘ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ﴾

[النساء : ١٠١]

''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز قصر کرلو۔''

⌘ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

« صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ »[أبو داوٗد، كتاب صلاة السفر، باب صلاة السفر : ١١٩٩۔ نسائی : ١٤٣٤۔ ابن ماجه : ١٠٦٥۔ صحيح]

''نماز قصر اللہ کی طرف سے تم پر صدقہ ہے، پس اس کے صدقے کو قبول کرو۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ »

[ابن حبان : ٣٥٤۔ شعیب الارکوط اور علامہ الالبانی نے اسے صحیح کہا ہے]

''اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ تم اس کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول کرو، جس طرح وہ پسند کرتا ہے کہ تم اس کے احکام کو قبول کرو۔''

⌘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« اَلصَّلَاةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ

صَلَاةُ الْحَضَرِ »[بخاری، کتاب الجمعة، باب یقصر ...... الخ : ۱۰۹۰۔ مسلم : ۶۸۵/۳]

''ابتدا میں نماز (سفر وحضر میں) دو دو رکعات فرض کی گئی تھی، پھر سفر کی نماز کو (پہلی حالت میں) باقی رکھا گیا اور حضر کی نماز مکمل کر دی گئی۔''

✽ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ الصَّلَاةَ عَلٰی لِسَانِ نَبِيِّكُمْ عَلَی الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ»

[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة المسافر وقصرھا : ۶۸۶/۶]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی ﷺ کی زبان سے مسافر پر دو رکعات فرض کی ہیں۔''

✽ مزید فرمایا:

«صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ »[بخاری، کتاب التقصیر، باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلاة : ۱۱۰۲۔ مسلم : ۶۸۹]

''میں (ہمیشہ) نبی ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ نے کبھی سفر میں نماز دو رکعات سے زیادہ نہیں پڑھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا۔''

✽ سفر میں قصر کرنا واجب نہیں، افضل ہے، کیونکہ سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے۔

✽ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْصُرُ فِي السَّفَرِ وَ يُتِمُّ » [سنن الدارقطنی : ۱۸۸/۲، ح : ۲۲۶۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱۴۱/۳، ح : ۵۴۲۲۔ امام دارقطنی نے اسے صحیح کہا ہے]

''رسول اللہ ﷺ سفر میں نماز قصر بھی کرتے تھے اور پوری بھی پڑھتے تھے۔''

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھیں احکام و مسائل از مبشر احمد ربانی ﷾ (۴۱۵/۱ تا ۴۱۶)

⌘ اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سفر میں مکمل نماز پڑھنا ثابت ہے۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب صلاۃ المسافرین وقصرھا : ۶۸۵/۳۔ بخاری : ۱۰۹۰]

⌘ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز قصر کے لیے سفر کے ساتھ خوف بھی ہونا شرط ہے، یہ خیال درست نہیں، بلکہ نماز قصر کا سبب محض سفر ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی مَكَّةَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ » [ترمذی، کتاب السفر، باب ما جاء فی التقصیر فی السفر : ۵۴۷۔ نسائی : ۱۴۳۶۔ صحیح]

”نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے مکہ تک سفر کیا اور آپ ﷺ کو اللہ رب العالمین کے سوا کسی کا ڈر نہ تھا، لیکن آپ نے نماز دو رکعات (یعنی قصر) ہی پڑھی۔“

نماز قصر کی رکعات:

⌘ سفر میں چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھی جائے گی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ نے کبھی سفر میں نماز دو رکعات سے زیادہ نہیں پڑھی۔“ [بخاری، کتاب التقصیر، باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلاۃ : ۱۱۰۲۔ مسلم : ۶۸۹]

⌘ نماز مغرب سفر میں بھی مکمل یعنی تین رکعات ہی پڑھی جائے گی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّیْرُ یُقِیْمُ الْمَغْرِبَ فَیُصَلِّیْهَا ثَلَاثًا »[بخاری، کتاب التقصیر، باب تصلی المغرب ثلاثًا فی السفر : ۱۰۹۲]

”میں نے دیکھا کہ جب نبی اکرم ﷺ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو نماز مغرب کی تین رکعات پڑھتے تھے۔“

نماز قصر کب کی جا سکتی ہے؟:

⌘ جہاں شہر یا گاؤں کی حد ختم ہو گی وہاں سے قصر شروع ہو گی اور واپسی پر شہر یا گاؤں کی حد پر پہنچنے تک قصر پڑھتا رہے گا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((صَلَّیْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ)) [بخاري، كتاب التقصير، باب يقصر إذا خرج من موضعه : ١٠٨٩]

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر مدینہ میں چار رکعات پڑھی اور ذی الحلیفہ (جو مدینہ سے باہر ایک بستی ہے) میں (پہنچ کر عصر) دو رکعت ادا کی۔''

⌘ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ)) [بخاري، كتاب تقصير الصلوة، باب ما جاء في التقصير ...... الخ : ١٠٨١ ـ مسلم : ٦٩٣]

''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے (تو دوران سفر میں) ہم دو دو رکعات پڑھتے رہے، حتیٰ کہ واپس مدینہ پہنچ گئے۔''

⌘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کوفہ سے (سفر کے ارادہ سے) نکلے تو اسی وقت قصر شروع کر دی، جبکہ ابھی وہ کوفہ کے مکانات دیکھ رہے تھے اور جب واپس آئے (تو کوفہ کے نزدیک قصر نماز پڑھی) تو کسی نے ان سے کہا: ''سامنے تو کوفہ نظر آ رہا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''نہیں! جب تک ہم کوفہ میں داخل نہ ہو جائیں (قصر ہی پڑھیں گے)۔'' [بخاري، كتاب التقصير، باب يقصر إذا خرج من موضعه، تعليقًا، قبل الحديث : ١٠٨٩]

⌘ آدمی گھر سے چل پڑا اور وہ شہر یا بستی کی حد ختم ہونے سے قبل نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو مکمل ادا کرے گا، کیونکہ اس کا سفر شروع نہیں ہوا۔

کتنے سفر پر نماز قصر ہو گی؟:

⌘ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيْرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ))[مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب صلاة المسافرين وقصرها : ٦٩١]

''رسول اللہ ﷺ تین میل یا تین فرسخ (نو میل) پر نماز قصر کرتے تھے۔''

اس حدیث میں نماز قصر کے لیے سفر کی دو مقداروں کی تعیین ہے، تین میل یا تین فرسخ، تو احتیاطاً تین فرسخ (نو میل) سفر پر نماز قصر کی جائے۔ یہ موجودہ حساب سے تقریباً اکیس کلو میٹر اور سات سو میٹر بنتا ہے۔ [اسلامی اوزان: ۸۱، از فاروق اصغر صارم رحمہ اللہ]

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں اہل مکہ کو نماز قصر پڑھانا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

ایک جگہ کب تک قصر ہو سکتی ہے؟:

⌘ اس مسئلہ میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ وجہ اختلاف یہ ہے کہ شریعت اس مسئلہ میں خاموش ہے، قرآن و حدیث سے مسافر کے لیے قصر تو ثابت ہے، لیکن کوئی حد بندی ثابت نہیں۔ لہٰذا کچھ علمائے کرام دنوں کی قید لگاتے ہیں اور کچھ نہیں۔

⌘ حد بندی نہ کرنے والوں کا موقف دلائل کی رو سے قوی ہے، کیونکہ اگر حد بندی ضروری ہوتی تو شریعت کبھی خاموش نہ رہتی، بلکہ اتنے اہم مسئلہ میں ضرور حد بندی کرتی اور رسول اللہ ﷺ سے اگرچہ سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی ثابت ہے، لیکن افضل قصر نماز پڑھنا ہی ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں بیسیوں سفر کیے اور ایک جگہ بیس دن تک قیام بھی ثابت ہے، جیسے غزوۂ تبوک میں اور آپ ﷺ قصر کرتے رہے۔ کوئی ایک بھی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ

اگر آپ ﷺ ان ایام سے زیادہ ٹھہرتے تو پوری نماز پڑھتے۔

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کئی کئی ماہ تک قصر کرنا ثابت ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان میں برف کے سبب راستے بند ہونے کی وجہ سے چھ ماہ نماز قصر کرتے رہے۔[السنن الکبریٰ للبیھقی : ۳/۱۵۲، ح : ۵۴۷۶۔ إروا الغلیل : ۵۷۷۔ صحیح]

اب یہ بات معلوم ہے کہ برف کی وجہ سے راستے بند ہوں تو وہ دو چار دن میں نہیں کھلتے، کئی ماہ بھی لگ جاتے ہیں، جیسے اس واقعہ میں چھ ماہ لگ گئے، جب راستے بند ہوئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہو گیا تھا کہ انھیں کئی ماہ تک یہاں رکنا پڑے گا، لیکن اس کے باوجود وہ نماز قصر پڑھتے رہے، کیونکہ وہ مسافر تھے، مقیم نہیں۔

- مختصر یہ کہ اگر کوئی آدمی کسی وقتی ضرورت کے تحت سفر پر نکلے تو وہ گھر لوٹنے تک قصر کر سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کسی جگہ چھ ماہ بھی رکنا پڑے تو وہ قصر کر سکتا ہے، لیکن اگر مستقل قیام کا ارادہ ہے، جیسے طالب علم و ملازم وغیرہ تو وہ پوری نماز پڑھے گا۔ (واللہ اعلم)

سفر میں اذان وجماعت:

- سفر میں اذان، اقامت اور جماعت ایسے ہی ضروری ہے جیسے حضر میں۔ نبی ﷺ نے سفر پر جانے والے دو آدمیوں سے فرمایا:

((إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا ،ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا))[بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر إذا کانوا جماعۃ......الخ : ۶۳۰۔ مسلم : ۶۷۴/۲۹۳]

”جب تم سفر پر نکلو تو راستے میں اذان کہنا، پھر اقامت کہنا، پھر تم دونوں میں سے بڑا جماعت کروائے۔“

کیا مسافر مقیم لوگوں کی امامت کروا سکتا ہے؟:

- مسافر آدمی مقیم لوگوں کی امامت نہ کروائے، مگر ان کی اجازت سے جائز ہے۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ »[أبو داود، كتاب الصلاة، باب إمامة الزائر : ٥٩٦ـ ترمذي :٣٥٦ـ نسائي : ٧٨٨ـ صحيح۔ مسلم : ٦٧٣]

''جو شخص مہمان جائے تو وہاں امامت نہ کروائے، بلکہ ان کا آدمی انھیں جماعت کروائے۔''

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِيْ بَيْتِهِ وَلَا فِيْ سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ »[أبو داود، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ : ٥٨٢ـ ترمذي : ٢٣٥ـ نسائي : ٧٨١ـ ابن ماجه : ٩٨٠ـصحيح۔ مسلم : ٦٧٣]

''کسی آدمی کے گھر میں امامت نہ کروائی جائے، نہ اس کی حکومت کی جگہ میں اور نہ اس کی مسند خاص پر بیٹھا جائے، مگر اس کی اجازت سے۔''

مسافر امام کے پیچھے مقیم کی نماز:

⌘ مقیم آدمی مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھے تو وہ اپنی نماز مکمل ادا کرے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں قصر نماز پڑھائی، پھر فرمایا:

« يَا أَهْلَ مَكَّةَ ! أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ، فَإِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ » [الموطأ، كتاب قصر الصلاة، باب صلاة المسافر إذا كان إمام أو كان وراء الإمام : ١٩ـ صحيح]

''اے اہل مکہ! تم اپنی نماز مکمل کرلو، ہم مسافر لوگ ہیں۔''

مقیم امام کے پیچھے مسافر کی نماز:

⌘ موسیٰ بن سلمہ الہذلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: ''جب میں مکہ میں (مسافر) ہوتا ہوں اور میں امام کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکوں تو میں (تنہا) کتنی نماز پڑھوں؟'' انھوں نے جواب دیا: ''دو رکعتیں (یعنی قصر نماز) اور یہی ابو القاسم ﷺ کی

سنت ہے (کہ مسافر جب مقیم امام کے ساتھ پڑھے تو پوری پڑھے اور جب تنہا پڑھے تو قصر پڑھے گا)۔" [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب صلاة المسافرين و قصرها : ٦٨٨]

⌘ نافع بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں دس دن قیام کیا اور نماز قصر کرتے تھے اور امام کے ساتھ پڑھتے تو پوری پڑھتے۔ [الموطأ إمام مالك، كتاب قصر الصلوة في السفر : ١٧]

لہٰذا جب مسافر مقیم امام کے ساتھ نماز پڑھے گا تو پوری پڑھے گا، چاہے وہ آخری رکعت میں ہی شامل ہوا ہو، کیونکہ بخاری (٩٠٨) اور مسلم (٦٠٣) میں مطلق حکم ہے: "جو نماز تم (امام کے ساتھ) پالو وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کر لو۔"

سفر میں نمازیں جمع کرنے کا مسئلہ:

⌘ اصل یہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر فرض ہے، لیکن دورانِ سفر میں مسافر کے لیے جمع تقدیم و تاخیر کی رخصت ہے، یعنی وہ ظہر کے ساتھ عصر اور عصر کے ساتھ ظہر ملا سکتا ہے، یہی معاملہ مغرب اور عشاء کا ہے۔

⌘ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے ادا کیا کرتے تھے۔" [بخاري، كتاب التقصير، باب الجمع في السفر بين المغرب والعشاء : ١١٠٧۔ مسلم : ٧٠٥/٥١]

⌘ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر فرماتے، پھر اترتے اور ان دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اور اگر سفر شروع کرنے سے پہلے ہی سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھتے اور سوار ہو جاتے۔" [بخاري، كتاب التقصير، باب إذا ارتحل بعدها ...... الخ : ١١١٢۔ مسلم : ٧٠٤۔ أبو داؤد : ١٢١٨]

⌘ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے

سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر کو مؤخر کرتے، حتیٰ کہ عصر کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے اور جب سورج ڈھلنے کے بعد کوچ کرتے تو ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھتے، پھر سفر شروع کرتے۔ اسی طرح جب مغرب سے پہلے روانہ ہوتے تو مغرب کو مؤخر کرتے، حتیٰ کہ عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے اور جب مغرب کے بعد کوچ کرتے تو عشاء کو جلدی کر کے مغرب کے ساتھ پڑھ لیتے۔" [أبو داوٗد، کتاب صلوة السفر، باب الجمع بین الصلاتین : ۱۲۲۰۔ ترمذی : ۵۵۳۔ صحیح]

⌘ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کو مؤخر کرتے، یہاں تک کو (شفق غائب ہو جاتی اور) مغرب اور عشاء کو اکٹھا کر کے پڑھتے۔" [بخاری، کتاب التقصیر، باب تصلی المغرب ثلاثا فی السفر : ۱۰۹۱۔ مسلم : ۷۰۳۔ أبو داوٗد : ۱۲۰۷۔ ترمذی : ۵۵۵۔ صحیح]

⌘ اوپر مذکور جمع و تقدیم کے دونوں طریقے مسافر کے لیے دورانِ سفر ہیں، لیکن اگر وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے اور اس کا سفر ختم ہو جاتا ہے، تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ منزل پر پہنچ کر، جہاں انھوں نے ایک دو دن قیام کرنا ہوتا ہے، وہاں ظہر کے ساتھ عصر اور مغرب کے ساتھ عشاء پڑھ لیتے، اسی طرح ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ پڑھنا جائز سمجھتے ہیں، لیکن سنت سے یہ چیز ثابت نہیں۔ ہاں اگر وہ مقیم کی طرح جمع کرنا چاہیں تو جائز ہے اور اس کا طریقہ آگے آ رہا ہے۔

⌘ بعض لوگ اپنے گاؤں یا شہر ہی میں سفر شروع کرنے سے پہلے ظہر کے ساتھ عصر اور مغرب کے ساتھ عشاء پڑھ لیتے ہیں، یہ بھی جائز نہیں۔ یہ طریقہ مسافر کے لیے تو جائز ہے جو حالت سفر میں ہے، مقیم کے لیے نہیں، جو ابھی اپنے گاؤں اور شہر کی حدود میں موجود ہے، ہاں گاؤں اور شہر کی حدود سے باہر نکل جائے تو پھر جائز ہے۔

⌘ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ہی کی نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں، عصر و مغرب یا فجر و ظہر وغیرہ کو جمع کرنا جائز نہیں۔

سفر میں سنن کا مسئلہ:

⌘ سفر میں صرف فرض ادا کیے جائیں گے، سنن معاف ہیں۔سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ))[بخاری، كتاب التقصير، باب من لم يتطوع في السفر دبر الصلاة : ١١٠١۔ مسلم : ٦٨٩/٩]

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، لیکن کبھی آپ کو سفر میں سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔''

⌘ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کے بھتیجے حفص نے کہا: ''اگر آپ سفر میں سنتیں بھی پڑھ لیں تو کیا حرج ہے؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''اگر میں نے سنن پڑھنا ہوتیں تو میں فرض ہی پورے (مقیم والے) پڑھ لیتا۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها : ٦٨٩]

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فجر کی سنتیں لازمی طور پر ادا کرتے تھے۔[مسلم، كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها : ٦٨١]

حضر میں نمازیں جمع کرنے کا مسئلہ:

⌘ مقیم آدمی دو نمازیں جمع کر سکتا ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رہ کر سات رکعات (ایک ساتھ) اور آٹھ رکعات (ایک ساتھ) پڑھیں، یعنی ظہر و عصر (کی آٹھ رکعات) اور مغرب و عشاء (کی سات رکعات)۔''
[بخاری، كتاب مواقيت الصلوة، باب تأخير الظهر إلى العصر : ٥٤٣]

⌘ بعض علماء حضر میں بغیر عذر کے دو نمازیں جمع کرنے کو کبیرہ گناہ شمار کرتے ہیں، ایسی کوئی بات نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضر میں بغیر عذر کے دو نمازیں جمع کرنا ثابت ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بغیر خوف

اور بغیر سفر کے ظہر و عصر کو اکٹھا کر کے پڑھا۔" ابوزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہی سوال میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا تھا تو انھوں نے فرمایا: "آپ ﷺ چاہتے تھے کہ میری امت میں سے کوئی شخص مشکل میں نہ پڑے۔" [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين فى الحضر : ٧٠٥/٥٠]

- اور مسلم ہی کی ایک حدیث (٧٠٥/٥٤) میں سفر کی جگہ بارش کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں بارش اور خوف کے بغیر نمازیں جمع کیں۔ ایک حدیث میں ہے: ((مِنْ غَيْرِ مَرَضٍ وَلَا عِلَّةٍ)) [طبرانی کبیر : ١٣٧/١٢، ح : ١٢٨٠٧، إسناده حسن لذاته، حلية الأولياء لأبي نعيم : ٩٠/٣۔ محمد بن مسلم صدوق حسن الحديث، وثقه الجمهور۔] "بغیر کسی مرض اور علت کے (دو نمازیں جمع کیں)۔"
- تو ثابت ہوا کہ بغیر کسی علت کے حضر میں دو نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں، لیکن انھیں معمول بنانا قطعاً جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول نمازوں کو اول وقت میں ادا کرنا تھا۔
- جب بغیر کسی علت کے کبھی کبھار دو نمازیں جمع کرنا جائز ہے تو پھر بیماری، بارش، یا کسی اور علت کی وجہ سے دو نمازیں جمع کرنا بھی جائز ہوا، لیکن طریقہ وہی ہو گا جو مقیم کے لیے حدیث سے ثابت ہے اور وہ آگے بیان ہو رہا ہے۔

حضر میں دو نمازیں جمع کرنے کا طریقہ:

- مقیم آدمی اگر دو نمازیں جمع کرنا چاہتا ہے تو وہ ظہر کو لیٹ کرے گا اور عصر کو مقدم، اسی طرح مغرب کو لیٹ کرے گا اور عشاء کو مقدم۔ عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (بصرہ میں) عصر کے بعد خطبہ دینا شروع کیا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے چمکنے لگے، تو لوگ کہنے لگے، نماز، نماز۔ پھر بنی تمیم کا ایک شخص آیا، وہ بغیر کسی وقفہ کے مسلسل کہنا شروع ہوا نماز، نماز۔ تب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "کیا تو مجھے سنت سکھاتا ہے؟ تیری ماں مرے!" پھر فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ

کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔" (اور انھوں نے مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا) عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں: "میرے دل میں خلش رہی تو میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: "ابن عباس رضی اللہ عنہما سچ کہتے ہیں۔" [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر : ٧٠٥/٥٧۔ نسائی : ٥٩١]

⌘ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت کو استحاضہ کا مرض لاحق ہوا تو اسے حکم دیا گیا کہ وہ نماز عصر کو جلدی اور ظہر کو لیٹ کرے اور ان دونوں نمازوں کے لیے ایک غسل کرے اور مغرب کو مؤخر کرے اور عشاء کو جلدی کرے اور ان دونوں کے لیے ایک غسل کرے اور فجر کی نماز کے لیے ایک غسل کرے۔ [أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب من قال تجمع بين الصلاتين و تغتسل لهما غسلا : ٢٩٤۔ نسائی : ٢١٤۔ صحيح]

⌘ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ابو الشعثاء جابر بن زید سے کہا: "اے ابو الشعثاء! میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کو لیٹ کیا اور عصر کو جلدی کیا اور مغرب کو لیٹ کیا اور عشاء کو جلدی کیا۔" تو انھوں نے کہا: "میرا بھی یہی خیال ہے۔" [مسلم : ٧٠٥/٥٥]

⌘ بعض کا خیال ہے کہ مطلق جمع کرنا جائز ہے، یعنی جمع تقدیم و تاخیر، لیکن ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، مقیم کے لیے دو نمازیں جمع کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے جو اوپر بیان ہوا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مغرب کو لیٹ اور عشاء کو جلدی کر کے پڑھا اور فرمایا کہ ہم زمانۂ نبوی میں بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضر میں سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو دو نمازیں جمع کرنے کا جو طریقہ بتایا وہ بھی یہی ہے، یعنی حضر میں اگر کوئی عذر ہو تو بھی طریقہ ایک ہی ہے۔ لہٰذا سنت سے صرف تاخیر و تعجیل والا طریقہ ثابت ہے، اس کے علاوہ کچھ ثابت نہیں۔

⌘ اور بعض کا خیال ہے کہ مقیم کے لیے صرف جمع صوری جائز ہے، وہ اس طرح کہ ظہر کو

اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں ادا کیا جائے، تاکہ دونوں نمازیں جمع بھی ہو جائیں اور اپنے اپنے وقت میں بھی پڑھی جائیں۔ ایک تو اس میں مشقت ہے جس سے جمع کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، کیونکہ جمع کا مقصد رفع حرج ہے جبکہ جمع صوری باعث حرج ہے اور پھر اس کی بھی قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں۔ (واللہ اعلم)

سفر میں نوافل کا مسئلہ:

⌘ تمام اقسام کے نوافل سفر میں ادا کیے جا سکتے ہیں۔ (ان کی تفصیل ان کے متعلقہ ابواب میں ملاحظہ فرمائیں)

سفر میں فوت شدہ نماز حضر میں قصر یا پوری:

⌘ اگر کسی کی کوئی نماز سفر میں رہ گئی تو وہ حضر میں فوت شدہ نماز پوری پڑھے گا، کیونکہ اب وہ مسافر نہیں اور قصر کی رخصت دوران سفر میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز قصر کر لو۔'' [النساء : ۱۰۱]

⌘ اور اسی طرح اگر کسی کی حضر میں کوئی نماز رہ گئی ہے اور اس نے سفر شروع کر دیا ہے تو وہ قصر کر سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق فرمایا ہے کہ مسافر قصر کر لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر وہ پوری پڑھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ وہ پوری پڑھے، بہر حال اس کے لیے قصر کرنا جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

سفر میں نوافل سواری پر ادا کرنا:

⌘ نوافل سواری پر ادا کیے جا سکتے ہیں۔ (اس کی تفصیل نفل نمازوں کے باب میں ''نفل سواری پر'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

نمازِ خوف کا بیان

* ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [النساء : ١٠١]
''جب تم سفر کرو تو نماز قصر (مختصر) کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں، اگر تمھیں خوف ہو کہ کفار تم پر چڑھ آئیں گے۔''
* نمازِ خوف دو موقعوں پر ادا کی جاتی ہے، ایک حالتِ جنگ میں کہ جب عام حالت والی نماز ادا کرنے کا موقع نہ ہو اور دوسرا موقع یہ کہ کسی بھی جگہ جہاں نماز پڑھنے سے خطرہ ہو، مثلاً کوئی آدمی کافروں کی سرزمین میں ان کی جاسوسی کی غرض سے گیا ہو۔ اگر وہ عام حالت والی نماز پڑھتا ہے تو اس کی اصلیت ظاہر ہونے کا خدشہ ہے، جو خطرہ سے خالی نہیں، یا کسی جگہ مسلمانوں کے خلاف ہنگامہ برپا ہو، جیسے ہندوستان اور مغربی ممالک وغیرہ۔
* نمازِ خوف کا حکم غزوۂ احزاب کے بعد کا ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جنگ خندق کے موقع پر مشرکوں نے ہمیں نماز ظہر ادا کرنے سے روکے رکھا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور یہ واقعہ قتال کے بارے میں (سورۂ بقرہ: ۲۳۹ میں) جو نازل ہوا ہے اس سے پہلے کا ہے۔'' [نسائي، كتاب الأذان، باب للفائت من الصلوات : ٦٦٢ـ مسند أحمد : ٢٥/٣، ح : ١١٢٠٤ـ صحيح]

نمازِ خوف کی رکعات:

⌘ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ الصَّلَاةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ وَعَلَى الْمُقِيمِ أَرْبَعًا وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً »[مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة المسافر وقصرها : ٦٨٧/٦]

''اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی ﷺ کی زبان سے مسافر پر دو رکعات، مقیم پر چار رکعات اور حالت خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔''

⌘ دو رکعات بھی جائز ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ »

[بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع : ٤١٢٧ ـ مسلم : ٨٣٩]

''نبی اکرم ﷺ نے نماز خوف کی دو رکعات پڑھائیں۔''

نماز خوف کی جماعت:

⌘ خوف میں جماعت ممکن ہو تو نماز با جماعت ہی ادا کرنی چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ﴾ [النساء : ١٠٢]

'اور جب تو ان میں موجود ہو، پس ان کے لیے نماز کھڑی کرے۔''

⌘ اگر جماعت ناممکن ہو تو تنہا نماز پڑھنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ، فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتّٰى نَأْتِيَهَا، وَ قَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي »

[بخاری، كتاب الخوف، باب صلاة الطالب والمطلوب راكبًا و إيماء : ٩٤٦]

''تم میں سے کوئی بنو قریظہ میں پہنچے بغیر نماز عصر نہ پڑھے۔'' تو بعض لوگوں نے راستے ہی میں عصر کا وقت پالیا، بعض نے کہا ہم تو بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھیں گے اور بعض نے کہا کہ ہم تو ابھی پڑھیں گے۔''

نمازِ خوف ادا کرنے کا طریقہ:

✽ جنگ اور خوف کے حالات مختلف جگہوں میں مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف کے کئی طریقے بتائے ہیں، حالات کے مطابق ایسے طریقے کا انتخاب کیا جاسکتا ہے جو ممکن اور آسان ہو، چند طریقے حسب ذیل ہیں:

① اگر سب مسلمانوں کا ایک جماعت سے نماز پڑھنا ممکن ہو تو ایک ہی جماعت سے نماز ادا کرنی چاہیے۔ [النساء : ۱۰۲]

② اگر ایک جماعت سے نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو حالات کے اعتبار سے مسلمانوں کی مختلف جماعتیں بن جائیں اور الگ الگ جماعت کروالیں۔

③ اگر امام ایک ہے تو وہ سب کو علیحدہ علیحدہ جماعت کرا دے۔ فرائض کے علاوہ باقی اس کے نفل ہو جائیں گے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر وہ پیچھے چلے گئے اور دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں اور (اس طرح) نبی کریم ﷺ کی چار اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہو گئیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع : ۴۱۳۶۔ مسلم : ۱۹۴۹]

④ اگر جماعت ممکن نہ ہو تو جو شخص جہاں اور جس حالت میں ہے اسی حالت میں نماز ادا کر لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ﴾ [البقرۃ : ۲۳۹]

''اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیدل ہو یا سوار (جیسے ممکن ہو نماز ادا کرو)۔''

⑤ اگر ایک جگہ ٹھہر کر نماز ادا نہیں کی جاسکتی تو ہر آدمی جس حال میں ہو، نماز ادا کر لے، یعنی سوار ہو یا پیدل، چلتا پھرتا، دوڑتا۔ اس میں قبلہ رخ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور رکوع و سجود اشارے سے کر لے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''اگر خوف اس سے زیادہ ہو تو کھڑے کھڑے، یا سواری پر (چلتے ہوئے) اشارے سے نماز ادا کر لو، رخ قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ کی طرف۔'' [بخاری، کتاب

التفسیر، باب قولہ ﴿ فإن خفتم فرجالا أو رکبانا ﴾ ...... الخ : ٤٥٣٥۔ مسلم : ٨٣٩/٣٠٦]

⑥ آپ ایسے علاقے میں ہیں جہاں نماز پڑھنے ہی سے خطرہ ہے تو اشارے سے نماز ادا کر لیں، مندرجہ بالا حدیث اس کی دلیل ہے، مزید یہ کہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے خالد بن سفیان الہذلی کے تعاقب میں عُرنہ اور عرفات کی طرف روانہ کیا اور فرمایا: ''جاؤ اور اسے قتل کر دو۔'' جب میں نے اسے دیکھا تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا، میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے نماز مؤخر کی تو میرے اور اس کے درمیان کچھ ہو جائے گا۔ تو میں اس کی طرف چلنے لگا اور ساتھ ساتھ اشاروں سے نماز پڑھنے لگا۔'' [أبو داوٗد، کتاب صلاۃ السفر، باب صلاۃ الطالب : ١٢٤٩۔ صححہ ابن خزیمۃ : ٩١/٣، ٩٢، ح : ٩٨٢۔ ابن حبان : ٧١٦٠۔ عبد اللہ بن عبد اللہ بن أنیس صدوق حسن الحدیث، وثقہ ابن خزیمۃ و ابن حبان بتصحیح حدیثہ، و ذکرہ ابن حبان فی الثقات : ٣٧/٥]

✱ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نمازِ خوف کے مختلف طریقے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے مختلف ایام میں مختلف صورتوں سے نماز ادا کی، لہٰذا ہر وہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو نماز کے لیے زیادہ احتیاط والا اور پہرے (دفاع) کے لیے زیادہ سود مند ہو۔'' [معالم السنن : ٢٦٩]

سجود کا بیان

⌘ اس باب میں ان مواقع کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جہاں شریعت نے ہمیں صرف سجدہ کرنے کی ہدایت کی ہے، نماز ادا کرنے کی نہیں۔

⌘ سجدہ چونکہ نماز نہیں ہے، لہٰذا اس کے لیے نماز کے احکام ومسائل اور شرائط کی پابندی ضروری نہیں۔

⌘ سجدہ کے لیے وضو ضروری نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ »[أبو داوٗد، كتاب الأطعمة، باب في غسل اليدين عند الطعام : ٣٧٦٠ـ ترمذی: ١٨٤٧ـ نسائی: ١٣٢ـ صحيح]

”مجھے صرف نماز کے لیے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔“

یعنی وضو نماز کے لیے شرط ہے۔

سجدۂ تلاوت کا بیان:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ، اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي، يَقُولُ يَا وَيْلِي! أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ »[مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة : ٨١]

”جب آدمی سجدہ والی آیت تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے، تو شیطان علیحدہ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے: ”ہائے میری ہلاکت! آدم کے بیٹے کو سجدہ کرنے کا حکم

دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا، لہٰذا اسے جنت ملے گی، جبکہ مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے نافرمانی کی اور میرے لیے آگ ہے۔''

⌘ نماز میں قرآن مجید کی سجدہ والی آیت تلاوت کی جائے تو سجدہ کرنا چاہیے۔

⌘ امام نماز میں آیت سجدہ پر سجدہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ کریں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ))[بخاری، کتاب سجود القرآن، باب من سجد لسجود القارئ : ١٠٧٥]

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کوئی سجدہ والی سورت پڑھتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے تھے۔''

⌘ سجدۂ تلاوت میں مندرجہ ذیل دعا پڑھنی چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ)) [ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء ما یقول فی سجود القرآن : ٥٧٩۔ ابن ماجه : ١٠٥٣۔ صحیح]

''اے اللہ! اس سجدہ کی وجہ سے میرے لیے اپنے پاس ثواب لکھ اور اس کی وجہ سے مجھ سے گناہوں کا بوجھ اتار دے اور اسے میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا دے اور اس سجدے کو میری طرف سے قبول فرما، جس طرح تو نے اپنے بندے داوٗد (علیہ السلام) سے قبول فرمایا ہے۔''

دوسری دعا، جو مشہور ہے: ((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ)) یہ عام سجدوں کی دعا ہے اور جس روایت میں سجدۂ تلاوت کا ذکر ہے، جیسے ابوداوٗد (١٤١٤) وہ ضعیف ہے، اس میں ایک راوی ''رجل'' مجہول ہے۔

⌘ سجدۂ تلاوت فرض نہیں، یعنی چھوڑ دینے پر گناہ نہیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا))
[بخاری، کتاب سجود القرآن، باب من قرء السجدة ولم یسجد : ١٠٧٣۔

مسلم : ٥٧٧]

''میں نے نبی ﷺ کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی تو آپ نے سجدہ نہیں کیا۔''

سجدۂ آیات (آفات) کا بیان:

⌘ کوئی بھی آفت ظاہر ہو تو فوراً سجدہ میں گر جانا چاہیے۔عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی فلاں بیوی فوت ہو گئی ہیں تو آپ سجدے میں گر گئے، ان سے کہا گیا کہ آپ اس موقع پر سجدہ کیوں کر رہے ہیں؟ تو انھوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا رَأَيْتُمْ آيَةً فَاسْجُدُوْا وَ أَيُّ آيَةٍ أَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب السجود عند الآيات : ١١٩٧ـ ترمذی : ٣٨٩١ـ حسن]

''جب تم کوئی آفت دیکھو تو فوراً سجدہ میں گر جاؤ اور بھلا زوجۂ نبی ﷺ کی وفات سے بڑھ کر بھی کوئی حادثہ ہوگا۔''

سجدۂ شکر کا بیان:

⌘ جب آدمی کو کوئی نعمت یا خوشخبری ملے تو اسے فوراً سجدہ میں گر جانا چاہیے۔سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((اَنَّهُ كَانَ اِذَا جَاءَ اَمْرُ سُرُوْرٍ اَوْ بُشِّرَ بِهٖ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلّٰهِ))

[أبوداوٗد، كتاب الجهاد، باب فی سجود الشكر : ٢٧٧٤ـ ترمذی : ١٥٧٨ـ ابن ماجه : ١٣٩٢ـحسن]

''نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی نعمت میسر آتی، یا کوئی خوشخبری ملتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں چلے جاتے۔''

عیدین کا بیان

⌘ عیدین اسلام کے شعائر میں سے ہیں اور انھیں کسی صورت ترک نہیں کیا جا سکتا۔

⌘ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كَانَ لَكُمْ يَوْمَانِ تَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا وَقَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى » [نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، (باب) : ۱۵۵۷۔ أبو داوٗد : ۱۱۳۴۔ صحیح]

''(دور جاہلیت میں) تمھارے کھیلنے کودنے کے لیے دو دن مخصوص تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں تمھیں ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں، یعنی یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ۔''

عیدین کے دن روزہ رکھنا:

⌘ عیدین کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَاكُمْ عَنْ صِيَامِ هٰذَيْنِ الْعِيْدَيْنِ » [بخاری، کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی …… الخ : ۵۵۷۱۔ مسلم : ۱۱۳۷]

''رسول اللہ ﷺ نے تمھیں عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔''

عید کی تیاری کرنا:

⌘ رسول اللہ ﷺ عید کے دن خوبصورت اور خاص لباس پہنتے تھے۔ [بخاری، کتاب

العيدين، باب في العيدين والتجمل فيه : ٩٤٨]

⌘ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عید الفطر والے دن فرمایا: ''دو عیدیں ایک ہی دن میں اکٹھی ہوگئی ہیں۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجمعة، باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد: ١٠٧٢۔ صحيح]

لہٰذا عید کے لیے ان تمام آداب کا خیال رکھنا چاہیے جو جمعہ کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔

عید کے دن کھیل کود:

⌘ عید کے دن خوشی کے دن ہیں، ان میں کھیلنا کودنا جائز ہے، تاکہ خوشی کا اظہار ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے پاس تشریف فرما تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرے پاس دو بچیاں جنگ بعاث کے وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو انصار کے شعراء نے اپنے فخر میں کہے تھے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ شیطانی مزامیر!'' انھوں نے یہ جملہ دو دفعہ دہرایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! انھیں چھوڑ دے، ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور ہماری عید آج کا یہ دن ہے۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبي صلى الله عليه وسلم و أصحابه المدينة : ٣٩٣١۔ مسلم : ٨٩٢]

⌘ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''عید کے دن حبشی صحابہ اپنے سپر اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب الدرق : ٢٩٠٧۔ مسلم : ١٧/ ٨٩٢]

عید کے دن ملاقات کرنا:

⌘ ثقہ و صدوق محدث امام علی بن ثابت الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے '' تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ '' (اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری نیکیاں قبول فرمائے) کے متعلق پوچھا، جو کلمہ لوگ عید کے دن ایک دوسرے سے کہتے ہیں، تو انھوں

نے فرمایا: ''ہمارے ہاں (مدینہ میں) لوگ ہمیشہ ہی سے ایسا کرتے آ رہے ہیں اور ہم اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے۔'' [الثقات ابن حبان : ۹/ ۹۰، ت : ۱۵۳٤۸۔ إسناده صحيح]

⌘ ثقہ وصدوق تابعی امام مکحول رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ عید والے دن جب کوئی شخص ان سے ملتا تو وہ اسے یہ دعا دیتے: '' بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ '' کہ اللہ تعالیٰ تیرے اعمال میں برکت دے۔ [تاريخ ابن معين، رواية الدوری : ۲/ ۳۳٦، ت : ۵۱٦۷ إسناده حسن لذاته، حجوة و عثمان هما صدوقان وثقهما الجمهور]

⌘ عیدین کے دن معانقہ کرنے یعنی گلے ملنے کی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں ہے۔ [تفصیل کے لیے دیکھیں هداية النجدين فی حكم المعانقة والمصافحة بعد العيدين لمحدث علامة شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ : ۱۱٦ تا ۱۲۵]

تکبیراتِ عید:

⌘ تکبیرات کہنا عید کا حصہ ہے، لازمی طور پر کہنی چاہییں، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۸۵]

''اور تم ایک ماہ کی گنتی پوری کرو اور پھر اللہ کی بڑائی کرو کہ جو اس نے تمھیں ہدایت دی ہے، تاکہ تم شکر گزار بنو۔''

⌘ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ فِي الْعِيْدَيْنِ...... رَافِعًا صَوْتَهُ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ » [ابن خزيمة: ۲/ ٦۱۲، ح : ۱٤۳۱۔ السلسلة الصحيحة : ۱۷۱]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے دنوں میں باہر نکلتے تو بلند آواز سے تکبیر و تہلیل پڑھتے ہوئے نکلتے۔''

⌘ ثقہ تابعی امام نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے سویرے سویرے ہی عید گاہ کی طرف نکل جاتے تھے اور عید گاہ میں پہنچنے تک بلند آواز میں تکبیرات کہتے

رہتے اور وہاں امام کے آنے تک بھی تکبیرات کہتے رہتے۔" [السنن الکبریٰ للبیهقی : ٣/٢٧٩، ح : ٦١٢٩، إسناده حسن لذاته۔ سنن الدارقطنی : ٢/٤٤، ح : ١٦٩٨]

⌘ خواتین بھی عید گاہ کو جاتے ہوئے اور عید گاہ میں نماز تک آہستہ آواز سے تکبیرات کہیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: " (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) ہمیں عید کے دن عید گاہ جانے کا حکم ہوتا، یہاں تک کہ کنواری لڑکی بھی اپنے پردے والی جگہ سے باہر نکلتی اور حیض والی عورتیں بھی نکلتیں، وہ لوگوں کے پیچھے رہتیں، مردوں کے ساتھ تکبیرات کہتیں، ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوتیں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔" [بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر أیام منًی وإذا غدا إلی عرفة : ٩٧١۔ مسلم : ١١/ ٨٩٠]

⌘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تکبیرات کے مختلف الفاظ ثابت ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

① عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تکبیرات کے الفاظ یوں پڑھا کرتے تھے:

«اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اَجَلُّ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، عَلٰى مَا هَدَانَا» [السنن الکبریٰ للبیهقی : ٣/٣١٥، ح : ٦٢٨٠، و إسناده صحيح]

"اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔ اللہ سب سے بڑا اور جلالت والا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، (اس کی یہ سب تعریفیں) اس وجہ سے کہ اس نے ہمیں ہدایت دی۔"

② اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ بھی ثابت ہیں:

«اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَجَلُّ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ» [مصنف ابن أبي شيبة : ١/٤٨٩، ٤٩٠، ح : ٥٦٤٥، ٥٦٥٤، و إسناده صحيح]

"اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، اللہ سب سے

بڑا اور سب سے زیادہ جلالت والا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔‘‘

③ سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے تکبیرات کے الفاظ یوں منقول ہیں:

«اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ أَعْلَى وَ اَجَلُّ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ صَاحِبَةٌ، اَوْ يَكُوْنَ لَكَ وَلَدٌ، اَوْ يَكُوْنَ لَكَ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ، اَوْ يَكُوْنَ لَكَ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا» [السنن الكبرى للبيهقي : ٣١٦/٣، ح : ٦٢٨٢ و إسناده صحيح]

’’اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، اے اللہ! تو اس سے اعلیٰ و اجل ہے کہ تیری کوئی بیوی ہو، یا تیری اولاد ہو، یا بادشاہی میں تیرا کوئی شریک ہو، یا عاجزی و کمزوری کی وجہ سے تیرا کوئی مددگار ہو، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے رہو، اے اللہ! ہمیں معاف فرما، اے اللہ! ہم پر رحم فرما!‘‘

④ ثقہ تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یوم عرفہ کو یہ تکبیرات پڑھتے تھے:

«اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ» [ابن أبي شيبة : ١٦٧/٢، ح : ٥٦٤٩ـ صحيح]

’’اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔‘‘

تکبیرات عید کے یہ الفاظ دارقطنی میں مرفوع بھی مروی ہیں، لیکن اس کی سند سخت ضعیف ہے اور یہی الفاظ علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ابن ابی شیبہ میں مروی ہیں، لیکن وہ سند بھی ضعیف ہے۔

نمازِ عید کا بیان

⌘ نماز عیدین کا ایک لازمی جز ہے، یہ مردوں اور عورتوں (جوشرعی احکام کے مکلف ہیں) سب پر فرض عین ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ» [بخاری، کتاب العیدین، باب سنة العيدين لأهل الإسلام : ۹۵۱]

''ہم اپنے اس (عید کے) دن کی ابتدا نماز سے کریں گے۔''

⌘ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«أَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ»
[بخاری، کتاب العید، باب خروج النساء والحیض إلى المصلى : ۹۷٤۔ مسلم : ۸۹۰]

''ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جوان پردے والی خواتین کو بھی عید گاہ میں لے کر جائیں۔''

نمازِ عید میں خواتین کی شرکت:

⌘ عید گاہ میں عورتوں کی شرکت لازمی ہے، اگرچہ وہ حیض یا نفاس کے دن گزار رہی ہوں۔

⌘ حیض ونفاس والی عورتیں نماز سے علیحدہ رہیں لیکن دعا، تکبیرات (اور خطبہ) میں ضرور شرکت کریں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« أَمَرَنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ،

قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا » [بخاري، كتاب الصلاة، باب وجوب الصلاة في الثياب : ۳۵۱۔ مسلم : ۸۸۳/۱۲]

''ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم عید کے دن حیض والی اور پردہ دار خواتین کو بھی لے کر آئیں، تاکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع اور دعا میں شامل ہوں، ہاں حیض والی عورتیں جائے نماز سے دور رہیں۔ ایک عورت کہنے لگی: ''اے اللہ کے رسول ! ہم میں سے کسی کے پاس اوڑھنی نہیں ہوتی ؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی سہیلی اسے اپنی اوڑھنی میں سے ایک حصہ اوڑھا دے۔''

بعض لوگوں نے ان تمام احادیث کے باوجود عورتوں کے لیے عید گاہ میں جانے پر پابندی لگا رکھی ہے اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ عورتوں کے لیے عید گاہ میں جانا ممنوع ہے، یہ سراسر زیادتی اور احادیث کا مقابلہ ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عورتوں کے عید کے لیے نکلنے کو مطلق طور پر مکروہ کہنا صحیح احادیث کا فاسد آراء کے ذریعے رد کرنا ہے اور اگر تو جوان لڑکیوں کو خاص طور پر روکا جائے تو متفق علیہ صریح حدیث اس کا انکار کرتی ہے، یعنی یہ متفق علیہ حدیث کے صراحتاً خلاف ہے۔'' [نيل الأوطار : ۳۴۲/۳۔ والنسخة الأخرى : ۳۰۶/۳]

نمازِ عید میں بچوں کی شرکت:

⌘ بچوں کو بھی نمازِ عید میں شرکت کرنی چاہیے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں بچے تھے، فرماتے ہیں:

« خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى فَصَلَّى الْعِيْدَ »[بخاري، كتاب العيدين، باب خروج الصبيان إلى المصلى : ۹۷۵۔ مسلم : ۸۸۴]

''میں نبی ﷺ کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نکلا اور نماز عید ادا کی۔''

⌘ بڑوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاندان کے تمام افراد (چھوٹے، بڑے اور مرد و عورت سب) کو لے کر جائیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر کے افراد) فضل بن عباس، عبداللہ، عباس، علی، جعفر، حسن، حسین، اسامہ بن زید، زید بن حارثہ اور ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم سب کو لے کر عیدین (کی نماز) کے لیے نکلتے۔‘‘
[ابن خزيمة : ٦١٢/٢، ح : ١٤٣١ـ السلسلة الصحيحة : ١٧١]

عیدگاہ جانے کے آداب:

⌘ نمازِ عید کے لیے جانے کے وہی آداب ہیں جو عام نماز کے لیے جانے کے ہیں، لہٰذا ’’جماعت کے لیے جانے کے آداب‘‘ ملاحظہ فرمائیں ان کے علاوہ یہ کہ عیدگاہ کو جاتے ہوئے اور عیدگاہ میں نماز تک بلند آواز سے تکبیرات کہنا مسنون ہے۔[إرواء الغليل : ٦٥٠ـ السنن الكبرى للبيهقي : ٢٧٩/٣، ح : ٦١٢٩، إسناده حسن لذاته]

دوسری روایت میں ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ فِي الْعِيْدَيْنِ ...... رَافِعًا صَوْتَهٗ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ »[ابن خزيمة : ٦١٢/٢، ح : ١٤٣١ـ السلسلة الصحيحة : ١٧١]

’’بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے لیے نکلتے تو بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور تکبیر کہتے تھے۔‘‘

نمازِ عید کے اوقات:

⌘ نماز عید کا وقت سورج طلوع ہو کر ذرا بلند ہونے پر ہے۔

⌘ نماز عید جلدی ادا کر لینی چاہیے۔ یزید بن خمیر الرحبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’صحابی رسول عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نکلے، امام کی تاخیر پر ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا: ’’(دور نبوی میں) اس وقت تو ہم نماز سے فارغ ہو جایا کرتے تھے‘‘ [illegible]

إلى العيد: ١١٣٥۔ ابن ماجه : ١٣١٧۔ صحيح]

⌘ نمازِ عید کا آخری وقت زوال سے پہلے تک ہے، جیسا کہ ایک قافلہ دن کے آخری حصہ میں آیا اور انھوں نے نبی ﷺ کے سامنے گواہی دی کہ انھوں نے گزشتہ کل چاند دیکھا ہے، تو آپ ﷺ نے اعلان کر دیا کہ روزہ افطار کر دو اور کل عید کی نماز کے لیے آ جانا۔ [ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ما جاء في الشهادة على رؤية الهلال : ١٦٥٣۔ أبوداؤد : ١١٥٧۔ نسائي : ١٥٥٨۔ صحيح]

نمازِ عید کے لیے اذان و اقامت:

⌘ عید کی نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ عید میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے خطبہ سے پہلے نماز سے آغاز کیا، بغیر اذان اور اقامت کے۔'' [مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب صلاة العيدين : ٨٨٥/٤]

⌘ لیکن سپیکر وغیرہ میں نمازِ عید کا وقت وغیرہ بتانا جائز ہے، جیسا کہ ایک قافلہ والوں نے نبی ﷺ کے سامنے گزشتہ کل چاند دیکھنے کی گواہی دی تو آپ ﷺ نے روزہ افطار کرنے اور کل عید کرنے کا اعلان کروایا۔ [ابن ماجه : ١٦٥٣]

نمازِ عیدین کا طریقہ:

⌘ عید والے دن سب سے پہلے عید کی نماز پڑھنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ))[بخاري، كتاب العيدين، باب سنة العيد لأهل الإسلام : ٩٥١]

''ہم اپنے اس (عید کے) دن کی ابتدا نماز سے کریں گے۔''

⌘ عید کی نماز دو رکعت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ))

[بخاري، كتاب العيدين، باب الصلاة قبل العيد وبعدها: ٩٨٩۔ مسلم : ٨٨٤]

''نبی اکرم ﷺ عید الفطر کے دن نکلے اور دو رکعت نماز ادا کی۔''

⌘ عید کی نماز ادا کرنے کا طریقہ وہی ہے جو عام نماز کا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ نماز عید میں بارہ تکبیرات زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں دعائے استفتاح کے بعد سات زائد تکبیرات (ٹھہر ٹھہر کر) کہیں، پھر قراءت کریں اور دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر پانچ زائد تکبیرات کہیں، پھر قراءت کریں۔ سیدنا عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْأُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَ فِي الْآخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ »[ترمذی، كتاب العيدين، باب ما جاء في التكبير في العيدين : ٥٣٦۔ أبوداوٗد : ١١٥١۔ ابن ماجه : ١٢٧٧۔ صحيح]

''نبی اکرم ﷺ عیدین کی نمازوں میں پہلی رکعت میں سات تکبیرات کہتے، پھر قراءت کرتے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات کہتے، پھر قراءت کرتے تھے۔''

⌘ احناف کے نزدیک چھ تکبیرات زائد ہیں، تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں، لیکن اس کی دلیل والی روایت ضعیف ہے۔ [ملاحظہ ہو معالم السنن : ١/ ٢٥٢۔ نيل الأوطار : ٣/ ٣٥٦]

⌘ ہر زائد تکبیر کہتے ہوئے رفع الیدین کرنا چاہیے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ...... وَيَرْفَعُهُمَا فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ يُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ »[أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين في الصلاة : ٧٢٢۔ صحيح]

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے برابر تک ہاتھ اٹھاتے، پھر تکبیر کہتے...... اور رکوع سے پہلے جتنی بھی تکبیرات کہتے ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے۔''

یہ حدیث رکوع سے پہلے کہی جانے والی تمام تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کو مشروع

قرار دیتی ہے، اگرچہ اس میں صراحتاً نمازِ عید کا ذکر نہیں ہے، لیکن امت کا عملی تسلسل یہی ہے، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے عید کی زائد تکبیرات میں رفع الیدین کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''ہاں! ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرو، لیکن اس مسئلہ کے حوالے سے میں نے کوئی حدیث نہیں سنی۔'' [إرواء الغليل : ۱۱۳/۳] ان کے علاوہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، (یعنی ائمہ اربعہ) امام اوزاعی اور عطاء رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ نیز دیکھیے رسالہ ''الحدیث'' حضرو (ص: ٦ تا ١٧، شمارہ نمبر ١٧، اکتوبر ٢٠٠٥ء)

نمازِ عیدین کی قراءت:

⌘ عیدین کی نماز میں قراءت بلند آواز سے کی جائے گی۔

⌘ رسول اللہ ﷺ سے نمازِ عید کی پہلی رکعت میں ''سورۂ قمر'' اور دوسری رکعت میں ''سورۂ ق'' پڑھنا ثابت ہے۔ اس کے علاوہ پہلی رکعت میں ''سورۃ الاعلیٰ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ الغاشیہ'' پڑھنا بھی ثابت ہے۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة : ۸۷۸]

عید کا خطبہ:

⌘ عید کا خطبہ ایک ہی ہے جو نماز کے بعد ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر دیا جاتا ہے۔

⌘ خطبۂ عید میں وعظ و نصیحت کی جائے اور صدقہ کا حکم دیا جائے۔ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جاتے اور سب سے پہلے نماز پڑھاتے، پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے، آپ انھیں وعظ و نصیحت کرتے، احکامِ شریعت بتاتے اور فرماتے: ''صدقہ کرو، صدقہ کرو، صدقہ کرو۔'' [بخاري، كتاب العيدين، باب الخروج إلى المصلى بغير منبر : ۹۵٦۔ مسلم : ۸۸۹]

⌘ عید کے لیے دو خطبوں کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا خواتین کو علیحدہ

خطبہ دینے سے دو خطبوں کا استدلال کرنا قطعاً درست نہیں، کیونکہ صحیح مسلم (۸۸۴/۲) میں اس کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ دور ہونے کی وجہ سے انھوں نے خطبہ نہیں سنا تھا۔

⌘ رسول اللہ ﷺ عید کا خطبہ دینے کے لیے عید گاہ میں منبر نہیں لے جاتے تھے، بلکہ بغیر منبر کے کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ [بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج إلى المصلى بغير منبر : ۹۵٦۔ مسلم : ۸۸۹]

⌘ اگر لوگوں کی تعداد زیادہ ہو اور امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ رہی ہو تو امام اونچی جگہ کھڑا ہو کر خطبہ دے سکتا ہے۔ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمَ الْعِيْدِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ »

[ابن حبان : ۲۸۲۵۔ شعیب الارنؤوط نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

"رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن سواری پر بیٹھ کر خطبہ دیا۔"

⌘ عید کا خطبہ سننا سنت ہے، اس لیے ضرورت کے تحت کوئی شخص بغیر خطبہ سنے بھی جا سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز عید کے بعد فرمایا:

« إِنَّا نَخْطُبُ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَجْلِسَ لِلْخُطْبَةِ فَلْيَجْلِسْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَذْهَبَ فَلْيَذْهَبْ » [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الجلوس للخطبة : ۱۱۵۵۔ نسائی : ۱۵۷۲۔ ابن ماجه : ۱۲۹۰۔ صحیح]

"اب ہم خطبہ دیں گے، جو خطبہ سننے کے لیے بیٹھنا چاہے وہ بیٹھ جائے اور جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے۔"

عید گاہ میں نوافل:

⌘ نماز عید سے پہلے یا بعد عید گاہ میں نوافل پڑھنا جائز نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا » [بخاری، کتاب العیدین، باب الصلاة قبل العيد و بعدها : ۹۸۹۔ مسلم : ۸۸٤]

"بے شک نبی ﷺ عید کے دن نکلے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔"

گاؤں میں نمازِ عید:

⌘ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز عید صرف شہر میں ہو گی، گاؤں میں نہیں، لیکن یہ خیال باطل ہے، کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ گاؤں میں عید سے متعلق حکم دیا تو اس نے ان کے اہل و عیال اور بیٹوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز عید پڑھائی اور ان کی طرح تکبیرات کہیں۔ [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب إذا فاته العيد يصلي ركعتين، تعليقاً، قبل الحديث : ٩٨٧]

نماز عید کس جگہ ادا کرنی چاہیے؟:

⌘ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ عید کی نماز عید گاہ میں ادا کرتے تھے۔ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى »[بخاری، کتاب العيدين، باب الخروج إلى المصلى بغير منبر : ٩٥٦]

"نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔"

⌘ مجبوری کی صورت میں مسجد یا کسی بھی جگہ نماز عید پڑھی جا سکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ﴾ [التغابن : ١٦]

"اپنی طاقت کے مطابق اللہ سے ڈرو، احکام سنو اور اطاعت کرو۔"

اگر عید جمعہ کے دن آ جائے تو......؟:

⌘ ہمارے ہاں بعض لوگ جمعہ کے دن عید آنے کو حکومت کے حق میں بہت برا سمجھتے ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ خوشی کا موقع ہے کہ دو عیدیں ایک دن جمع ہو گئی ہیں۔

⌘ عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو عید لازمی پڑھنی چاہیے، لیکن جمعہ ادا کرنے کی رخصت ہے، جبکہ دونوں ادا کرنا افضل ہے۔ ایاس بن ابی رملہ شامی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کر رہے تھے: ''کیا تمھارے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے دور میں کبھی دو عیدیں (جمعہ اور عید) ایک ہی دن میں اکٹھی ہوئی ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' پوچھا: ''تب آپ نے کیسے کیا ؟'' انھوں نے جواب دیا: ''نبی اکرم ﷺ نے عید کی نماز پڑھی، پھر جمعہ کے بارے میں رخصت دے دی اور فرمایا:

« فَمَنْ شَاءَ اَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُصَلِّ » [أبو داوٗد، كتاب الجمعة، باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد : ۱۰۷۰۔ ابن ماجه : ۱۳۱۰۔ صحيح]

''جو جمعہ پڑھنا چاہتا ہے وہ جمعہ پڑھ لے۔''

عید گاہ سے واپسی:

⌘ نماز عید سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مسنون ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ »

[بخاري، كتاب العيدين، باب من خالف الطريق إذا رجع يوم العيد : ۹۸٦]

''رسول اللہ ﷺ نماز عید کے لیے آتے جاتے راستہ تبدیل کیا کرتے تھے۔''

عید الفطر کے مخصوص مسائل:

⌘ عید الفطر یکم شوال کو ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْفِطْرُ يَوْمَ يُفْطِرُ النَّاسُ »[ترمذي، كتاب الصوم، باب ما جاء في الفطر والأضحى متى يكون؟ : ۸۰۲۔ ابن ماجه : ۱٦٦۰۔ صحيح]

''عید الفطر اس دن ہے جب روزے ختم ہو جائیں۔''

⌘ شوال کا چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کر لیے جائیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ [ثَلَاثِیْنَ] »[بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ إذا رأیتم الهلال ...... الخ : ۱۹۰۶، ۱۹۰۷۔ مسلم : ۱۰۸۰]

''چاند دیکھے بغیر روزے نہ رکھو اور نہ روزے ختم کرو، حتیٰ کہ (شوال کا) چاند دیکھ لو، اگر بادل چھا جائیں تو (رمضان کے) تیس دن پورے کرلو۔''

⌘ اگر شوال کے چاند کا علم نہ ہو اور روزہ رکھ لیا جائے اور بعد میں علم ہو کہ چاند نظر آ چکا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ چاند کی اطلاع عید کے وقت کے اندر اندر مل گئی ہے تو روزہ کھول کر عید کر لینی چاہیے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ چاند کی اطلاع زوال کے بعد ملی ہے تو روزہ تو کھول دینا چاہیے لیکن عید دوسرے دن کرنی چاہیے۔[ابن ماجه : ۱۶۵۳۔ أبو داوٗد : ۱۱۵۷۔ نسائی : ۱۵۵۸۔ صحیح]

صدقۂ فطر (فطرانہ) کا مسئلہ:

⌘ عید کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلے پہلے ہر مسلمان پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت افراد کی طرف سے فطرانہ ادا کرنا فرض ہے۔

⌘ فطرانہ کی مقدار ایک فرد کی طرف سے علاقہ کی خوراک کا ایک صاع ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر فرض کیا ہے کھجور کا ایک صاع، یا جو کا ایک صاع مسلمانوں کے غلام و آزاد، مرد و زن اور چھوٹے و بڑے ہر کسی پر اور حکم دیا کہ لوگوں کے نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔''[بخاری، کتاب صدقة الفطر، باب فرض صدقة الفطر : ۱۵۰۳۔ مسلم : ۹۸۴]

ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں اور ایک مد یہ ہے کہ (درمیانے ہاتھوں والا) آدمی اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اس میں غلہ بھرے۔[لسان العرب : ۱۳/۵۳۔ مجمع بحار الأنوار : ۴/۵۶۸۔ النهایة فی غریب الحدیث والأثر : ۴/۳۰۸۔ القاموس المحیط : ۴۰۷]

لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک صاع درمیانی ہتھیلیوں والے آدمی کی چار لپیں ہوتا ہے۔ [المجموع : ۶/۱۲۹۔ مغنی المحتاج : ۱/۳۸۲۔ المصباح المنیر : ۱/۴۱۵۔

الایضاح والتبیان فی معرفة المکیال والمیزان :۵۷، ۵۶۔ احکام زکوۃ وعشر:۵۳۔ المیزان فی الأوزان]

صدقۂ فطر دینے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ درمیانے ہاتھوں والا آدمی دونوں ہاتھوں کی لپیں بھر کر چار مرتبہ دے دے۔[فتاوی ھیئة کبار العلماء]

عید الفطر سے پہلے کھانا:

⌘ عید الفطر کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھانا مسنون ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَ يَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا »[بخاری، کتاب العیدین، باب الأکل یوم الفطر قبل الخروج : ۹۵۳]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن طاق کھجوریں کھا کر جاتے تھے۔''

عید الاضحیٰ کے مخصوص مسائل:

⌘ عید الاضحیٰ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو ہوتی ہے۔[ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی الفطر والأضحی متی یکون؟ :۸۰۲۔ ابن ماجه :۱۶۶۰]

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں سے بڑھ کر کسی دن کا عمل اللہ کو زیادہ محبوب نہیں ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''کیا جہاد بھی نہیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہاد بھی نہیں، مگر وہ مجاہد جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلے اور کچھ بھی واپس نہ آئے۔''

[بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق : ۹۶۹]

تکبیراتِ عشرہ ذی الحجہ:

⌘ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں کثرت سے تکبیرات کہتے رہنا چاہیے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں میں چلتے اور بلند آواز سے تکبیرات کہتے اور بازار والے لوگ بھی ان کے ساتھ مل کر تکبیرات کہتے۔ [بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق، تعلیقاً، قبل الحدیث : ۹۶۹]

عرفہ کی فضیلت :

⌘ عرفہ کے دن دین اسلام مکمل ہوا، یعنی یہ تکمیل دین کا دن ہے۔ [بخاری، کتاب الإیمان، باب زیادۃ الإیمان ونقصانہ : ۴۵۔ مسلم : ۳۰۱۷]

⌘ یوم عرفہ میں اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، بندوں کے قریب ہوتا ہے اور فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟'' [مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفۃ : ۱۳۴۸]

یوم عرفہ کی تکبیرات :

⌘ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں ذوالحجہ کی یکم تاریخ سے اور بالخصوص نو (۹) سے تیرہ (۱۳) تاریخ تک تکبیرات کہتے رہنا چاہیے۔ سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم یوم عرفہ کی نماز فجر سے تیرہ ذی الحجہ کی شام تک تکبیرات کہتے تھے، نماز مغرب میں نہیں کہتے تھے۔ [مصنف ابن أبی شیبۃ : ۴۸۸/۳، ح : ۵۶۳۰، ۵۶۴۵۔ مستدرک حاکم : ۲۹۹/۱، ۳۰۰، ح : ۱۱۱۳، ۱۱۱۴۔ علامہ الالبانی نے اسے صحیح کہا ہے]

یوم عرفہ کا روزہ :

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ، اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهُ، وَ السَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهُ)) [مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر ...... الخ : ۱۱۶۲]

''یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کو روزہ (رکھا جائے تو) مجھے امید ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

⌘ یوم عرفہ کے بارے میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا اپنے علاقے کی رؤیت کا اعتبار کرتے ہوئے نو ذی الحجہ کا روزہ رکھا جائے گا، یا پھر مکہ کی رؤیت کا اعتبار کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھا جائے گا جس دن حاجی میدان عرفات میں جمع ہوں گے۔ تو صحیح بات یہی ہے کہ اپنے علاقے کی رؤیت کا اعتبار کرتے ہوئے نو ذی الحجہ کو یہ روزہ رکھا جائے گا۔

قربانی کے دن کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ اَعْظَمَ الْاَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ » [أبو داوٗد، كتاب المناسك، باب في الهدى إذا عطب قبل أن يبلغ : ١٧٦٥ـ صحيح]

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت والا دن قربانی کا دن ہے (یعنی دس ذی الحجہ)، پھر گیارہ ذی الحجہ ہے۔“

نمازِ عید الاضحیٰ کے آداب:

⌘ عید الاضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد کھانا سنت ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ » [ترمذى، كتاب العيدين، باب (ما جاء فى) الأكل يوم الفطر قبل الخروج : ٥٤٢ـ ابن ماجه : ١٧٥٦ـ صحيح]

”نبی اکرم ﷺ عید الفطر کے دن کوئی چیز (طاق کھجوریں) کھا کر نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانا کھاتے تھے۔“

⌘ بہتر یہ ہے کہ قربانی کے گوشت سے کھائیں، کیونکہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری سند سے اس روایت کے الفاظ یوں ہیں:

« وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ النَّحْرِ حَتّٰى يَذْبَحَ »[ابن خزيمة : ٢/ ٦١٠، ٦١١، ح :

١٤٢٦۔ ابن حبان: ٢٨١٢۔ اسے شعیب الارنؤوط اور الاعظمی نے حسن کہا ہے]
''آپ ﷺ عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہ کھاتے، یہاں تک کہ قربانی کر لیتے۔''

نمازِ عید کے بعد قربانی:

⌘ قربانی عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کے بعد کرنی چاہیے، کیونکہ نماز سے پہلے جانور ذبح کرنے سے قربانی نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِیْ یَوْمِنَا ھٰذَا اَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَاِنَّمَا ھُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِاَھْلِهِ لَیْسَ مِنَ النُّسُكِ فِیْ شَیْءٍ))[بخاری، کتاب العیدین، باب الخطبة بعد العید : ٩٦٥۔ مسلم : ١٩٦١/٧]

''اس دن سب سے پہلے ہم نماز ادا کریں گے، پھر واپس جا کر قربانی کریں گے، جس شخص نے ایسا ہی کیا اس نے ہمارے طریقے کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی، اس نے اپنے گھر والوں کو گوشت مہیا کیا ہے، وہ قربانی ہرگز نہیں ہے۔''

⌘ اگر کوئی غلطی سے نماز عید سے پہلے قربانی کر لے (تو استطاعت ہو) تو نماز کے بعد اسے دوبارہ قربانی کرنی چاہیے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ یُصَلِّیَ فَلْیَذْبَحْ اُخْرٰی مَكَانَھَا)) [بخاری، کتاب العیدین، باب کلام الإمام و الناس فی خطبة العید...... الخ : ٩٨٥۔ مسلم : ١٩٦٠/٣]

''جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی، اسے اس کی جگہ (استطاعت ہو تو) دوسری قربانی کرنی چاہیے۔''

جنازے کے احکام و مسائل

بیماری گناہوں کا کفارہ:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بیماری کے ذریعے مسلمان کو اس کے گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح آگ سونے اور چاندی کو میل کچیل سے صاف کر دیتی ہے۔''

[أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب عيادة النساء : ٣٠٩٢ـ صحيح]

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''کسی بھی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح (خزاں میں) درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔''

[بخاري، كتاب المرض، باب شدت المرض : ٥٦٤٧ـ مسلم : ٢٥٧١]

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، حتیٰ کہ کانٹا بھی، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور درجات بلند کر دیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب المرض، باب ما جاء في كفارة المرض : ٥٦٤٠ـ مسلم : ٢٥٧٢/٤٩]

حالت مرض میں کرنے کے کام:

⌘ مریض کو بیماری پر صبر کرنا چاہیے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''مومن پر تعجب ہے کہ اس کا ہر معاملہ ہی اس کے لیے اچھا ہے اور یہ بھلائی صرف مومن کے لیے ہے، اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر

ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔" [مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ٢٩٩٩]

⌘ مرض سے تنگ آ کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"اگر کوئی شخص کسی تکلیف و بیماری میں مبتلا ہے تو اسے اس وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہیں کرنی چاہیے، اگر کوئی دعا کرنی ہی ہے تو اس طرح کہے: "اے میرے اللہ! جب تک زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۔" [بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت : ٥٦٧١۔ مسلم : ٢٦٨٠]

⌘ اللہ سے حسن ظن رکھنا چاہیے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:
"کوئی آدمی نہ مرے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ سے حسن ظن رکھتا ہو۔" [مسلم، كتاب صفة الجنة، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى عند الموت : ٢٨٧٧]

⌘ رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان کے پاس گئے جو حالت نزع میں تھا، آپ ﷺ نے پوچھا: "کیسا محسوس کر رہے ہو؟" اس نے کہا: "اللہ سے رحمت کی امید بھی ہے اور اپنے گناہوں کا ڈر بھی ہے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی بندے کے دل میں موت کے وقت یہ دو چیزیں پیدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید بر لاتا ہے اور اندیشے سے اسے محفوظ رکھتا ہے۔" [ترمذي، كتاب الجنائز، باب الرجاء بالله ...... الخ : ٩٨٣۔ ابن ماجه : ٤٢٦١۔ حسن]

⌘ کسی کے حقوق اس کے ذمہ ہوں تو انھیں ادا کرے، وگرنہ ان کی وصیت کرے۔

⌘ وصیت تحریری شکل میں ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"جس مسلمان کو کسی چیز کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اس حال میں گزارے کہ اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت موجود نہ ہو۔" [بخاري، كتاب الوصايا، باب الوصايا : ٢٧٣٨۔ مسلم : ١٦٢٧]

⌘ اگر فوت شدہ کو وصیت کرنے کا موقع نہ ملے تو بھی ترکہ سے اس کے قرض کی ادائیگی

ورثا پر فرض ہے۔[النساء : ۱۱] [بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا : ۲۷۳۸۔ مسلم : ۱۶۲۷/٤]

⌘ کوئی شخص اگر اپنی وراثت میں سے کچھ اللہ کی راہ میں دینا چاہتا ہے، تو اس کی وصیت کرے۔[بخاری، کتاب الوصایا، باب أن یترك ورثته أغنیاء …… الخ : ۲۷٤۲۔ مسلم : ۱٦۲۸/۷]

⌘ مال کی وصیت کرنے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

① ایک تہائی مال تک کی وصیت کی جا سکتی ہے، اس سے زیادہ کی نہیں۔[بخاری، کتاب الوصایا، باب أن یترك ورثته أغنیاء …… الخ : ۲۷٤۲۔ مسلم : ۱٦۲۸/۷]

② کسی وارث کے حق میں مال کی وصیت نہیں کی جا سکتی۔[أبو داؤد، کتاب البیوع، باب في تضمین العاریة : ۳۵٦۵۔ ترمذی : ۲۱۲۱]

③ کسی وارث کو اس کے شرعی حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔[النساء : ۱۲]

⌘ وصیت کرتے وقت دو آدمیوں کو گواہ بنانا چاہیے۔[المائدة : ۱۰٦]

وصیت کو تبدیل کرنا:

⌘ کسی کی وصیت کو تبدیل کرنا حرام ہے۔[البقرة : ۱۸۱]

⌘ اگر وصیت کتاب وسنت کے مطابق نہیں ہے تو اسے کتاب وسنت کے مطابق تبدیل کرنا ورثا پر فرض ہے۔[البقرة : ۱۸۲]

⌘ وراثت تقسیم کرنے سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی۔[النساء : ۱۱]

اعمال خیر کی وصیت کرنا:

⌘ مال کے علاوہ کسی دینی کام کرنے کی بھی وصیت کی جا سکتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری وقت میں امت کو کئی کاموں کی نصیحت فرمائی۔[مسلم، کتاب الوصیة، باب ترك الوصیة لمن لیس له شيء یوصی فیه : ۱٦۳۷]

⌘ اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے مرتے ہوئے وصیت کی: ''جب میں مر جاؤں تو مجھے تکلیف نہ دینا، مجھے ڈر ہے کہ تم نوحہ کرو گے، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ

آپ نے نوحہ سے منع فرمایا تھا۔" [ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی کراھیۃ النعی : ۹۸٦۔ حسن]

عیادت کی اہمیت:

⌘ مسلمان مریض کی عیادت ضرور کرنی چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« عُوْدُوا الْمَرِیْضَ »[بخاری، کتاب المرض، باب وجوب عیادۃ المریض : ۵٦٤۹]

"مریض کی عیادت کیا کرو۔"

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَا ابْنَ آدَمَ ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ؟ قَالَ یَا رَبِّ ! كَیْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَهُ »[مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل عیادة المریض : ۲۵٦۹]

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے ابن آدم ! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت کیوں نہ کی ؟" وہ کہے گا: "اے میرے رب ! میں تیری عیادت کیسے کرتا، تو تو رب العالمین ہے؟" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "کیا تجھے علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے؟ لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس مریض کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔"

عیادت کی فضیلت:

⌘ جب آدمی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مریض کے پاس ہوتا ہے۔ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل عیادة المریض : ۲۵٦۹]

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کے پاس عیادت کے لیے آتا ہے تو وہ مریض کے

پاس آ کر بیٹھنے تک جنت کے پھل چنتا آتا ہے۔ جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو اس پر رحمت سایہ فگن ہو جاتی ہے۔ اگر (عیادت) صبح کے وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اسے دعائیں دیتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اسے دعائیں دیتے رہتے ہیں۔'' [ابن ماجه، أبواب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عاد مريضًا : ١٤٤٢۔ أبو داوٗد : ٣٠٩٨۔ ترمذی : ٩٦٩۔ صحيح]

عیادت کے آداب:

⌘ شرعی حدود میں رہتے ہوئے مرد اور عورت ایک دوسرے کی عیادت کر سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ [بخاری، كتاب المرض، باب عيادة النساء الرجال : ٥٦٥٤]

⌘ مریض کو تسلی دینی چاہیے اور صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔ [بخاری، كتاب الوصايا، باب الوصية بالثلث : ٢٧٤٤۔ مسلم : ١٦٢٨]

⌘ مریض کو ان کلمات، یا ان جیسے الفاظ سے تسلی دینی چاہیے:

« لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى »[بخاری، كتاب المرض، باب عيادة الأعراب : ٥٦٥٦]

''کوئی بات نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ، یہ بیماری گناہوں سے پاک کر دے گی۔''

مریض کو دم کرنے کا طریقہ:

⌘ دم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کے جسم پر یعنی متاثرہ جگہ ہاتھ پھیریں اور ساتھ درج ذیل دعائیں پڑھیں، یا دعائیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر مریض کے جسم پر ہاتھ پھیریں:

① « لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى »[بخاری، كتاب المرض، باب عيادة الأعراب : ٥٦٥٦]

② « أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ »[أبو داوٗد، كتاب

الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادة : ٣١٠٦۔ ترمذی : ٢٠٨٣۔ صحیح]
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا مریض کے پاس سات مرتبہ پڑھیں، اگر اس کی موت کا وقت نہیں آ گیا تو اسے ضرور شفا ہو گی۔

③ « اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا » [بخاری، کتاب المرض، باب دعا العائد للمریض : ٥٦٧٥۔ مسلم : ٢١٩١/٤٧]

④ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر دم کریں۔ [بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات : ٥٧٣٥۔ مسلم : ٢١٩٢]

⑤ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے۔ [بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب : ٥٧٣٦۔ مسلم : ٢٢٠١]

⑥ تین مرتبہ « بِسْمِ اللّٰهِ » اور سات مرتبہ « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ » پڑھیں۔ [مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یده علی الألم مع الدعاء : ٢٢٠٢]

⑦ « بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ » [مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی : ٢١٨٦]

قریب الوفات شخص کے پاس کرنے کے کام:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » [مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا إله إلا الله : ٩١٦، ٩١٧]

”قریب الموت آدمی کو ” لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ “ کی تلقین کرو۔“

کیونکہ جس کی زندگی کا آخری کلمہ ” لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ “ ہوا وہ جنت میں جائے گا۔

[أبو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین : ٣١١٦۔صحیح]

⌘ مریض کو " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " پڑھنے کے لیے کہا جائے نہ کہ صرف خود پڑھا جائے۔
[مسند أحمد : ۱۵۲/۳، ح : ۱۲۵۷۱، ۱۲۵۹۱، ۱۳۸۶۲۔ شعیب الارنؤوط نے اسے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے]

⌘ کافر بیمار ہو تو اس کی بھی عیادت کرنی چاہیے اور اسے اسلام کی دعوت دینی چاہیے۔

⌘ اگر کافر قریب الموت دعوت قبول کر لیتا ہے تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ''ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اس کے سر کی طرف بیٹھ کر فرمانے لگے : ''اسلام قبول کر لو!'' اس نے قریب بیٹھے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ نے کہا، ابوالقاسم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کر۔ تو اس نے اسلام قبول کر لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے : ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچا لیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات...... الخ : ۱۳۵۶]

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ، أَوِ الْمَيِّتَ، فَقُوْلُوْا خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ »[مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المریض والمیت : ۹۱۹]

''جب تم مریض کے پاس جاؤ، یا میت کے پاس بیٹھو تو اچھی بات کرو، کیونکہ تمھاری بات پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔''

قریب الوفات شخص کے پاس سورۂ یٰس تلاوت کرنے کے متعلق حدیث بالکل ضعیف ہے، اس پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''ارواء الغلیل (۱۵۰/۳، ح: ۶۸۸)''

⌘ قریب الوفات شخص کا چہرہ قبلہ رخ کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے، مثلاً سیدنا سعید بن المسیب رحمہ اللہ پر غشی طاری ہوئی تو ابوسلمہ رحمہ اللہ کے

کہنے پر ان کا بستر تبدیل کر کے قبلہ رخ کر دیا گیا۔ جب سعید بن المسیب رحمہ اللہ کو ہوش آیا تو فرمایا: ''میرا بستر پہلے کی طرح کردو۔'' [مصنف ابن أبی شیبة : ۲/ ٤٤٧، ح : ۱۰۸۷۷۔ صحیح]

وفات کے بعد حاضرین کی ذمہ داریاں:

⌘ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے پاس پہنچے تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، تو آپ ﷺ نے انھیں بند کر دیا۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب فی إغماض المیت والدعاء له إذا حضر : ۹۲۰]

اسی طرح میت کا منہ بھی بند کر دینا چاہیے اور ہاتھ اور پاؤں سیدھے کر دیے جائیں، تا کہ اکڑ نہ جائیں۔

⌘ میت کو کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کو وفات کے بعد یمنی چادر سے ڈھانپا گیا تھا۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبر والشملة : ۵۸۱٤۔ مسلم : ۹٤۲]

⌘ تجہیز و تکفین جلدی کر کے جنازہ کے لیے تیار کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ)) [بخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة : ۱۳۱۵۔ مسلم : ۹٤٤]

''جنازہ (تیار کر کے) جلدی لے چلو۔''

⌘ میت کے متعلق اچھی بات کہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ)) [مسلم، کتاب الجنائز، باب فی إغماض المیت والدعاء له إذا حضر : ۹۲۰]

''اپنے (اور اپنے بھائیوں کے) بارے میں اچھی بات کرو، بلاشبہ فرشتے تمھاری بات پر آمین کہتے ہیں۔''

⌘ میت کی جدائی سے پہنچنے والے غم پر صبر کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ١٥٦]

”(صبر کرنے والے) وہ ہیں کہ جب انھیں کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں: ” اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ “ (ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے)۔“

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا، ثُمَّ احْتَسَبَهُ اِلَّا الْجَنَّةَ))[بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله تعالی : ٦٤٢٤]

”میرے اس مومن بندے کا، جس کی میں کوئی عزیز چیز دنیا سے اٹھا لوں اور وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرلے، تو اس کا بدلہ میرے ہاں صرف جنت ہے۔“

⌘ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صبر وہی معتبر ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے (آہستہ آہستہ تو صبر آ ہی جاتا ہے)۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور : ١٢٨٣۔ مسلم : ٩٢٦]

وفات کے موقع پر جائز کام:

⌘ میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے حجرہ میں تشریف لائے، نبی ﷺ کو دیکھنے لگے اور آپ کا چہرہ یمنی چادر میں لپیٹا ہوا تھا، انھوں نے چہرۂ انور سے چادر ہٹائی، جھک کر بوسہ دیا اور رونے لگے۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت إذا أدرج فی أکفانه : ١٢٤١، ١٢٤٢]

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ میت ناپاک نہیں ہوتی، جیسا کہ بعض جہلاء کا خیال ہے۔

⌘ رونا جائز ہے، لیکن زبان سے اللہ کو ناپسندیدہ الفاظ بولنا حرام ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہونے لگا تو آپ کی آنکھوں سے

آنسو بہ نکلے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ کے رسول! کیا آپ بھی (لوگوں کی طرح) روتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''اے ابن عوف! یہ تو رحمت ہے۔'' پھر رونے لگے، پھر فرمایا: ''بلاشبہ آنکھیں روتی ہیں، دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ ((إنا بك لمحزونون)) : ۱۳۰۳۔ مسلم : ۲۳۱۵]

⌘ جنازے میں شرکت کے لیے لوگوں کو اطلاع کرنا جائز ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، خَرَجَ إِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا)) [بخاری، کتاب الجنائز، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه : ۱۲۴۵۔ مسلم : ۹۵۱]

''رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی موت کے دن اس کی وفات کا اعلان کیا، پھر لوگوں کو لے کر جنازہ گاہ میں گئے، صفیں بنائیں اور چار تکبیرات سے نماز جنازہ پڑھائی۔''

⌘ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک کالے رنگ کا شخص یا کالے رنگ کی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھی، وہ فوت ہوگئی اور نبی اکرم ﷺ کو اس کی وفات کی خبر کسی نے نہ دی تو ایک دن نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا کہ وہ دکھائی نہیں دیتی تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ تو فوت ہو چکی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوة على القبر بعد ما يدفن : ۱۳۳۷]

وفات کے موقع پر ناجائز کام:

⌘ نوحہ کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))
[بخاری، کتاب الجنائز، باب ليس منا من ضرب الخدود : ۱۲۹۷۔ مسلم : ۱۰۳]

”وہ ہم میں سے نہیں ہے جو (اظہار غم کے لیے) منہ پیٹے، گریبان چاک کرے اور منہ سے جاہلانہ باتیں نکالے۔“

⌘ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ”بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت (یا مرد) سے بری الذمہ ہیں جو (اظہار غم کے لیے) چلائے، سر منڈوائے (بال نوچے) اور کپڑے پھاڑے۔“ [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما ينهى مِنَ الحلق عند المصيبة : ١٢٩٦۔ مسلم : ١٠٤]

⌘ اعلان وفات اگرچہ جائز ہے، لیکن جگہ جگہ اعلانات، اشتہارات اور اخبارات وغیرہ کے ذریعے وفات کی تشہیر کرنا جائز نہیں ہے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّعْيِ »

[ترمذي، كتاب الجنائز، باب ما جاء في كراهية النعي : ٩٨٦۔ حسن]

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے وفات کی تشہیر سے منع فرمایا۔“

حسن خاتمہ کی علامات:

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے آخری بات ” لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہی وہ جنت میں داخل ہو گا۔“

[أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب في التلقين : ٣١١٦۔ صحيح]

⌘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مومن پیشانی کے پسینے کے ساتھ مرتا ہے۔“ [نسائي، كتاب الجنائز، باب موت المؤمن : ١٨٢٩۔ ترمذي : ٩٨٢۔ ابن ماجه : ١٤٥٢۔ صحيح]

میت کے متعلق اظہار خیال کرنا:

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا » [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما ينهى من سب الأموات : ١٣٩٣]

''فوت شدہ لوگوں کے متعلق بری بات نہ کہو، یقیناً وہ اپنے اعمال کا بدلہ پا چکے ہیں۔''

⌘ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دو جنازے گزرے، ایک کے متعلق لوگوں نے خیر کے کلمات کہے تو آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے واجب ہو گئی'' اور دوسری میت کی برائی بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب بھی یہی فرمایا: ''اس کے لیے واجب ہو گئی۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

((هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ))[بخاري، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس على الميت : ١٣٦٧ ـ مسلم : ٩٤٩]

''جس میت کی تم نے تعریف کی ہے اس کے لیے تو جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی، تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔''

⌘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ ؟ قَالَ وَثَلَاثَةٌ، فَقُلْنَا وَاثْنَانِ ؟ قَالَ وَاثْنَانِ))[بخاري، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس على الميت : ١٣٦٨]

''جس مسلمان کے اچھا ہونے کی گواہی چار آدمی دیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' ہم نے کہا: ''اگر (گواہی دینے والے) تین ہوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ہاں)! تین بھی۔'' پھر ہم نے کہا: ''اگر دو ہوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو بھی (جنت میں داخلے کے لیے کافی ہیں)۔''

⌘ ظالم و جابر کافروں کا تذکرہ برے الفاظ میں کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرعون، ہامان اور قارون وغیرہ کا کیا ہے اور مذکورہ بالا سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

کسی کے انجام کے متعلق بات کرنا:

⌘ بعض لوگ اپنی نظر میں اچھے انسان کو اپنی طرف سے حتمی طور پر بخشا ہوا، جنتی یا اللہ کا ولی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے۔ ام العلاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی گئی تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے کہا: ''اے ابوالسائب! (یہ عثمان کی کنیت ہے) آپ پر اللہ کی رحمت ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے تجھے عزت بخشی ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے اسے عزت بخشی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان، تو پھر اللہ کس کو عزت دے گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے یقیناً موت آ چکی ہے، واللہ! مجھے بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا، لیکن اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے باوجود مجھے اپنے بارے میں معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔'' تو سیدہ ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اللہ کی قسم! آج کے بعد میں کبھی کسی کے متعلق (اس طرح کی) گواہی نہیں دوں گی۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت...... الخ : ۱۲۴۳]

⌘ کسی اچھے انسان کے متعلق اچھائی کی امید ظاہر کرنا جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''واللہ! مجھے بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔'' [بخاری : ۱۲۴۳]

تجہیز و تکفین کا بیان

تجہیز و تکفین کی اہمیت:

⌘ میت کی تجہیز و تکفین فرض ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ »[بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی ثوبین : ١٢٦٥۔ مسلم : ١٢٠٦]

’’اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اسے کفن دو۔‘‘

تجہیز و تکفین کرنے والوں کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ غَسَّلَ مُسْلِمًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً، وَمَنْ حَفَرَ لَهٗ فَاَجَنَّهٗ أُجْرِيَ عَلَيْهِ كَاَجْرِ مَسْكَنٍ اَسْكَنَهٗ اِيَّاهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَفَّنَهٗ كَسَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سُنْدُسٍ وَاِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ » [السنن الکبری للبیھقی : ٣/٣٩٥، ح : ٦٦٥٥۔ مستدرك حاکم : ١/٣٥٤، ٣٦٢، ح : ١٣٠٧، ١٣٤٠۔ علامہ البانی نے " تلخیص أحکام الجنائز : ٣١ " میں اسے صحیح اور امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

’’جس نے کسی مسلمان میت کو غسل دیا اور اس کے عیبوں کو چھپایا، اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرماتا ہے اور جس نے قبر کھود کر میت کو دفن کیا، اس کے لیے اتنا ثواب ہے جیسے اس نے کسی کو قیامت تک رہائش فراہم کر دی اور جس نے اسے کفن پہنایا تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے ریشم کا لباس پہنائے گا۔‘‘

غسل میت کے آداب:

⌘ انگوٹھی اور گھڑی وغیرہ ہو تو وہ اتار لی جائے۔

⌘ میت کے جسم پر ناف سے گھٹنوں تک کوئی کپڑا ڈال دیں، پھر اس کے کپڑے اتار دیں۔ دوران غسل میں سوائے مجبوری کے میت کی شرم گاہ پر نہ نظر پڑے اور نہ کپڑے کے بغیر ہاتھ لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ اِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ))[مسلم، كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات : ٣٣٨]

''مرد دوسرے مرد کی اور عورت دوسری عورت کی شرمگاہ نہ دیکھے۔''

⌘ سب سے پہلے میت کا پیٹ دو تین دفعہ آہستہ آہستہ دبایا جائے (تاکہ کوئی گندگی ہو تو خارج ہو جائے) پھر ہاتھ پر کپڑے کا دستانہ وغیرہ چڑھا کر پانی سے استنجا کروائیں۔

⌘ ناک، دانت، منہ اور کانوں کی گیلی روئی سے اچھی طرح صفائی کر لی جائے، تاکہ وضو کے دوران میں تین دفعہ سے زیادہ نہ دھونا پڑے۔

⌘ میت کو غسل دیتے وقت دائیں جانب سے اور وضو کے اعضا سے ابتدا کرنی چاہیے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کے غسل کے وقت فرمایا:

((اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا)) [بخاري، كتاب الجنائز، باب يبدأ بميامن الميت : ١٢٥٥ ـ مسلم : ٩٣٩/٤٢]

''میت کی دائیں جانب سے اور وضو کے اعضا سے غسل شروع کرو۔''

⌘ اس کے علاوہ غسل دیتے ہوئے مندرجہ ذیل چیزوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

① پانی میں بیری کے پتے ڈال کر ابالا جائے اور اس سے غسل دیا جائے (صابن یا شیمپو وغیرہ استعمال کرنا بھی جائز ہے)۔

② آخری مرتبہ غسل دیتے وقت کچھ خوشبو ملا لینی چاہیے، کافور ہو تو بہتر ہے۔

③ عورت کی مینڈھیاں کھول کر اچھی طرح دھونی چاہییں۔

④ بعد از غسل عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنا کر پیچھے ڈال دینی چاہئیں۔

⑤ غسل تین، پانچ، سات یا ضرورت کے تحت اس سے زیادہ بار بھی دیا جا سکتا ہے، لیکن طاق عدد میں۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت و وضوءہ بالماء والسدر : ۱۲۵۳، ۱۲۶۳۔ مسلم : ۹۳۹]

میت کو غسل کون دے گا؟:

⌘ مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں غسل دیں۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر : ۱۲۵۳۔ مسلم : ۹۳۹]

⌘ میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« لَوْ كُنْتُ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ نِسَائِهِ »[ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في غسل الرجل امرأته وغسل المرأة زوجها : ١٤٦٤۔ صحيح]

”اگر مجھے اس بات کا پہلے خیال آ جاتا جو بعد میں آیا، تو رسول اللہ ﷺ کو ان کی بیویوں کے سوا کوئی غسل نہ دیتا۔“

ہمارے ہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کے مرنے سے خاوند کا اس سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے اس کا چہرہ سب دیکھ سکتے ہیں لیکن خاوند نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح اسے قبر میں دوسرے رشتہ دار اتارتے ہیں، خاوند نہیں۔ یہ نظریہ بالکل غلط اور قرآن وسنت کے قطعاً خلاف ہے، بلکہ خاوند دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔

⌘ میت کو غسل وہ شخص دے جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو قریبی رشتہ داروں ہی نے غسل دیا تھا۔

⌘ ہمارے ہاں عام طور پر امام مسجد یا کسی دوسرے شخص کو غسل دینے کے لیے اجرت پر مقرر کیا ہوتا ہے، یہ درست نہیں۔

⌘ میت کو غسل وہ شخص دے جو اس کے مسائل اور طریقہ جانتا ہو، تا کہ صحیح طریقے سے غسل دے سکے۔ مجھے ایک عالم دین نے بتایا کہ انھوں نے خود ایک جگہ دیکھا کہ گاؤں والوں نے ایک عیسائی کو میت کو غسل دینے کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔ یہ جہالت اور دین سے دوری کا نتیجہ ہے، جو قطعاً جائز نہیں۔

غسل دینے والے کے فرائض:

⌘ میت کے عیوب لوگوں میں بیان کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ غَسَّلَ مُسْلِمًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً »[السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٩٥/٤، ح : ٦٦٥٥۔ مستدرك حاكم : ٣٥٤/١، ٣٦٢، ح : ١٣٠٧، ١٣٤٠۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

''جو شخص میت کو غسل دے اور اس کے عیبوں کو چھپائے، اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرماتا ہے۔''

⌘ میت کو غسل دینے والا غسل کرے، جبکہ اٹھانے والا وضو کرے تو بہتر ہے۔ فرمان نبوی ہے:

«مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ »[أبو داود، كتاب الجنائز، باب في الغسل من غسل الميت : ٣١٦١۔ صحيح]

''میت کو غسل دینے والا غسل اور اسے اٹھانے والا وضو کرے۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

« لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِيْ غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ اِذَا غَسَلْتُمُوْهُ ، فَاِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجَسٍ، فَحَسْبُكُمْ اَنْ تَغْسِلُوْا اَيْدِيَكُمْ »[مستدرك حاكم : ٣٨٦/١، ح : ١٤٢٦۔ اسے امام حاکم اور امام الذہبی نے بخاری کی شرط پر صحیح، جبکہ حافظ ابن حجر اور الالبانی نے حسن کہا ہے]

''میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ تمھارے مردے نجس نہیں ہوتے، بس اپنے ہاتھ دھولو، یہی کافی ہے۔''

حاجی کا غسل:

⌘ احرام میں فوت ہونے والے کے جسم یا کفن کو خوشبو نہ لگائی جائے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:
«اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَ كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا» [بخاری، كتاب الجنائز، باب الكفن في ثوبين : ١٢٦٥۔ مسلم : ١٢٠٦/٩٤]
''اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اسے دو کپڑوں میں کفن دو، اسے خوشبو نہ لگانا اور نہ اس کے سر کو کفن میں ڈھانپنا، یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔''

شہید کا غسل:

⌘ معرکہ کے شہدا کو غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ خون تک صاف نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمایا:
«اِدْفِنُوْهُمْ فِيْ دِمَائِهِمْ، يَعْنِيْ يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ» [بخاری، كتاب الجنائز، باب من لم ير غسل الشهداء : ١٣٤٦]
''شہدا کو ان کے خون سمیت دفن کر دو۔'' یہ احد کے دن کا واقعہ ہے اور انھیں غسل نہیں دیا گیا۔''

⌘ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر کسی شہید پر غسل جنابت فرض ہو تو اسے غسل دیا جائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حنظلہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''تمھارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے اس کے متعلق دریافت کرو۔'' تو (پوچھنے پر) اس نے کہا: ''یہ اعلان جہاد سنتے ہی نکل گئے تھے، حالانکہ وہ جنبی تھے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی لیے فرشتوں نے اسے غسل دیا ہے۔'' [ابن حبان : ٧٠٢٥، إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ٢٠٤/٣، ٢٠٥، ح : ٤٩١٧۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٥/٤، ح : ٦٨١٤]

ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ فرشتوں کے غسل دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انسان بھی اسے غسل دیں گے۔ پھر صحیح حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''شہداء کو غسل نہ دو، کیونکہ روزِ قیامت ان کے ہر زخم یا (فرمایا زخم سے نکلنے والے) ہر خون سے مشک خوشبو پھوٹ رہی ہوگی۔'' [مسند أحمد : ۲۹۹/۳، ح : ۱٤۱۹۹۔ صحیح]

کفن کون دے گا؟:

- کفن دفن کا انتظام میت کے مال سے کرنا چاہیے۔ [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب سنۃ المحرم إذا مات : ۱۸۵۱۔ مسلم : ۱۲۰٦]
- اگر کوئی شخص اپنی طرف سے میت کو کفن دے، تو بھی جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کے کفن کے لیے اپنی چادر عطا کی تھی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب کیف الإشعار للمیت؟ : ۱۲٦۱۔ مسلم : ۹۳۹]

لیکن ہمارے ہاں یہ رواج بن چکا ہے کہ عورت کو اس کے میکے والے ہی کفن دیں گے، یہ رسم غیر اسلامی، بلکہ ظلم ہے، کیونکہ شادی شدہ عورت کے تمام اخراجات اس کے خاوند اور پھر اس کی اولاد کے ذمہ ہیں۔

کفن کے اوصاف:

- کفن اچھا اور جسم کو صحیح طرح چھپانے والا ہونا چاہیے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی کو ہلکا کفن دے کر رات ہی کو دفن کر دیا گیا، تو نبی ﷺ نے انھیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

« إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ »[مسلم، کتاب الجنائز، باب فی تحسین کفن المیت : ۹٤۳]

''جب تم اپنے مسلمان بھائی کو کفن دو تو اچھا کفن دو۔''

- کفن سفید کپڑے میں دینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبِيْضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا

مَوْتَاكُمْ »[أبو داود، كتاب اللباس، باب في البياض : ٤٠٦١ ـ ترمذي : ١٠١٠ ـ صحيح]

"سفید کپڑا پہنو، یہ تمھارا بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔"

- کفن میں تین کپڑے ہونے چاہییں، ایک شلوار کی جگہ، ایک قمیص کی جگہ اور ایک بڑی چادر دونوں کے اوپر لپیٹنے کے لیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔" [بخاری، كتاب الجنائز، باب الثياب البيض للكفن : ١٢٦٤ ـ مسلم : ٩٤١]
- کپڑا کم ہو تو سر کی طرف ڈال دیں، باقی جسم کسی دوسری چیز سے چھپا دیں۔ سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو ترکہ میں صرف ایک چادر چھوڑی، جب ہم اس سے ان کا سر چھپاتے تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے، پاؤں چھپاتے تو سر ننگا جاتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم سر ڈھانپ دیں اور پاؤں پر گھاس ڈال دیں۔" [بخاری، كتاب الجنائز، باب إذا لم يجد كفنا ...... الخ : ١٢٧٦ ـ مسلم : ٢١٧٧]
- کفن زیادہ مہنگا نہیں ہونا چاہیے، یہ فضول خرچی ہے، جو حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۞ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ﴾

[بنی إسرائيل : ٢٦، ٢٧]

"فضول خرچی نہ کرو، کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔"

- پرانے کپڑوں میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت فرمائی تھی۔ [بخاری، كتاب الجنائز، باب موت يوم الاثنين : ١٣٨٧]

عورت کا کفن:

- عورت کو بھی مرد والا کفن دیا جائے گا، کیونکہ عورت کے لیے علیحدہ کفن کا ذکر کسی صحیح واضح حدیث سے ثابت نہیں۔

اجتماعی کفن:

⌘ اگر فوت شدگان زیادہ ہوں اور کپڑا کم ہو تو ایک کفن میں زیادہ لوگوں کو بھی کفنایا جا سکتا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ » [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الشهيد : ١٣٤٣]

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے دو، دو آدمیوں کو ایک ایک کپڑے میں کفن دیا۔“

محرم کا کفن:

⌘ حالت احرام میں فوت ہونے والے کو اس کے احرام والے دو کپڑوں ہی میں کفن دیا جائے گا اور اس کے سر اور چہرے کو ننگا رکھا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُمِسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ » وَفِيْ رِوَايَةٍ: «وَلَا تُخَمِّرُوْا وَجْهَهُ »[بخاری، کتاب جزاء الصيد، باب سنة المحرم إذا مات : ١٨٥١۔ مسلم : ١٢٠٦۔ ابن ماجه : ٣٠٨٤۔صحيح]

”اس کے دونوں کپڑوں میں اسے کفن دو ،خوشبو نہ لگانا اور نہ اس کے سر کو ڈھانپنا۔“ اور دوسری روایت میں ہے: ”اس کا چہرہ نہ ڈھانپنا۔“

شہید کا کفن:

⌘ شہید کو کفن دینے کی ضرورت نہیں ،تن کے کپڑوں میں دفن کیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« زَمِّلُوْهُمْ فِيْ ثِيَابِهِمْ »[مسند أحمد : ٤٣١/٥، ح : ٢٤٠٥٦۔ شعیب الارنؤوط نے اسے صحیح جبکہ شیخ الالبانی نے حسن کہا ہے]

”انھیں انھی کے کپڑوں میں لپیٹ دو۔“

⌘ اگر کفن میسر ہو تو شہید کو کپڑوں سمیت کفن دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں کفن دیا۔[بخاری : ١٣٤٣]

نماز جنازہ کا بیان

نماز جنازہ کی اہمیت:

⌘ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، یعنی ہر مسلمان پر فرض ہے، لیکن کچھ لوگ بھی ادا کر لیں تو باقی مسلمان گناہ گار نہیں ہوں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی مقروض میت کو لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے: ''کیا اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے؟'' اگر بتایا جاتا کہ اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھا دیتے، ورنہ مسلمانوں سے فرماتے: ''تم اپنے ساتھی کی نماز ادا کرو۔'' [بخاری، کتاب الکفالۃ، باب الدین: ۲۲۹۸۔ مسلم: ۱۶۱۹]

اگر نماز جنازہ فرض عین ہوتی تو آپ کبھی نہ چھوڑتے۔

⌘ مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جانا مسلمانوں پر میت کا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔'' اور ان میں سے ایک اس کے جنازے کے ساتھ جانا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱۲۴۰۔ مسلم: ۲۱۶۲]

نماز جنازہ کی اطلاع دینا:

⌘ لوگوں کو نماز جنازہ کی اطلاع دینا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی وفات پر جنازہ کا اعلان کروایا تھا۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الرجل ینعی إلی أھل المیت بنفسہ: ۱۲۴۵۔ مسلم: ۹۵۱]

⌘ لیکن روتے پیٹتے یا ایسے طریقے سے اعلان کرنا کہ جس کا مقصد میت کی شہرت ہو، یہ جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَالنَّعْيَ، فَاِنَّ النَّعْيَ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ)) [ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی کراھیة النعی : ٩٨٤۔صحیح]

''نعی سے بچو، بلاشبہ نعی جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل جاہلیت کی نعی سے منع کیا گیا ہے، وہ ہرکاروں کو بھیجتے جو گھروں کے دروازوں پر اور بازاروں میں جا جا کر میت کی موت کا اعلان کرتے تھے۔'' [فتح الباری، کتاب الجنائز، باب الرجل ینعی إلی أھل المیت بنفسه]

⌘ اگر میت کوئی چھوٹا بچہ ہو تو لوگوں کو نماز جنازہ کی اطلاع دینا لازمی نہیں، گھر کے افراد ہی نماز جنازہ ادا کر لیں تو بھی درست ہے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ان کا بیٹا عمیر بن ابی طلحہ فوت ہوا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا بھیجا، آپ ﷺ تشریف لائے اور ان کے گھر میں نماز جنازہ ادا کی کہ آگے نبی ﷺ، پیچھے ابوطلحہ اور ان کے پیچھے ام سلیم کھڑی ہوئیں، کوئی اور شامل نہیں تھا۔'' [مستدرک حاکم : ١/٣٦٥، ح : ١٣٥٠۔ امام حاکم نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر، جبکہ الالبانی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت:

⌘ جنازے کے ساتھ جانے کی دو صورتیں ہیں، جنازہ پڑھ کر پلٹ آنا، یا دفن تک ساتھ رہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَ حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ، قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ ؟ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ))
[بخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن : ١٣٢٥۔ مسلم : ٩٤٥]

''جو شخص میت کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرنے تک رہے اسے ایک قیراط اجر ملے گا اور جو دفن تک ساتھ رہے اس کے لیے دو قیراط اجر ہے۔'' پوچھا گیا: ''دو قیراط کیا

ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو بڑے پہاڑوں کے برابر ہیں۔''

⌘ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

« عُوْدُوا الْمَرْضٰى، وَاتَّبِعُوا الْجَنَائِزَ، تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ »[ابن حبان : ۲۹۵۵۔ شعیب الارنؤوط نے اسنادہ قوی جبکہ شیخ الالبانی نے حسن کہا ہے]

''مریضوں کی عیادت کرو اور جنازوں کے ساتھ جاؤ، یہ چیزیں تمھیں آخرت یاد دلائیں گی۔''

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا:

⌘ خواتین کو جنازہ کے ساتھ جانے سے روکا گیا ہے۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا »[بخاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنازة : ۱۲۷۸۔ مسلم : ۹۳۸]

''ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے روکا گیا ہے، لیکن سختی کے ساتھ منع نہیں کیا گیا۔''

جنازہ لے جانے کے آداب:

⌘ جنازہ لے کر جلدی چلنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ »[بخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة : ۱۳۱۵۔ مسلم : ۹۴۴]

''جنازے کو جلدی لے کر چلو، اگر نیک ہے تو بہتر ہے، تم اسے اس کی نیکی کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر اس کے علاوہ ہے تو برا ہے، تم اپنی گردن سے اسے اتار رہے ہو۔''

⌘ جنازے کے ساتھ سوار ہو کر جانا جائز ہے، لیکن وہ جنازہ کے پیچھے چلے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ ، وَالْمَاشِيُ حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا »[نسائی، کتاب الجنائز، باب مكان الراكب من الجنازة : ١٩٤٤ ـ ترمذی : ١٠٣١ ـ صحيح]

''سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل جہاں چاہے چل سکتا ہے۔''

جنازے کے ساتھ حرام کام:

⌘ جنازے کے ساتھ مندرجہ ذیل کام حرام ہیں:

① جنازہ کے ساتھ بین ڈالتے ہوئے اور واویلا کرتے ہوئے جانا۔

② جنازہ کے ساتھ آگ (حقہ، سگریٹ، اگربتیاں، چراغ وغیرہ) لے کر جانا۔ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، تاہم اگر رات کو روشنی کی ضرورت ہو تو پھر ایسا کرنا بامر مجبوری جائز ہے۔[دیکھیے، مستدرك حاكم : ٣٦٨/١، ح : ١٣٦١ و إسناده حسن لذاته، ٣٤٥/٢، ح : ٣٣١٨ و إسناده حسن لذاته]

③ جنازہ کے ساتھ بالکل خاموشی سے جانا چاہیے۔ باواز بلند ذکر، یا تلاوت قرآن وغیرہ اس موقع پر صحابہ کرام ﷺ اور سلف صالحین سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے، اس عمل سے بچنا چاہیے۔ یہ کام ہندوؤں اور عیسائیوں کی مشابہت ہے، عیسائی اپنے جنازوں کے ساتھ انجیل کی تلاوت کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کہاں پڑھنی چاہیے؟:

⌘ جنازہ کی نماز جنازہ گاہ یا میدان میں ادا کرنی چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی وفات کے دن اس کی وفات کا اعلان کیا، پھر جنازہ گاہ کی طرف گئے، صفیں بنائیں اور چار تکبیرات سے نماز پڑھائی۔'' [بخاری، كتاب الجنائز، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه :١٢٤٥ ـ مسلم : ٩٥١]

⌘ نماز جنازہ کی جماعت مسجد میں بھی جائز ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اللہ کی قسم! یقیناً رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد

میں ادا کی۔" [مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد : ۱۰۱/۹۷۳]

⌘ نماز جنازہ کی جماعت گھر میں بھی جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمیر بن ابی طلحہ کی نماز جنازہ ان کے گھر میں ادا کی تھی۔ [مستدرك حاكم : ۱/۳۶۵، ح : ۱۳۵۰۔ امام حاکم نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر جبکہ شیخ الالبانی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

⌘ قبرستان میں قبروں کے درمیان نماز جنازہ ادا کرنے کا کوئی ثبوت سنت سے نہیں ملتا، ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سیدنا انس رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ قبروں کے درمیان نماز جنازہ ادا کی جائے۔" [الأوسط لابن المنذر : ۹/۳۰۶، ح : ۳۰۵۳ و إسناده حسن لذاته]

⌘ لیکن دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی قَبْرٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ »

[مسلم، كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر : ۹۵۴۔ بخاری : ۱۲۴۷]

"نبی ﷺ نے ایک آدمی کی قبر پر جنازہ پڑھا، جسے دفن کر دیا گیا تھا۔"

نماز جنازہ کے ممنوع اوقات:

⌘ تین اوقات میں نماز جنازہ ادا کرنا اور میت کو دفن کرنا ممنوع ہے: ① جب سورج طلوع ہو رہا ہو، یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ ② جب سورج بالکل سیدھا ہو، یہاں تک کہ ڈھل جائے۔ ③ اور جب سورج غروب ہونے لگے، یہاں تک کہ مکمل غروب ہو جائے۔ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الأوقات التى نهى عن الصلاة فيها : ۱۹۲۹]

اگر کسی کے متعلق جنازہ پڑھانے کی وصیت کی گئی ہو:

⌘ اگر میت نے کسی خاص شخص کے متعلق جنازہ پڑھانے کی وصیت کی ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے۔ [أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب كيف يدخل الميت قبره؟ : ۳۲۱۱۔ صحيح]

نماز جنازہ کی صف بندی:

⌘ نماز جنازہ میں دو صفیں بھی درست ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِنَّ اَخًا لَكُمْ قَدْ مَاتَ، فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ، قَالَ فَقُمْنَا فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ» [مسلم، كتاب الجنائز، باب في التكبير على الجنازة : ٩٥٢/٦٦]

''تمھارا بھائی فوت ہو گیا ہے، اٹھو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔'' راوی کہتا ہے کہ ہم اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری دو صفیں بنوائیں۔''

ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ لازمی طور پر نماز جنازہ میں طاق صفیں ہونی چاہییں، یہ بات بے دلیل ہے، حدیث میں دو صفیں بھی ثابت ہیں، لہٰذا طاق کی شرط لگانا صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

⌘ امام کے علاوہ ایک آدمی ہو تو وہ امام کے پیچھے الگ صف میں کھڑا ہو گا۔ جیسا کہ عمیر بن ابی طلحہ کے جنازہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اکیلے مرد ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ [مستدرک حاکم : ۳۶۵/۱، ح : ۱۳۵۰۔ امام حاکم نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر، جبکہ الالبانی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

امام کہاں کھڑا ہو گا؟:

⌘ مرد کے جنازے میں امام میت کے سر کے برابر کھڑا ہو گا اور عورت کے جنازے میں امام اس کے وسط میں کھڑا ہو گا۔ ابوغالب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھی تو وہ اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے، پھر ایک قریشی عورت کی میت لائی گئی، تو لوگوں نے کہا: ''اے ابوحمزہ! اس کا نماز جنازہ پڑھا دو۔'' تو وہ چارپائی کے وسط میں کھڑے ہوئے۔'' [ترمذی، كتاب الجنائز، باب ما جاء أين يقوم الإمام من الرجل والمرأة : ۱۰۳٤۔ أبو داوٗد : ۳۱۹٤۔ ابن ماجه : ۱٤۹٤۔ صحيح]

نماز جنازہ سری یا جہری:

⌘ نماز جنازہ سری (آہستہ) اور جہری (بلند آواز میں) دونوں طرح جائز ہے۔ سیدنا عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی ﷺ سے نماز جنازہ میں یہ دعا سنی...... تو میت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا سن کر میں تمنا کرنے لگا کہ کاش! یہ میری میت ہوتی (تاکہ آپ ﷺ مجھ پر یہ دعا پڑھتے)۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلوة: ۹۶۳/۸۶]

⌘ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھی جائے۔'' [نسائی، کتاب الجنائز، باب الدعاء: ۱۹۹۱۔ صحیح۔ المنتقی لابن الجارود: ۱۳۴/۲، ح: ۵۴۰]

⌘ سورۂ فاتحہ کی قراءت جہراً کرنا بھی سنت ہے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب قراءة فاتحة الکتاب علی الجنازة: ۱۳۳۵۔ نسائی: ۱۹۸۹، ۱۹۹۰۔ صحیح]

مقتدیوں کے فرائض:

⌘ مقتدیوں کو بھی اپنی اپنی جگہ وہ تمام کام کرنے چاہییں جو امام کرتا ہے۔ سیدنا ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَلسُّنَّةُ اَنْ يَفْعَلَ مَنْ وَرَاءَهُ مِثْلَ مَا فَعَلَ اِمَامُهُ))[مستدرک حاکم: ۳۶۰/۱، ح: ۱۳۳۱۔ امام حاکم نے اسے بخاری ومسلم کی شرط پر اور علامہ البانی نے اسے "إرواء الغلیل (۷۳٤)" میں صحیح کہا ہے]

''سنت یہ ہے کہ مقتدی وہ سب کام کریں جو ان کا امام کرتا ہے۔''

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ:

⌘ نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنی چاہییں۔ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے جنازے میں چار تکبیرات کہیں اور آپ ﷺ ایک دفعہ ایک قبر کے پاس آئے، صفیں درست کیں اور (جنازے میں) چار تکبیرات کہیں۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازة: ۱۳۱۸، ۱۳۱۹۔ مسلم: ۹۵۱]

⌘ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ عام طور پر جنازے پر چار تکبیریں کہتے تھے، ایک دفعہ انھوں نے پانچ تکبیریں کہیں اور میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی القبر : ۹۵۷]

⌘ اب ہر تکبیر کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

پہلی تکبیر:

⌘ تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ اٹھائیں اور سینے پر باندھ لیں۔(اس کے دلائل نماز کے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

⌘ پھر دعائے استفتاح پڑھیں، کیونکہ یہ بھی نماز ہے اور کسی بھی صریح و صحیح حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا۔ تاہم بعض احباب نے ثنا کے الفاظ میں ''وَجَلَّ ثَنَاءُكَ'' کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں۔

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ:

⌘ پھر سورۂ فاتحہ پڑھیں۔ بعض لوگوں نے نماز جنازہ سے سورۂ فاتحہ کا تعلق ہی ختم کر دیا ہے۔ عام نماز کے حوالے سے تو وہ محض امام کے پیچھے (اگرچہ عملاً انفرادی نماز میں بھی) سورۂ فاتحہ پڑھنے کا انکار کرتے ہیں، لیکن نماز جنازہ میں تو سرے سے سورۂ فاتحہ کے وجود کا انکار کر دیتے ہیں، جبکہ احادیث میں کثرت کے ساتھ اس کا تذکرہ ہے۔ عام نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت کے دلائل ہی کافی ہیں، کیونکہ یہ بھی نماز ہے، جو نماز باجماعت کے باب میں گزر چکے ہیں۔ یہاں صرف ان احادیث کا تذکرہ کروں گا جن میں نماز جنازہ کے دوران میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی صراحت ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

① سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ تو سوائے تکبیر اولیٰ کے اور کسی تکبیر میں قراءت نہ کر۔'' [المنتقی لابن الجارود : ۱۳٤/۲، ح : ٥٤٠ و إسناده صحيح]

② طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ (بعد میں) فرمایا: ''(میں نے اس لیے جہراً قراءت کی ہے) تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة : ١٣٣٥]

③ طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں: ''میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، تو انھوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورت بلند آواز سے پڑھی، یہاں تک کہ ہمیں قراءت سنائی۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: ''یہ سنت اور حق ہے۔'' [نسائي، كتاب الجنائز، (باب) الدعاء : ١٩٨٩، ١٩٩٠۔ صحيح]

④ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز جنازہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھیں، پھر تین تکبیریں کہیں اور آخر پر سلام پھیر دیں۔'' [نسائي، كتاب الجنائز، (باب) الدعاء : ١٩٩١۔ المنتقى لابن الجارود : ١٣٤/٢، ح : ٥٤٠ صحيح]

⑤ ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ ہی کہتے ہیں کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز جنازہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ امام پہلی تکبیر کہے، پھر سورۂ فاتحہ دل میں پڑھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر باقی تکبیرات میں میت کے لیے خلوصِ دل سے دعا کرے اور پہلی تکبیر کے علاوہ کسی تکبیر میں بھی تلاوت نہ کرے، پھر آہستہ آواز سے سلام پھیر دے۔'' [السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٩/٤، ح : ٦٩٥٩۔ المنتقى لابن الجارود : ١٣٤/٢، ح : ٥٤٠ و إسناده صحيح]

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ علمائے احناف کی نظر میں:

⌘ انصاف پسند اور محققین علمائے احناف نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

① حنفی عالم عبد الحی لکھنوی لکھتے ہیں: ''نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ہی اولیٰ ہے، اس

لیے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے۔"

④ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی قراءت کرنا سنت ہے، اس لیے کہ یہ تمام دعاؤں سے بہتر اور جامع ہے۔" [حجة الله البالغة : ٣٦/٢]

مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار اور اکابر علمائے احناف کے فتاویٰ سے معلوم ہو گیا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا نبی ﷺ، صحابہ کرام اور ائمۂ دین کا طریقہ اور معمول ہے، اس کا انکار کرنا، یا اسے مکروہ کہنا صحیح اور درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین!)

فاتحہ کے بعد قراءت:

⌘ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت پڑھیں۔ طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، تو انھوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک اور سورت بلند آواز سے پڑھی، یہاں تک کہ ہمیں قراءت سنائی۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: "یہ سنت اور حق ہے۔" [نسائي، كتاب الجنائز، (باب) الدعاء : ١٩٨٩۔ صحيح]

دوسری تکبیر:

⌘ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں۔ سیدنا ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی رسول ﷺ نے فرمایا: "نماز جنازہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ امام پہلی تکبیر کہے، پھر سورۂ فاتحہ دل میں پڑھے، پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے، پھر باقی تکبیرات میں میت کے لیے خلوصِ دل سے دعا کرے اور پہلی تکبیر کے علاوہ کسی تکبیر میں بھی تلاوت نہ کرے، پھر آہستہ آواز سے سلام پھیر دے۔" [السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٩/٤، ح : ٦٩٥٩۔ المنتقى لابن الجارود : ١٣٤/٢، ح : ٥٤٠ و إسناده صحيح]

⌘ درودِ ابراہیمی پڑھنا چاہیے، کیونکہ نماز میں وہی درود پڑھنا ثابت ہے۔

تیسری تکبیر:

⌘ تیسری تکبیر کہیں اور خلوص دل سے میت کے لیے دعائیں کریں۔ [السنن الکبریٰ للبیهقی : ٤/٣٩، ح : ٦٩٥٩۔ المنتقی لابن الجارود : ٢/١٣٤، ح : ٥٤٠ و إسناده صحیح]

میت کے لیے دعائیں:

⌘ مندرجہ ذیل دعائیں مسنون ہیں:

① « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا، وَ شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا، وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ »

[ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الدعاء فی الصلوة علی الجنازة : ١٤٩٨۔ مسند أحمد : ٢/٣٦٨، ح : ٨٨٣٠۔ أبو داؤد : ٣٢٠١۔ صحیح]

''اے اللہ! ہمارے زندہ، ہمارے مردہ، ہمارے حاضر، ہمارے غائب، ہمارے چھوٹے، ہمارے بڑے، ہمارے مرد اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے، اسے اسلام پر زندہ رکھنا اور جسے تو موت دے اس کا خاتمہ ایمان پر کرنا، اے اللہ! اس جانے والے کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر دینا۔''

② « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَ ارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَ وَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَ اَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ » [مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلوة : ٩٦٣]

”اے اللہ! اسے بخش دے، اس پر رحم فرما، اسے آرام دے اور معاف فرما، اس کی باعزت مہمان نوازی کر، اس کی قبر کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو کر اس طرح گناہوں سے پاک اور صاف فرما جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اسے اس کے گھر سے بہتر گھر، اس کے اہل وعیال سے بہتر اہل وعیال، اس کے ساتھی سے بہتر ساتھی عطا فرما، اسے جنت میں داخل فرما اور اسے عذاب قبر اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

③ « اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، فَاغْفِرْ لَهٗ، وَارْحَمْهُ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ »[أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت : ٣٢٠٢۔صحيح]

”اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے سپرد اور تیری حفاظت میں ہے، اسے قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھنا، حق اور وفا صرف تیری ذات میں ہے۔ اس کی بخشش فرما، اس پر رحمت کر، بلاشبہ صرف تیری ذات بخشنے والی اور رحمت کرنے والی ہے۔“

④ « اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ، وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اِحْتَاجَ اِلٰى رَحْمَتِكَ، وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ حَسَنَاتِهٖ، وَ اِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهٖ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ »[الموطأ للإمام مالك : ٢٢٨/١، ح : ٥٣٦ و إسناده صحيح۔ مستدرك حاكم : ٣٥٩/١، ح : ١٣٢٨۔ ابن حبان : ٣٠٧٣۔ شعیب الارنؤوط نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

”اے اللہ! یہ تیرا غلام، تیرے غلام کا بیٹا اور تیری باندی کا بیٹا ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں اور تو مجھ

سے زیادہ اسے جانتا ہے، یہ تیری رحمت کا محتاج ہو کر آیا ہے اور تو اسے عذاب دینے سے بے نیاز ہے، اے اللہ! اگر واقعی یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ کر اور اگر یہ گناہ گار ہے تو اس کے گناہوں سے درگزر فرما، اے اللہ! اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں کسی فتنہ میں مبتلا نہ کرنا۔"

چوتھی تکبیر:

⌘ پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نماز جنازہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھیں، پھر تین تکبیریں کہیں اور آخر پر سلام پھیر دیں۔" [نسائی، کتاب الجنائز، (باب) الدعاء : ۱۹۹۱۔ صحیح۔ المنتقی لابن الجارود : ۱۳٤/۲، ح : ٥٤۰]

⌘ صرف ایک طرف سلام پھیرنا بھی جائز ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَکَبَّرَ عَلَیْھَا اَرْبَعًا وَسَلَّمَ تَسْلِیْمَۃً وَاحِدَۃً »[سنن الدارقطنی : ۷۷/۲، ح : ۱۸۲٤، ۱۷۹۹۔ مستدرك حاکم : ۳٦۰/۱، ح : ۱۳۳۲۔ حسن]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے میں چار تکبیریں کہیں اور ایک سلام پھیرا۔"

مذکورہ حدیث کے بعد امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جنازے میں ایک سلام پھیرنا صحیح ثابت ہے، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا جابر بن عبداللہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سب جنازے میں ایک سلام پھیرتے تھے۔"

چار سے زائد تکبیرات:

⌘ اگر چار سے زائد تکبیرات کہنی ہوں تو ان کے درمیان بھی دعائیں ہی پڑھی جائیں گی۔

تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین:

⌘ نماز جنازہ کی تمام تکبیروں کے ساتھ ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے۔ نافع رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں: "بلاشبہ وہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا

کرتے تھے۔" [السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الجنائز، باب یرفع یدیه فی کل تکبیرة ٦٧٨٤- علامہ الالبانی نے اسے تلخیص احکام الجنائز میں صحیح کہا ہے]

⌘ مختلف کبار تابعین عظام رحمہم اللہ سے بھی نماز جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ (۲۹۷/۳، اسنادہ صحیح) میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے، جزء رفع الیدین (۱۲۲، اسنادہ صحیح) میں حسن بصری رحمہ اللہ سے، مصنف ابن ابی شیبہ (۲۹۶/۳، اسنادہ حسن لذاتہ) اور مصنف عبدالرزاق (۴۶۸/۳) میں عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے، جزء رفع الیدین (۱۱۶، اسنادہ حسن لذاتہ) میں مکحول رحمہ اللہ سے، جزء رفع الیدین (۱۱۸، اسنادہ صحیح) ہی میں امام الزہری رحمہ اللہ سے، جزء رفع الیدین (۱۱۲، اسنادہ صحیح) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۲۹۶/۳) میں قیس ابن ابی حازم رحمہ اللہ سے اور جزء رفع الیدین (۱۱۴، اسنادہ حسن لذاتہ) میں نافع بن جبیر رحمہ اللہ سے۔

⌘ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اور ان کے علاوہ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے کہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کی جائے اور عبد اللہ بن مبارک، شافعی، احمد ابن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔" [ترمذی، کتاب الجنائز، باب رفع الیدین علی الجنائز، بعد الحدیث : ١٠٧٧]

بچہ کی نماز جنازہ:

⌘ بچے کی نماز جنازہ میں اختیار ہے، ادا کریں یا نہ کریں۔

⌘ بچے پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ))[نسائی، کتاب الجنائز، باب مکان الراکب من الجنازة : ١٩٤٤- ترمذی : ١٠٣١- ابن ماجه : ١٥٠٧- صحیح]

"بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔"

⌘ اگر کوئی بچہ نامکمل (یعنی چار ماہ کے بعد اور اصل وقت سے پہلے) پیدا ہو، اس کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَلسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ »[أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب المشي أمام الجنائز : ٣١٨٠۔صحيح]

"ناتمام پیدا ہونے والے بچے پر نماز ادا کی جائے گی۔"

مسلم (۲۶۴۳) میں ہے کہ چار ماہ مکمل ہونے پر بچے میں روح پھونکی جاتی ہے، لہٰذا بچہ چار ماہ مکمل ہونے کے بعد ضائع ہو تو اس پر نماز پڑھی جائے گی ورنہ نہیں، کیونکہ اس سے پہلے والے کو بچہ ہی نہیں کہا جاتا۔

- رسول اللہ ﷺ نے اپنے (نابالغ) بیٹے ابراہیم کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔[أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب في الصلاة على الطفل : ٣١٨٧۔حسن]
- بچہ کی نماز جنازہ اگر گھر کے افراد خود ہی ادا کر لیں، تو جائز ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے عمیر بن ابوطلحہ کی نماز جنازہ ان کے گھر میں گھر کے افراد ہی کو پڑھائی تھی۔[مستدرك حاكم : ١/٣٦٥، ح : ١٣٥٠۔ امام حاکم نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر، جبکہ شیخ الالبانی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے]

بچہ کی نماز جنازہ کی دعا:

- بچے کے جنازہ میں اس کے والدین کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرنی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ »[أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب المشي أمام الجنائز : ٣١٨٠۔ صحيح]

"ناتمام پیدا ہونے والے بچے پر نماز ادا کی جائے گی اور اس میں اس کے والدین کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے۔"

- بچے کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی جائے:

« اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ »[الموطأ للإمام مالك، كتاب الجنائز : ١٨۔ صحيح]

"اے اللہ! اسے قبر کے عذاب سے بچا۔"

⌘ حسن بصری رحمہ اللہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:
«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَ اَجْرًا »[بخاری، کتاب الجنائز، باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة، تعليقًا، قبل الحديث : ۱۳۳۵]
''اے اللہ! اسے ہمارے لیے پیش رو اور (آخرت میں) ذخیرہ اور اجر بنا دے۔''

شہید کی نماز جنازہ:

⌘ شہید پر نماز جنازہ ادا کرنے میں اختیار دیا گیا ہے، ادا کریں یا بغیر نماز کے دفن کر دیں، دونوں صورتیں ثابت ہیں، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شہدائے احد) کو ان کے خون سمیت غسل اور نماز کے بغیر دفن کرنے کا حکم دیا۔'' [بخاری، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهيد : ۱۳۴۳]

⌘ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے اور شہدائے احد پر نماز جنازہ ادا کی۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهداء : ۱۳۴۴۔ مسلم : ۲۲۹۶]

بعض لوگ شہید کی نماز جنازہ کا انکار کرتے ہیں، یہ درست نہیں، کیونکہ کثیر احادیث میں اس کا ذکر ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ:

⌘ کسی میت کی غائبانہ (یعنی میت سامنے موجود نہ ہو) نماز جنازہ ادا کی جا سکتی ہے۔ شاہ حبشہ نجاشی کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمَّ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ، قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ »[بخاری، کتاب الجنائز، باب الصفوف على الجنازة : ۱۳۲۰۔ مسلم : ۹۵۲]
''آج ایک نیک شخص حبشہ میں فوت ہو گیا ہے، لہٰذا آؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔'' صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے صفیں بنائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز

پڑھائی۔"

⌘ بعض لوگ غائبانہ نماز جنازہ کے سرے سے منکر ہیں۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

① رسول اللہ ﷺ نے جو نجاشی کا نماز جنازہ پڑھا تھا، وہ اس کے ساتھ خاص تھا، لیکن ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ہر کام امت کے لیے نمونہ ہے، سوائے اس کے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہو اور اس خاص ہونے کی صراحت قرآن و حدیث میں موجود ہو، جبکہ مذکورہ فعل کے خاص ہونے کی کہیں کوئی صراحت نہیں۔

② نجاشی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے تمام پردے ہٹا دیے گئے اور نجاشی کی میت رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھی۔ اس کے متعلق امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ روایت اوہام و خیالات میں سے ہے (یعنی اس کی کچھ حیثیت نہیں)۔" [المجموع: ۵/ ۲۵۳]

③ نجاشی کی نماز جنازہ اس لیے پڑھائی گئی تھی کہ حبشہ میں (جہاں نجاشی فوت ہوا) ان کا نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن یہ بات بعید از قیاس ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھیں احکام و مسائل (۵۱۴ تا ۵۲۰) از مبشر احمد ربانی ﷾۔

اجتماعی نماز جنازہ:

⌘ ایک وقت میں زیادہ میتیں ہوں تو سب پر ایک ہی مرتبہ نماز ادا کرنا جائز ہے۔

⌘ مرد کو امام کی طرف اور عورت کو قبلہ کی طرف رکھا جائے گا۔ نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بچے اور عورت کا جنازہ اکٹھے آ گئے، تو بچے کو لوگوں کی طرف اور عورت کو اس کے پیچھے رکھا گیا اور ان دونوں پر (اکٹھی) نماز ادا کی گئی، لوگوں میں ابو سعید الخدری، ابن عباس، ابو قتادہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم موجود تھے، میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: "یہ سنت ہے۔" [نسائی، کتاب الجنائز، باب اجتماع جنائز صبی و امرأۃ: ۱۹۷۹۔ صحیح]

⌘ سب پر علیحدہ علیحدہ بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

نماز جنازہ میں خواتین کی شرکت:

⌘ جنازہ قریب ہو تو عورتیں بھی نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ اس کے جنازہ کو مسجد میں لاؤ، تاکہ وہ بھی اس پر نماز پڑھ سکیں، پھر ایسا ہی کیا گیا کہ ان کے حجروں کے قریب جنازہ رکھا گیا اور انھوں نے اس پر نماز پڑھی۔" [مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد : ۹۷۳/۱۰۰]

⌘ لیکن (جنازہ پڑھنے کے لیے) عورتیں میت کے ساتھ نہ جائیں۔ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع کیا گیا لیکن سختی سے نہیں۔" [بخاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنازۃ :۱۲۷۸۔ مسلم : ۹۳۸]

دوبارہ نماز جنازہ:

⌘ ایک میت کی کئی مرتبہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

⌘ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دوبارہ جنازہ وہی پڑھ سکتا ہے جس نے پہلے نہ پڑھا ہو، یہ درست نہیں، بلکہ ایک شخص ایک ہی میت پر کئی مرتبہ نماز پڑھ سکتا ہے۔

⌘ کوئی شخص نماز جنازہ سے پیچھے رہ جائے تو وہ بعد میں نماز جنازہ کی جماعت کروا سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "ایک آدمی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کرتے تھے، ایک رات وہ فوت ہو گیا تو اسے رات ہی کو دفن کر دیا گیا، جب صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی...... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔" [بخاری، کتاب الجنائز، باب الإذن بالجنازۃ : ۱۲٤۷۔ مسلم : ۹٥٦]

تدفین کے بعد نماز جنازہ:

⌘ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ ادا کی جا سکتی ہے۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب الإذن بالجنازۃ : ۱۲٤۷]

طویل مدت کے بعد نماز جنازہ:

⌘ کسی شخص کے فوت ہونے کے سال ہا سال گزر جانے کے بعد بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد پر آٹھ سال بعد نماز جنازہ پڑھی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ٤٠٤٢۔ مسلم : ٢٢٩٦]

گناہ گاروں کی نماز جنازہ:

⌘ گناہ اور حرام کاموں میں مشہور شخص کی نماز عام لوگ ادا کریں، لیکن کسی بڑے عالم کو، جس کی شخصیت کا لوگوں پر اثر ہو، اسے نہیں پڑھنی چاہیے، تاکہ لوگوں کو نصیحت ہو۔

⌘ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب ترك الصلاة على القاتل نفسه : ٩٧٨]

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والی کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھائی۔ [نسائی، کتاب الجنائز، باب الصلاة على من غل : ١٩٦١۔ صحيح]

⌘ جو شخص سچے دل سے توبہ کر لے تو اس کی نماز جنازہ کسی بڑے عالم کو پڑھانی چاہیے۔

⌘ جس شخص کو گناہ پر حد لگے اور وہ فوت ہو جائے، کیونکہ وہ توبہ ہی ہے، تو اس پر نماز جنازہ ادا کرنی چاہیے، جیسا کہ ایک عورت سے زنا کا ارتکاب ہو گیا، پھر وہ سزا کی طلب گار ہوئی، اس پر حد جاری کی گئی، پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى : ١٦٩٦]

مقروض کی نماز جنازہ:

⌘ میت مقروض ہو اور اس کے ورثہ میں ادائیگی کے بقدر مال بھی نہ ہو، تو اس کی نماز جنازہ بڑے عالم کو نہیں پڑھانی چاہیے، لیکن اگر کوئی شخص اس کا قرض اپنے ذمے لے لے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور آپ ﷺ سے اس کی نماز پڑھانے کی گزارش کی گئی، آپ نے پوچھا: ''اس پر قرض ہے؟'' ورثاء نے کہا: ''نہیں۔'' تو آپ ﷺ نے

اس کی نماز پڑھا دی۔ پھر دوسرا جنازہ لایا گیا اور آپ ﷺ سے اس کی نماز پڑھانے کی گزارش کی گئی، آپ نے پوچھا: ”اس پر قرض ہے؟“ ورثاء نے کہا: ”ہاں!“ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا اس نے ترکہ چھوڑا ہے؟“ انھوں نے کہا: ”تین دینار۔“ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز پڑھا دی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا اور آپ ﷺ سے اس کی نماز پڑھانے کی گزارش کی گئی، آپ نے پوچھا: ”اس پر قرض ہے؟“ ورثاء نے کہا: ”ہاں! تین دینار۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھو۔“ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”آپ اس پر نماز پڑھائیں، اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔“ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز پڑھائی۔“ [بخاری، کتاب الحوالات، باب إذا أحال دین المیت علی رجل جاز : ۲۲۸۹]

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ » [ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب التشدید فی الدین: ۲٤۱۳۔ ترمذی : ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ صحیح]

”مسلمان کی جان قرض کے عوض میں لٹکی رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔“

- اگر قرض ادا نہ کیا جائے تو قیامت کے دن قرض نیکیوں سے ادا کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِيْنَارٌ اَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ، لَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ » [ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب التشدید فی الدین : ۲٤۱٤]

”جو شخص مقروض مر جائے، تو (قیامت کے دن) اس کی نیکیوں سے قرض کی ادائیگی کی جائے گی، کیونکہ وہاں (اس کے پاس) کوئی روپیہ پیسا نہیں ہوگا۔“

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا:

- نماز جنازہ کے بعد وہیں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے، قرآن وسنت سے قطعاً ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو منافق کی نماز جنازہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ﴾ [التوبة : ٨٤]

''(اے نبی !) ان (منافقین) میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی ادا نہ کرنا اور نہ کبھی (دعا کے لیے) اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اشارتاً دعا کرنے کے دو مواقع کا ذکر فرمایا ہے، ایک نماز جنازہ میں اور دوسرا قبر پر کھڑے ہو کر اور ان دونوں مواقع پر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور یہ نماز جنازہ کے بعد تیسری دعا قرآن و سنت سے ثابت نہیں اور خود حنفی فقہاء سے بھی اس کی ممانعت آئی ہے۔ سید الحموی لکھتے ہیں: ''نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنا، اس لیے کہ یہ نماز جنازہ میں اضافہ کے مشابہ ہے۔'' [كشف الرمز علی الكنز : ١٣١]

⌘ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے قائل حضرات اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ))[أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت : ٣١٩٩]

''جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے لیے خلوص سے دعا کرو۔''

لیکن یہ ترجمہ درست نہیں، صحیح ترجمہ اس طرح ہے: ''جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لیے خلوص سے دعا کرو (یعنی نماز جنازہ میں)۔''

یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جنازہ بغیر اخلاص کے پڑھو اور بعد میں اخلاص سے دعا کرو۔

جن کی نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں:

⌘ کافر اور منافق کی نماز جنازہ ادا کرنا حرام ہے۔ [التوبة : ٨٤] اسماعیلی، مرزائی، بہائی اور بابی وغیرہ بھی کافر ہیں، سو ان کی اور دیگر بدعقیدہ افراد کی نماز جنازہ پڑھنا قطعاً جائز نہیں۔

تدفین کا بیان

تدفین کی اہمیت:

- میت کی تدفین انسانی فطرت میں سے ہے۔ پہلے انسان کی موت پر اللہ تعالیٰ نے یوں تدفین کا طریقہ سکھایا:

﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ﴾

[المائدة : ۳۱]

''تو اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا، تا کہ قابیل کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے دفن کرے۔''

- مسلمان کو قبر کھود کر دفن کرنا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے متعلق فرمایا:

« اِدْفِنُوْهُمْ فِيْ دِمَائِهِمْ » [بخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یر غسل الشهداء : ۱۳۴۶]

''ان کو خون سمیت دفن کردو۔''

- کافر کی میت کو بھی زمین میں دبانا چاہیے۔ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن چوبیس قریشی سرداروں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے و ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم : ۲۸۷۵]

قبر کھودنے والے کی فضیلت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَفَرَ لَهُ فَأَجَنَّهُ أُجْرِيَ عَلَيْهِ كَأَجْرِ مَسْكَنٍ أَسْكَنَهُ إِيَّاهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ »[السنن الكبرى للبيهقي : ٣/٣٩٥، ح : ٦٦٥٥۔ مستدرك حاكم : ١/٣٦٢، ح : ١٣٤٠، ١٣٠٧ و صححه الحاكم و الذهبي على شرط مسلم]

”جس نے میت کے لیے قبر کھودی اور اسے اس میں دفن کیا، تو اس کے لیے اتنا ثواب ہے کہ جیسے اس نے کسی کو قیامت تک کے لیے رہائش فراہم کر دی۔“

تدفین کے ممنوع اوقات:

⌘ جن اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے، ان میں تدفین بھی جائز نہیں۔

⌘ ان کے علاوہ رات کے وقت بھی تدفین سے بچنا چاہیے، ہاں! مجبوری ہو تو اور بات ہے۔ [مسلم، كتاب الجنائز، باب في تحسين كفن الميت : ٩٤٣]

تدفین کہاں کرنی چاہیے؟:

⌘ بہتر اور پسندیدہ عمل یہ ہے کہ میت کو اس کے قریبی قبرستان میں دفن کیا جائے، بلا عذر شرعی دوسری جگہ منتقل کرنے سے بچنا چاہیے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم احد کے دن شہدا کو (بقیع میں) دفن کرنے کے لیے اٹھا کر لا رہے تھے کہ نبی ﷺ کا منادی آیا اور اس نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ تمھیں حکم دیتے ہیں کہ شہدا کو ان کی قتل گاہوں میں دفن کرو۔“ تو ہم انھیں واپس لے گئے۔“ [أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب في الميت يحمل من أرض إلى أرض و كراهة ذلك : ٣١٦٥۔ صحيح]

⌘ عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما کی نعش حبشہ سے لائی گئی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: ”اللہ تعالیٰ میرے بھائی پر رحم فرمائے، مجھے سب سے زیادہ دکھ یہ ہے کہ اسے اس کے مقام وفات پر دفن نہیں کیا گیا۔“ [مستدرك حاكم : ٣/٤٧٥، ح : ٦٠٠٧۔ السنن الكبرى للبيهقي : ٦٨٦٥۔ صحيح]

- کسی بھی میت کو عام قبرستان میں دفن کرنا چاہیے، کسی خاص جگہ دفن کرنا ثابت نہیں، بلکہ خلاف سنت اور شرک کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔
- یہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام ہی کی خصوصیت تھی کہ انھیں اس جگہ دفن کیا جاتا تھا، جہاں وہ فوت ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ)) [طبقات ابن سعد : ٢٢٣/٢ و إسناده صحيح۔ طبراني كبير : ٥٧/٧، ح : ٦٣٦٧ و إسناده صحيح۔ ترمذي، كتاب الجنائز، (باب) : ١٠١٨۔ واللفظ له]

''اللہ تعالیٰ انبیاء کو وہیں فوت کرتا ہے جہاں ان کی تدفین پسند کرتا ہے۔''

- شہدا کو مقام شہادت پر دفن کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے، یعنی قبرستان سے باہر تدفین انبیاء اور شہدا کی خصوصیت ہے۔ لہٰذا ان سے استدلال کر کے قبرستان کے علاوہ کسی کی قبر بنانا جائز نہیں۔
- مسلمان اور کافر کو الگ الگ قبرستان میں دفن کیا جائے۔ سیدنا بشیر مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ مشرکین کے قبرستان کے قریب سے گزرے ...... پھر مسلمانوں کے قبرستان سے گزرے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور في النعل : ٣٢٣٠۔ نسائي : ٢٠٥٠۔ حسن]

تو ثابت ہوا کہ دورِ نبوی میں مسلمانوں اور کافروں کے قبرستان الگ الگ ہوتے تھے۔

قبر بنانے کا طریقہ:

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِحْفِرُوْا وَاَعْمِقُوْا وَ اَوْسِعُوْا وَاَحْسِنُوْا))[نسائي، كتاب الجنائز، باب ما يستحب من إعماق القبر : ٢٠١٢، ٢٠١٣۔ صحيح]

''قبر گہری، کشادہ، وسیع اور صاف ستھری بنائیں۔''

- لحد قبر بنانا افضل ہے، لحد یہ ہے کہ ایک صندوق نما مستطیل شکل کا گڑھا کھودنے کے بعد

اس کے اندر قبلہ کی طرف ایک بغلی قبر کھودی جاتی ہے، جس میں میت رکھی جاتی ہے۔

⌘ اگر زمین نرم ہونے کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے لحد بنانا مشکل ہو تو شق بنانا بھی جائز ہے۔ شق یہ ہے کہ ایک صندوق نما مستطیل شکل کا گڑھا کھود کر اس کے اندر پھر اسی طرح کا ایک چھوٹا گڑھا کھودا جاتا ہے، بعض علاقوں میں زمین زیادہ نرم ہونے کی وجہ سے چھوٹے گڑھے کی بجائے اس میں دیواریں کی جاتی ہیں، تاکہ اس کے اندر میت رکھ کر اسے بند کیا جا سکے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی قبر کی کیفیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

« شَقَّ لَحْدَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ الَّذِي يَشُقُّ لُحُودَ قُبُورِ الشُّهَدَاءِ »

[المنتقى لابن الجارود : ١/١٤٣، ح : ٥٤٧ و إسناده حسن لذاته۔ ابن حبان : ٦٦٣٣۔ نیز دیکھیے ابن ماجه : ١٥٥٧، ١٥٥٨]

''آپ ﷺ کی لحد کو ایک انصاری صحابی نے کھودا جو شہیدوں کے لیے لحد قبریں کھودتا تھا۔''

تدفین کے آداب:

⌘ اگر ضرورت ہو تو میت کے سر کے نیچے نرم پتھر یا مٹی وغیرہ بطور تکیہ رکھی جا سکتی ہے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے سر کے نیچے نرم پتھر رکھا تھا۔ [الطبقات الكبرى لابن سعد : ٨/١١٠، ١١١، إسناده صحيح]

⌘ قبر میں کوئی چادر وغیرہ بچھانا بھی جائز ہے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں سرخ چادر بچھائی گئی۔ [مسلم، كتاب الجنائز، باب جعل القطيفة في القبر : ٩٦٧]

بعض کا کہنا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا، لیکن میرے علم میں خاصہ کی کوئی دلیل نہیں۔ (واللہ اعلم)

⌘ میت کو قبر کے پاؤں والی جانب سے قبر میں داخل کریں، یعنی پہلے میت کا سر داخل کریں، پھر پاؤں۔ سیدنا عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے ''الحارث'' کو قبر کے پاؤں والی

جانب سے قبر میں داخل کیا اور فرمایا : ''یہ سنت ہے۔'' [أبوداؤد، كتاب الجنائز، باب كيف يدخل الميت قبره ؟ : ٣٢١١۔ صحيح]

⌘ محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جنازہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، انھوں نے میت (کو قبر میں) اتارنے کے بارے میں کہا تو اس میت کو قبر کے پاؤں کی جانب سے قبر میں داخل کیا گیا۔ [مسند أحمد : ٤٢٩/١، ح : ٤٠٨٠۔ إسناده صحيح]

⌘ میت کو اس طرح قبر میں لٹائیں کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو اور اس کا سر قبلہ کی دائیں اور پاؤں قبلہ کی بائیں طرف ہوں، عہد نبوت سے آج تک اہل اسلام کا اسی پر عمل ہے۔ [مختصر أحكام الجنائز : ١٨٣]

⌘ میت کو قبر میں اتارنے والا شخص یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

[ترمذی، كتاب الجنائز، باب ما جاء ما يقول إذا أدخل الميت القبر : ١٠٤٦۔ أبو داؤد : ٣٢١٣۔ صحيح]

'' (میں میت کو) اللہ کے نام سے، اللہ کے حکم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر (قبر میں داخل کرتا ہوں)۔''

⌘ لحد کا منہ بند کرنے کے لیے کچی اینٹیں لگانی چاہییں۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں وصیت کی: ''میرے لیے لحد والی قبر بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں لگانا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں کیا گیا۔'' [مسلم، كتاب الجنائز، باب في اللحد ونصب اللبن على الميت : ٩٦٦]

⌘ قبر پر تمام حاضرین کو تین تین لپ مٹی ڈالنی چاہیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر قبر پر آئے اور سر کی جانب سے تین لپ مٹی ڈالی۔'' [ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في حثو التراب في القبر : ١٥٦٥۔ صحيح]

⌘ قبر زمین سے ایک بالشت اونچی کی جائے، تاکہ وہ زمین سے اونچی ہو کر نمایاں ہو

جائے اور بے حرمتی نہ ہو۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ کے لیے لحد والی قبر بنائی گئی اور اس پر کچی اینٹیں نصب کی گئیں اور آپ ﷺ کی قبر زمین سے ایک بالشت اونچی کی گئی۔'' [ابن حبان : ٦٦٣٥، إسناده صحيح ـ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٦٧٣٦ـ حسن]

⌘ قبر کو اونٹ کی کوہان نما بنایا جائے۔ سفیان بن دینار التمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی اکرم ﷺ کی قبر دیکھی کہ وہ اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ ...... الخ : ١٣٩٠]

⌘ قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کریں، تاکہ مٹی جم جائے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں طبرانی اوسط کے حوالے سے روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا۔ [السلسلة الصحيحة : ٧/١/٩٩، ح : ٣٠٤٥]

⌘ قبر پر کتبہ لگانا رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ سے ثابت نہیں، یہ بدعت ہے۔ ہاں پہچان کے لیے اس پر پتھر وغیرہ رکھنا جائز ہے۔

مطلب بن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور ان کا جنازہ لایا گیا اور دفن کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو پتھر لانے کا حکم دیا، لیکن وہ اسے اٹھا نہ سکا، پھر رسول اللہ ﷺ خود کھڑے ہوئے ...... اسے اٹھایا اور قبر کے سر کے پاس رکھ دیا اور فرمایا: '' (تاکہ) میں اس کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر پہچان سکوں اور اس کے ساتھ اپنے خاندان کی میتیں دفن کر سکوں۔'' [أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب في جميع الموتى في قبر و القبر يعلم : ٣٢٠٦ـ حسن]

تدفین کے بعد دعا کرنا:

⌘ سب لوگ میت کی بخشش اور ثابت قدمی کے لیے دعا کریں۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ تدفین سے فارغ ہو کر قبر پر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لیے بخشش اور ثابت قدمی کی دعا کرو، بلاشبہ اب اس سے سوالات

کیے جا رہے ہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر...... الخ : ۳۲۲۱۔ صحیح]

تدفین کے بعد سورۂ بقرہ کی تلاوت کرنا:

⌘ بعض لوگ تدفین کے بعد میت کے سر والی طرف سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں والی جانب آخری آیات پڑھتے ہیں، یہ درست نہیں، کیونکہ جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے وہ بالکل ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے۔ [دیکھیں مشکوۃ المصابیح بتحقیق علامہ الألبانی : ۲/۲۲۳]

تدفین کے بعد میت کو کلمہ کی تلقین کرنا:

⌘ بعض لوگ قبر پر مٹی ڈال کر میت کو کلمہ کی تلقین کرتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ وہ جس روایت سے استدلال کرتے ہیں، اسے علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۳/۴۸) میں، ابن قیم نے زاد المعاد (۱/۵۲۳) میں، صنعانی نے سبل السلام (۲/۲۷۷) میں، نووی نے المجموع (۵/۳۰۴) میں اور حافظ عراقی نے احیاء العلوم (۴/۴۲۰) میں ضعیف کہا ہے اور علامہ الالبانی نے سلسلہ ضعیفہ (۵۹۹) میں منکر کہا ہے۔

دوسرا ان کا استدلال اس سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے مردوں کو '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کی تلقین کرو۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا إله إلا الله : ۹۱۶]

یہ حدیث مفصل صحیح ابن حبان (۳۰۰۴) میں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ کی تلقین آدمی کو حالت نزع میں کرنی چاہیے نہ کہ تدفین کے بعد۔ [دیکھیے صحیح ابن حبان : تحت الحدیث : ۳۰۰۲]

علمائے احناف میں سے علامہ علاء الدین الکاسانی حنفی نے ''بدائع الصنائع (۱/۳۴۳)'' میں، علامہ حنفی نے ''البنایہ فی شرح الہدایہ (۳/۲۰۷)، میں اور ''فتاویٰ عالمگیری (۱/۱۵۷)'' میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔

عورت کو دفن کون کرے گا؟:

⌘ عورت کی میت کو قبر میں مرد ہی اتاریں گے، نہ کہ عورتیں۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب من یدخل قبر المرأة ؟ : ١٣٤٢]

⌘ عورت کو قبر میں اس کا خاوند اتارے تو بھی جائز ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خود دفن کیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر : ٤٢٤٠، ٤٢٤١]

⌘ عورت کی میت کو غیر محرم بھی قبر میں اتار سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غیر محرم نے قبر میں اتارا تھا۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب من یدخل قبر المرأة : ١٣٤٢]

قبر میں روشنی کے لیے چراغ چلانا:

⌘ رات اندھیری ہو تو قبر کے اندر روشنی کے لیے چراغ وغیرہ لے جانا جائز ہے۔ [ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الأوقات ...... الخ : ١٥٢٠۔ ترمذی : ١٠٥٧۔ مستدرك حاکم : ١/٣٦٨، ح : ١٣٦١ و إسناده حسن لذاته۔ ٢/٣٤٥، ح : ٣٣١٨ و إسناده حسن لذاته]

ایک خاندان کی اکٹھی قبریں:

⌘ قبرستان کے اندر ایک خاندان کے افراد کی ایک جگہ اکٹھی قبریں بنانا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ایک پتھر قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا: ''یہ اس لیے کہ میں اپنے بھائی کی قبر پہچان سکوں اور اس کے ساتھ اپنے خاندان کی میتیں دفن کر سکوں۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجنائز، باب فی جمیع الموتی فی قبر والقبر یعلم : ٣٢٠٦۔ حسن]

اجتماعی تدفین:

⌘ میتیں زیادہ ہوں تو ایک قبر میں زیادہ لوگوں کو بھی دفنایا جا سکتا ہے، اس صورت میں قبر

میں قبلہ کی سمت پہلے اس میت کو رکھا جائے گا، جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے دو دو افراد کو اکٹھا کرتے، پھر پوچھتے: ''ان میں قرآن زیادہ جاننے والا کون ہے؟'' جب کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا، تو اسے لحد میں پہلے (قبلہ کی طرف) رکھا جاتا۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهداء : ١٣٤٣]

قبر کشائی:

⌘ کسی شدید ضرورت کے تحت میت کو قبر سے نکالا جا سکتا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کی قبر پر آئے، جبکہ اسے قبر میں رکھ دیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باہر نکالنے کا حکم دیا، پھر اسے اپنے گھٹنے پر رکھا، اس کے منہ میں لعاب مبارک ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔'' اور اس سے اگلی روایت میں ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرے باپ کو (احد میں شہداء کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے) دوسرے آدمی کے ساتھ اکٹھا دفن کیا گیا، میرے دل کو اچھا نہ لگا تو میں نے (چھ ماہ کے بعد) اپنے باپ کو نکال کر دوسری قبر میں تنہا دفن کیا۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة؟ : ١٣٥٠، ١٣٥١، ١٣٥٢۔ مسلم : ٢٧٧٣]

ثابت ہوا کہ میت کو کسی ضرورت کے پیش نظر قبر سے نکالا جا سکتا ہے، لیکن بغیر ضرورت ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

تعزیت کرنے کا بیان

تعزیت کا طریقہ:

⌘ تعزیت کا مطلب ہے میت کے وارثوں کو صبر کی تلقین کرنا، آخرت میں اجر وثواب کی امید دلانا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہو کر ان کے غم کو ہلکا کرنا۔ یہاں میں رسول اللہ ﷺ کے تعزیتی الفاظ کے چند نمونے دے رہا ہوں، تاکہ مسلمانوں کو تعزیت کا نبوی طریقہ معلوم ہو سکے:

① ایک بچے کی وفات پر تعزیت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے فلاں شخص! دو صورتوں میں سے تجھے کون سی صورت پسند ہے؟ ایک تو یہ کہ تم اس (اپنے بچے) سے اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتے اور دوسری یہ کہ کل قیامت کے دن وہ تجھ سے آگے بڑھ کر تمھارے لیے جنت کا دروازہ کھول دے۔'' اس نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ آگے بڑھ کر میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو تیرے لیے طے ہو چکا ہے۔'' [نسائی، کتاب الجنائز، باب فی التعزیة : ۲۰۹۰۔ صحیح]

② آپ ﷺ نے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَ كُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ))[بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت

بعض...... الخ : ١٢٢٤ ـ مسلم : ٩٢٣]
''یہ اللہ کا مال تھا جو اس نے لے لیا اور جو اس نے دے رکھا ہے وہ بھی تو اسی کا ہے، اس کے ہاں ہر چیز (کے فنا ہونے) کا وقت مقرر ہے۔ بس صبر کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو۔''

③ آپ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے اس کے بیٹے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے بچے پر جزع فزع کی ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اللہ کے تقویٰ اور صبر کی تلقین فرمائی۔ اس عورت نے کہا: ''میں جزع فزع کیوں نہ کروں، میں ''رقوب'' ہوں (یعنی میرے بچے زندہ نہیں رہتے)، میرا صرف یہی ایک بچہ تھا وہ بھی فوت ہوگیا۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رقوب تو وہ ہے جس کا بچہ باقی بچ جائے (جس سے وہ صرف دنیا میں فائدہ اٹھا سکے گی)۔'' پھر فرمایا: ''جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ (صبر کرکے) اللہ سے اجر کا طلب گار ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے ان بچوں کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا اور کسی کے دو فوت ہو جائیں تو دو کی وجہ سے بھی جنت کا داخلہ نصیب ہوگا۔''
[مستدرك حاكم : ١/٣٨٣، ٣٨٤، ح : ١٤١٦ ـ إسناده حسن لذاته]

④ اور آپ ﷺ نے ایک عورت سے اس کے خاوند کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! ابوسلمہ (یعنی اس کے خاوند) کی مغفرت فرما، آخرت میں اس کا درجہ بلند فرما، اس کے پسماندگان کا والی بن جا، اے رب العالمین! ہماری اور اس کی بخشش فرما دے اور اس کی قبر کشادہ کرکے نور سے بھر دے۔'' [مسلم، كتاب الجنائز، باب في إغماض الميت والدعاء له إذا حضر : ٩٢٠]

⑤ بیٹے سے اس کے باپ کی تعزیت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! خاندان جعفر کا والی بن جا اور (اس کے بیٹے) عبداللہ کی کمائی میں برکت عطا فرما۔'' آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ دعا کی۔ [مسند أحمد : ١/٢٠٤، ٢٠٥، ح : ١٧٥٠ ـ قال شعيب الارنؤوط إسناده صحيح على شرط مسلم]

⌘ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف ایک تعزیتی خط لکھا تھا جس میں انھیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھ کر خوشخبری دی تھی۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ولله خزآئن ﴾ ...... الخ : ٤٩٠٦ـ ابن حبان : ٧٢٨١، وإسناده صحيح]

⌘ یہ نمونے کے طور پر چند الفاظ بیان کیے ہیں، ان جیسے الفاظ اپنی زبان میں بھی کہے جا سکتے ہیں، بشرطیکہ ان میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو۔

تعزیت کے لیے مخصوص جگہ بیٹھنا:

⌘ ہمارے ہاں تین دن تک سوگ منانے کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ تین دنوں تک ایک جگہ پھوڑی بچھا کر بیٹھا جائے اور لوگ تعزیت کرتے رہیں۔ تعزیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اظہار افسوس کے لیے جمع ہونا مکروہ ہے، خواہ اس میں رونا شامل نہ بھی ہو، اس لیے کہ یہ غم کو تازہ کرتا اور اخراجات میں اضافہ کرتا ہے۔''
[الأم : ١/٢٤٨]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تعزیت کی خاطر بیٹھنے کو امام شافعی، مصنف کتاب (الام) اور دیگر بہت سارے علماء ناپسند فرماتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ تعزیت کی خاطر کسی خاص شکل میں بیٹھنا منع ہے۔ مثلاً میت کے وارث ایک جگہ جمع ہو جائیں اور جو تعزیت کرنا چاہے ان کے پاس پہنچ جائے، ان کی رائے ہے کہ میت کے وارثوں کو اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا چاہیے، جو ان سے ملے تعزیت کر لے، تعزیت کی خاطر عورتوں اور مردوں کے اجتماع کی کراہت میں کوئی فرق نہیں۔'' [المجموع : ٥/٣٠٦]

تعزیت کو آنے والوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا:

⌘ دفن کے بعد تعزیت کے لیے آنے والوں کے لیے اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، لیکن اگر دور سے مہمان آئیں تو انھیں کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔

⌘ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا فرض ہے کہ میت کے گھر والوں اور مہمانوں کے لیے کھانا تیار کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آنے پر فرمایا:

« اِصْنَعُوْا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَإِنَّهُ أَتَاهُمْ أَمْرٌ يَشْغَلُهُمْ »[أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت : ٣١٣٢۔ ترمذى : ٩٩٨۔ حسن]

''جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، بلاشبہ انھیں ایک ایسا معاملہ درپیش ہے جس نے انھیں مشغول کر دیا ہے۔''

⌘ اگر میت کے گھر والوں کو کھانا مہیا کرنا دوسرے لوگوں پر فرض ہے تو پھر میت کے گھر سے پہلے دن، پھر تیسرے دن، پھر دسویں دن اور پھر چالیسویں دن کھانا کھانا کیسے اسلام ہوسکتا ہے؟

⌘ امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل میت کی طرف سے مہمان داری کا کھانا مکروہ اور بہت بری بدعت ہے۔'' [فتح القدير : ٤٧٣/١]

خاوند کے سوگ کا بیان:

⌘ بیوی پر خاوند کا سوگ منانا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا »[بخارى، كتاب الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها : ١٢٨٠۔ مسلم : ١٤٨٦]

''اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے خاوند کے، بلاشبہ اس پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔''

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مصیبت کے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر وارث عطا کرتا ہے:

« إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ

خَيْرًا مِنْهَا ﴾ [مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة ؟ : ٩١٨]
''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور اس سے بہتر بدل عطا فرما۔''

خاوند کے سوگ کے احکام:

- زیب و زینت والی کوئی بھی چیز استعمال نہ کرے۔
- حیض کے غسل میں تھوڑی بہت خوشبو لگانا جائز ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ہمیں سرمہ لگانے، خوشبو استعمال کرنے اور رنگ دار کپڑا پہننے سے روک دیا گیا، البتہ وہ کپڑا اس سے الگ تھا جس کا (دھاگا) بننے سے پہلے رنگ دیا گیا ہو اور ہمیں رخصت دی گئی کہ ہم میں سے کوئی حیض سے فارغ ہو تو غسل کرتے ہوئے (بو ختم کرنے کے لیے) اظفار کا تھوڑا سا عود استعمال کر سکتی ہیں۔'' [بخاري، كتاب الطلاق، باب القسط للحادة عند الطهر: ٥٣٤١۔ مسلم : ٣٧٤٠]
- آنکھیں خراب ہو جائیں تب بھی سرمہ ڈالنا ممنوع ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''اے رسول اللہ! میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے، اس کی آنکھیں خراب ہو گئی ہیں، کیا وہ سرمہ ڈال لے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں!'' [بخاري، كتاب الطلاق، باب تحد المتوفى عنها أربعة أشهر وعشرا : ٥٣٣٦۔ مسلم : ١٤٨٨]
- آنکھوں میں دوائی ڈالنا جائز ہے، کیونکہ اس میں زینت نہیں۔
- بالوں کو رنگ کرنے کے لیے خضاب لگانا جائز نہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں نے اپنی آنکھوں پر ایلوا (ایک قسم کی دوائی) کا لیپ کیا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''اے ام سلمہ! یہ کیا لگا رکھا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یہ ایلوا ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہے۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ چہرے کو صاف کرتا اور چمکاتا ہے، اسے صرف

رات کے وقت استعمال کر اور دن کے وقت اتار دیا کر اور کنگھی کرتے ہوئے خوشبو اور منہدی استعمال نہ کر (یعنی اس سے سر نہ دھو) کیونکہ منہدی تو ایک قسم کا خضاب ہے۔'' میں نے عرض کی: ''تو پھر میں کس چیز سے کنگھی کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیری کے پتوں سے، اس سے اپنے سر پر لیپ کر لیا کر (اور بعد میں دھو ڈالا کر)۔'' [أبو داؤد، کتاب الطلاق، باب فيما تجتنب المعتدة في عدتها : ۲۳۰۵۔ نسائی : ۳۵۶۷۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے]

⌘ عدت کے دوران میں اسی گھر میں رہے گی جس میں خاوند کی وفات کے وقت تھی، دوسری جگہ منتقل ہونا یا خوشی وغمی کی کسی تقریب میں شرکت کرنا جائز نہیں۔ فُرَیعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''کیا میں اپنے خاندان کے پاس جا سکتی ہوں؟ کیونکہ میرے خاوند نے نہ تو کوئی مکان چھوڑا ہے اور نہ کوئی خرچ۔''......تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عدت مکمل ہونے تک اسی گھر میں رہو۔'' [أبو داؤد، کتاب الطلاق، باب في المتوفى عنها تنتقل : ۲۳۰۰۔ ترمذی : ۱۲۰۴۔ ابن ماجه : ۲۰۳۱۔ صحیح]

اس سے ثابت ہوا کہ عدت تک مکان کا انتظام ترکہ سے کیا جائے گا، مال نہ ہو تو مکان کا انتظام کرنا ورثا کا فرض ہے۔ اگر وہاں خطرہ ہو، یا کسی وجہ سے وہاں رہنا ممکن نہ رہے تو وہ دوسرے مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور مجھے (اس گھر میں) کسی کے گھس آنے کا خطرہ ہے۔'' تو راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسے اجازت مرحمت فرمادی، تو وہ وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو گئیں۔'' [مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها : ۱۴۸۲]

⌘ دن کو ضروریات کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میری خالہ کو طلاق ہو گئی، اس نے اپنے باغ سے کھجوریں توڑ لانے کا ارادہ کیا تو ایک آدمی نے انھیں باہر نکلنے سے روکا، وہ نبی ﷺ کے پاس آ گئیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیوں نہیں ! تو جا کر اپنے باغ سے کھجوریں توڑ۔" [مسلم، کتاب الطلاق، باب جواز الخروج المعتدة البائن والمتوفى...... الخ : ١٤٨٣]

خاوند کے سوگ کی مدت:

- حاملہ عورت کے لیے سوگ (عدت) بچے کی پیدائش تک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٤]

"حمل والی عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔"

- غیر حاملہ کے لیے سوگ (عدت) چار ماہ دس دن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ [البقرة : ٢٣٤]

"تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور ان کی بیویاں زندہ ہوں تو ایسی بیوائیں چار ماہ دس دن انتظار کریں۔"

عام میت کے سوگ کی مدت:

- عورت کے لیے اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے۔ زینب بنت ابو سلمہ فرماتی ہیں: "جب شام سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ابوسفیان کی بیٹی اور نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ) نے تیسرے دن خوشبو منگوا کر چہرے اور بازوؤں پر ملی اور فرمانے لگیں: "مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن (میں نے یہ کام اس لیے کیا کہ) میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے۔" [بخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها : ١٢٨٠ ـ مسلم : ١٤٨٦]

- عام میت کا سوگ منانا فرض نہیں ہے اور سوگ نہ منایا جائے تو اچھا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا، وہ فوت ہو گیا اور وہ خود گھر میں نہیں تھے، ان کی بیوی نے جب دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے تو انھوں نے کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو

گھر کے ایک گوشے میں لٹا دیا، پھر جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور بچے کا حال پوچھا، تو بیوی نے کہا: ''اسے اب آرام ہے اور مجھے امید ہے کہ اب وہ بالکل پرسکون ہوگا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ وہ صحیح کہہ رہی ہیں اور وہ رات بیوی کے پاس رہے اور صبح غسل کر کے باہر نکلنے لگے تو بیوی نے بتایا کہ لڑکا تو فوت ہو چکا ہے، پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نماز فجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کا واقعہ گوش گزار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ اللہ تم دونوں میاں بیوی کے لیے تمھاری اس رات میں برکت دے گا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظهر حزنه عند المصيبة : ۱۳۰۱۔ مسلم : ۲۱۴۴/۲۳]

سوگ میں حرام کام:

- کسی کے افسوس کے لیے ایک منٹ یا زیادہ وقت کے لیے خاموشی اختیار کرنا حرام ہے، یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔
- اظہار افسوس کے لیے سیاہ یا کسی بھی مخصوص رنگ کا لباس پہننا۔
- اظہار افسوس کے طور پر سر، داڑھی اور مونچھیں وغیرہ مونڈنا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری ہیں (مصیبت میں) چلا کر رونے والی، بال مونڈنے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینهی من الحلق عند المصيبة : ۱۲۹۶]

قبرستان کی زیارت

قبرستان کی زیارت کی اہمیت:

⌘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« زُوْرُوا الْقُبُوْرَ، فَاِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ »

[ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في زيارة القبور : ١٥٦٩۔صحيح]

”قبرستان کی زیارت کے لیے جایا کرو، یہ تمھیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔“

عورتوں کا قبرستان جانا:

⌘ عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَاِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِيْ ...... فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ اَنْ تَأْتِيَ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ قُلْتُ كَيْفَ اَقُوْلُ لَهُمْ »[مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول المقابر...... الخ : ٩٧٤/١٠٣]

”جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے ...... اور کہنے لگے: ”بلاشبہ آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بقیع (قبرستان) میں جائیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے کہا: ”میں (قبرستان جاؤں تو) ان کے لیے کیسے دعا کروں؟“ (تو آپ ﷺ نے انھیں دعا سکھائی)۔“

⌘ عبد اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے آ رہی تھیں تو میں نے پوچھا: ”اے ام المومنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟“

فرمانے لگیں: ''اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر (رضی اللہ عنہما) کی قبر سے۔'' میں نے کہا: ''کیا رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا؟'' فرمانے لگیں: ''ہاں، منع کیا تھا، پھر اجازت دے دی تھی۔'' [مستدرك حاكم : ١/٣٧٦، ح : ١٣٩٢۔ صحيح]

- لیکن عورتوں کو قبرستان کی زیارت کے لیے کثرت سے نہیں جانا چاہیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے قبرستان میں کثرت سے جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' [ترمذی، كتاب الجنائز، باب ما جاء فی كراهية زيارة القبور للنساء : ١٠٥٦۔ حسن]
- دس (١٠) محرم کو جو عورتیں بن سنور کر قبرستان جاتی ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ اس میں نہ صرف قبرستان جانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، بلکہ بے پردگی بھی ہوتی ہے۔

قبرستان میں کرنے کے کام:

- قبرستان میں دل کی غفلت دور کرنے، اپنی موت اور آخرت کی یاد کے لیے جانا چاہیے۔
- قبرستان میں داخل ہوتے ہوئے مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی پڑھ لیں:

① « اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَ یَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِیْنَ ، وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ »
[مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول المقابر...... الخ : ٩٧٤/١٠٣]

''ان گھروں میں رہنے والے مومنو! اور مسلمانو! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے پہنچنے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحمت فرمائے اور ہم بھی ان شاء اللہ، تم سے ملنے والے ہیں۔''

② « اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَ اَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ »[مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول المقابر...... الخ : ٩٧٤]

''مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ کل پاؤ گے، وہ تم نے پالیا، ایک مدت کے بعد اور ہم بھی اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔''

③ ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ)) [مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول المقابر ...... الخ : ٩٧٥]

''ان گھر والے مومنو! اور مسلمانو! تم پر سلام ہو، ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے عافیت کا طلب گار ہوں۔''

⌘ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((جَاءَ الْبَقِيْعَ فَقَامَ، فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ)) [مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول المقابر ...... الخ : ١٠٣/٩٧٤]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں تشریف لائے، دیر تک کھڑے رہے، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔''

⌘ بلند قبر کو زمین سے ایک بالشت کے برابر چھوڑ کر اوپر والی گرا دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا:

((اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ)) [مسلم، كتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر : ٩٦٩]

''تو جو بھی تصویر دیکھے اسے مٹا دے اور جو بھی اونچی قبر ہو اسے برابر کر دے۔''

قبرستان میں ممنوع کام:

⌘ فوت شدہ کی خوشنودی کے لیے اس کی قبر کی زیارت کرنا حرام ہے۔ [بخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة و المدينة، باب فضل الصلوة فی مسجد مكة والمدينة : ١١٨٩۔ مسلم : ١٣٩٧]

⌘ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز نہیں، ہاں، اگر کوئی ضرورت و حاجت ہو تو پھر جائز ہے، جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں آپ ﷺ نے ایک شخص کو منع کیا اور بخاری کی حدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال : ۱۳۳۸۔ أبو داؤد، کتاب الجنائز، باب المشی فی النعل بین القبور : ۳۲۳۰۔ حسن]

⌘ قبر پر بیٹھنا۔[مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة علیه : ۹۷۲]

⌘ قبر پر پاؤں رکھنا اور قبرستان میں پیشاب کرنا۔[مصنف ابن أبی شیبة : ۲۱۹/۳، من قول عقبة بن عامر إسناده صحیح]

⌘ قبرستان میں مسجد بنانا۔[بخاری، کتاب المساجد، باب الصلاة فی البیعة : ٤٣٤۔ مسلم : ۵۳۱]

⌘ قبرستان میں نماز پڑھنا۔[مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة علیه : ۹۷۲]

⌘ قبرستان میں قرآن مجید پڑھنا۔[مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة النافلة فی بیته...... الخ : ۷۸۰]

⌘ قبر کے پاس جانور ذبح کرنا۔[أبوداؤد، کتاب الجنائز، باب کراهية الذبح عند القبر : ۳۲۲۲۔ صحیح]

⌘ بلا عذر باہر سے مٹی لا کر قبر پر ڈالنا اور قبر پر کتبہ لگانا۔[أبوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی البناء علی القبر : ۳۲۲۵، ۳۲۲٦۔ صحیح]

⌘ قبروں کو پختہ بنانا، ان پر عمارات (قبہ، گنبد وغیرہ) بنانا اور قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھنا۔[مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر...... الخ : ۹۷۰]

جنازے کی رسوم و بدعات:

⌘ قریب الموت شخص کے پاس سورۂ یٰس تلاوت کرنا۔

⌘ قریب الموت کا بستر قبلہ رخ کرنا۔ یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔
[إرواء الغلیل : ۱۵۰/۳، ح : ٦٨٨]

- کفن کو زمزم سے دھونا۔
- کفن پر کلمہ، سورتیں، اہل بیت کے نام یا دیگر دعائیں لکھنا، یہ شریعت سے ثابت نہیں اور نہ یہ چیزیں کوئی فائدہ دے سکتی ہیں۔ میت کے لیے اس کے نیک اعمال مفید ہوتے ہیں، پھر اس طریقے سے ان چیزوں کی توہین بھی ہوتی ہے، کیونکہ کچھ وقت کے بعد بعض میتیں پھٹ جاتی ہیں اور انھیں آلودہ کر دیتی ہیں۔
- اپنی زندگی میں قبر تیار کرنا۔
- اظہار افسوس کے لیے سیاہ لباس پہننا۔
- قبر رات کو تیار ہو جائے اور تدفین اگلے دن تک مؤخر ہو تو رات کو ایک آدمی قبر میں سوتا ہے، کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ قبر کو رات بھر خالی رکھنا مناسب نہیں۔ یہ جہالت اور توہم پرستی ہے۔
- جنازے کے ساتھ کلمۂ شہادت وغیرہ کا ورد کرنا۔ حدیث میں ہے کہ جنازے کے ساتھ خاموشی سے جانا چاہیے۔
- جنازے کے ساتھ آگ لے کر جانا ممنوع ہے، لہٰذا قبر پر اگربتیاں، موم بتیاں اور چراغ وغیرہ کا اہتمام کرنا ممنوع، حدیث کی مخالفت اور بدعت ہے۔
- قبر پر اذان کہنا۔
- دفن کرنے کے بعد ستر قدم پیچھے ہٹ کر دعا کرنا۔
- کسی مخصوص جگہ (پھوڑی پر) بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لیے وہاں آئیں۔
- کسی قبر پر عرس وغیرہ لگانا شرک ہے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو صحابہ کرام ﷡ نبی اکرم ﷺ کی قبر پر میلہ لگاتے، کیونکہ ان سے بڑھ کر کون زیادہ مرتبے والا ہے۔

دارالاندلس

اسلام کی نشر و اشاعت کا عالمی مرکز

۴ لیک روڈ، چوبرجی، لاہور

Ph: 7230549 Fax: 7242639 www.dar-ul-andlus.com